دیکھی ہوئی دنیا

(جلد اول)

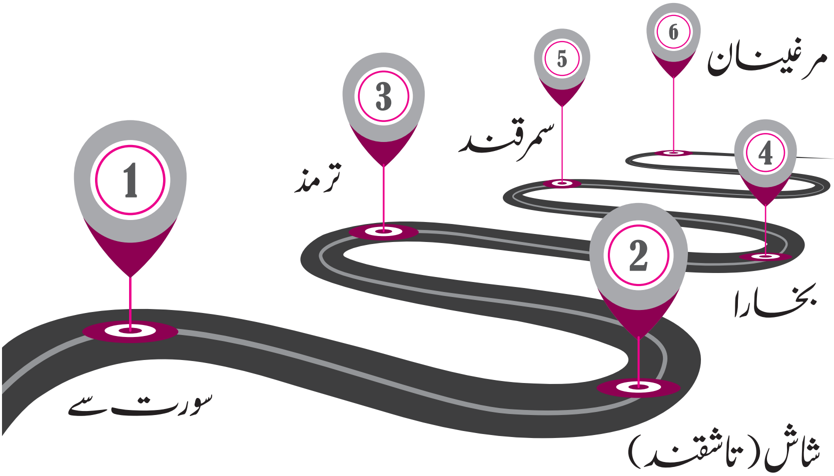

افادات

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

کتاب کا نام : دیکھی ہوئی دنیا (جلد اول)

افادات : حضرت مولانا مفتی محمود صاحب حافظ جی بارڈولی

صفحات : ۲۴۰

نیا ایڈیشن : ذوالحجہ ۱۴۴۷ھ، مطابق: جون ۲۰۲۶ء

ناشر : نورانی مکاتب

کتاب ملنے کا پتہ

نورانی پبلیکیشن —·— نورانی مکاتب

8140902756

ڈابھیل

محمود نگر، ڈابھیل، نوساری، گجرات

بارڈولی

مریم مسجد، گاندھی روڈ، بارڈولی

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	کلمات بابرکت: حضرت مولانا سلیمان صاحب چوکسی دامت برکاتہم	۱۶
۲	پیش لفظ	۱۹
	آدابِ سفر	
۳	ادب کے فوائد	۲۶
۴	اسلام کی جامعیت.......سفر کے آداب	۲۶
۵	صدقہ کے برکات	۲۸
۶	رفیقِ سفر.......امیرِ سفر کا انتخاب	۲۹
۷	سفر میں امیر اور اُس کی اطاعت	۳۰
۸	دورانِ سفر احتیاط.......ضروریاتِ سفر	۳۱
۹	سفر میں نماز کے اوقات کا اہتمام	۳۲
۱۰	سعودی ایئر لائن میں ایک خاص بات.....سفر میں سامان کی مقدار	۳۳
۱۱	حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ	۳۴
۱۲	سامان کے متعلق ایک خاص ہدایت	۳۵
۱۳	دوسروں کا سامان لے جانے کے بارے میں ایک خاص ہدایت	۳۶
۱۴	میزبانوں کے لیے بہترین تحفہ........سفر میں خفین کا اہتمام	۳۷
۱۵	نیت	۳۸
۱۶	مسافر کے دلی جذبات پر اللہ تعالیٰ کی نصرت کے فیصلے	۳۹
۱۷	رات کا سفر...........سواری کے مالک کا حق	۴۰

۱۸	روانگی سے پہلے نفل کی فضیلت	۴۱
۱۹	سواری کے وقت دعا پڑھنے کی حکمت.....سفر کی دعائیں	۴۱
۲۰	گھر سے روانگی کے وقت	۴۲
۲۱	آپ ﷺ کسی کو رخصت کرتے تو اسے یہ دعا دیتے	۴۲
۲۲	روانگی کے وقت مکان کے دروازے پر پڑھنے کی دعا	۴۲
۲۳	سواری پر سوار ہونے کی دعا	۴۳
۲۴	سفر میں پانچ چھوٹی سورتوں کی برکات	۴۵
۲۵	مصیبت کے وقت سورۂ قریش پڑھنے کا فائدۂ عظیمہ	۴۵
۲۶	کشتی میں سوار ہونے کے بعد کی دعا	۴۶
۲۷	بلندی پر چڑھتے اور پستی میں اترتے وقت یہ پڑھے	۴۶
۲۸	کسی بستی میں داخل ہونے کی دعا۔۔کسی آبادی میں پہنچے تو یہ دعا پڑھیں	۴۷
۲۹	سفر کس وقت کرنا چاہیے؟....سفر کس دن کرنا چاہیے؟	۴۹
۳۰	جمعہ کے دن سفر کرنا	۴۹
۳۱	سفر میں ذکر کی فضیلت	۵۰
۳۲	درمیانِ قیام کی دعا.... ہر تکلیف سے امان پانے کی دعا	۵۱
۳۳	مسافر کی دعا	۵۱
۳۴	دورانِ سفر حضر کے معمولات پر بھی ثواب	۵۲
۳۵	ساتھیوں کی خدمت کا ثواب...درمیانِ سفر شرافت کے تین کام	۵۳
۳۶	منزل پر صحیح وسلامت پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر	۵۴
۳۷	ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے احکام واقسام دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف جانا	۵۴

۳۸	دار البدعت سے نکل جانا	۵۴
۳۹	جس جگہ پر حرام کا غلبہ ہو وہاں سے نکل جانا	۵۵
۴۰	جسمانی اذیتوں سے بچنے کے لیے سفر	۵۵
۴۱	آب وہوا کی خرابی اور امراض کے خطرے سے بچنے کے لیے سفر	۵۶
۴۲	اپنے مال کی حفاظت کے لیے سفر کرنا	۵۷
۴۳	① سفرِ عبرت۔② سفرِ حج۔③ سفرِ جہاد۔④ سفرِ معاش	۵۸
۴۴	⑤ سفرِ تجارت۔⑥ طلبِ علم کے لیے سفر	۵۹
۴۵	⑦ کسی مقام کو مقدس اور متبرک سمجھ کر اس کی طرف سفر کرنا	۵۹
۴۶	⑧ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے سفر	۶۰
۴۷	⑨ عزیزوں اور دوستوں کی ملاقات کے لیے سفر	۶۱
۴۸	ملاقات کے لیے سفر کی فضیلت	۶۱
۴۹	سفرِ شرعی کی مقدار	۶۲
۵۰	مصاحبینِ سفر کا تعارف	۶۳
۵۱	سفر کی تاریخ	۶۶
۵۲	ازبکستان کے سفر کے لیے ویزا کے مراحل	۶۶
۵۳	رُفقائے سفر	۶۶
۵۴	ویزا میں اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد	۶۷
۵۵	سورت سے دہلی	۶۸
۵۶	سفر کے لیے ناشتہ، کھانا	۶۸
۵۷	دہلی میں حاجی منصور صاحب	۶۹
۵۸	وسطِ ایشیا کا تعارف	۷۰

۵۹	ازبکستان کے اطراف کا تعارف	۷۲
۶۰	ازبکستان کا ذکر	۷۴
۶۱	کمیونسٹوں کے بارے میں	۷۶
۶۲	حالات کی تبدیلی کا اوّل مرحلہ	۷۶
۶۳	حالات میں تبدیلی کا دوسرا مرحلہ	۷۸
۶۴	تبدیلی کا تیسرا مرحلہ: عُلَما پر سختیوں کی انتہا	۷۹
۶۵	چوتھا مرحلہ: دین مٹاؤ تحریک	۸۲
۶۶	نام ونشان نہ رہے، ایک زبردست گندی سازش	۸۳
۶۷	دنیا کے دوسرے لوگوں سے رابطہ ہی کاٹ دیا	۸۴
۶۸	دیوانوں کی روئیداد، اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت فرمائی	۸۴
۶۹	آزادی: اللہ تعالیٰ کا فضل	۸۷
۷۰	رحمت اور سلامت کا مطلب	۸۸
۷۱	روانگی سے قبل ممکنہ خطرات سے آگاہی	۸۸
۷۲	عبرت انگیز واقعہ	۸۹
۷۳	ایک بوڑھی ازبکیہ کا جہاز میں نماز پڑھنا	۹۰
۷۴	ہوائی جہاز میں نماز	۹۰
۷۵	سفر میں نماز کے برکات	۹۱
۷۶	ہوائی جہاز میں نماز کے لیے اجازت کیسے لیں؟	۹۱
۷۷	معذرت پیش کرتے ہیں	۹۲
۷۸	ہوائی اڈے پر نماز کی جگہ	۹۲
۷۹	سفر میں دینی وضع قطع	۹۳

۸۰	تاشقند ہوائی اڈے پر کارروائی	۹۳
۸۱	سوموکرنسی	۹۴
۸۲	ہوٹل پر	۹۴
۸۳	شاش (تاشقند)	۹۵
۸۴	حضرت امام	۹۶
۸۵	مساجد و مدارس کی بے حرمتی	۹۶
۸۶	احاطۂ حضرت امام	۹۷
۸۷	حضرت قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ	۹۸
۸۸	حسنِ اخلاق کی وجہ سے ایک مجوسی کا قبولِ اسلام	۹۸
۸۹	طلبہ سے ملاقات	۱۰۰
۹۰	بخاری شریف اور مسلم شریف کو دیکھنے کی تڑپ	۱۰۰
۹۱	نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں	۱۰۱
۹۲	مدرسہ بارہ خان شاپنگ مال بن گیا	۱۰۲
۹۳	مسجدِ بی بی خانم	۱۰۲
۹۴	مصحفِ عثمانی	۱۰۴
۹۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگوں کو مصحفِ صدیقی پر جمع کرنا	۱۰۴
۹۶	مصحفِ عثمانی تاشقند کس طرح آیا؟	۱۰۵
۹۷	نئی تعمیر شدہ مسجد میں نمازِ ظہر اور وہاں کی خصوصیات	۱۰۸
۹۸	فرشی استنجا خانہ بھی ایک مستقل نعمت ہے	۱۰۸
۹۹	عُلَما توجہ دیں	۱۰۹
۱۰۰	مساجد کے طہارت خانے	۱۱۰

۱۰۱	نماز باجماعت کا خاص انداز	۱۱۱
۱۰۲	نماز کے بعد پڑھنے کا ایک عمل، فُقرا والی تسبیح	۱۱۲
۱۰۳	مساجد میں قراءت	۱۱۲
۱۰۴	نماز کے اوقات کا بورڈ	۱۱۲
۱۰۵	زبان کا اثر تہذیب پر	۱۱۳
۱۰۶	حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ	۱۱۴
۱۰۷	اصلی زبان کو باقی رکھنے کا فائدہ اور باقی نہ رکھنے کا نقصان	۱۱۴
۱۰۸	مدرسہ گوگل داس	۱۱۵
۱۰۹	ہندوستانی مطعم	۱۱۵
۱۱۰	سیاحت کے لیے جانے والوں کے غیر شرعی مطالبات	۱۱۶
۱۱۱	تاشقند میں پہلی دعوت	۱۱۶
۱۱۲	حج وعمرے کا احترام	۱۱۷
۱۱۳	وطنی بھائیوں کا ایک قافلہ	۱۱۸
۱۱۴	امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن میں اجنبی	۱۱۸
۱۱۵	تاشقند سے ترمذ روانگی، جہاز میں نماز کا عجیب قصہ	۱۲۰
۱۱۶	اسلام اپنوں میں اجنبی	۱۲۳
۱۱۷	ترمذ شہر میں	۱۲۴
۱۱۸	ترمذ شہر	۱۲۴
۱۱۹	ترمذ شہر کی صبح، پیر کا دن	۱۲۵
۱۲۰	جنّتی نہر: جَیحُون کی زیارت	۱۲۵
۱۲۱	ماوراء النہر کا مطلب	۱۲۶

۱۲۲	تابناک ماضی	۱۲۶
۱۲۳	جیحون کے کنارے بدھسٹوں کے کھنڈرات	۱۲۷
۱۲۴	حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر	۱۲۷
۱۲۵	حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف	۱۲۸
۱۲۶	حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ	۱۲۸
۱۲۷	حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ حدیث	۱۳۰
۱۲۸	سلطان آباد	۱۳۰
۱۲۹	حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہاسپٹل	۱۳۱
۱۳۰	ایصالِ ثواب کا انوکھا طریقہ	۱۳۱
۱۳۱	ذکر کی جگہ	۱۳۲
۱۳۲	ایک زندہ کرامت	۱۳۲
۱۳۳	امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرف روانگی	۱۳۳
۱۳۴	ماضی کے تخیلاتی مناظر	۱۳۳
۱۳۵	آج بھی حدیث شریف کے برکات	۱۳۵
۱۳۶	حاضری کے وقت مزار مبارک کے دل دوز مناظر	۱۳۵
۱۳۷	امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر	۱۳۷
۱۳۸	عجیب میٹھے تربوز اور خربوزے	۱۳۹
۱۳۹	اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا حال	۱۴۰
۱۴۰	قیمت بھی معمولی	۱۴۰
۱۴۱	امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت	۱۴۰
۱۴۲	شیر آباد سے بخارا کی طرف	۱۴۲

۱۴۳	اصلی دیہاتی زندگی	۱۴۲
۱۴۴	قرآنِ کریم کی تعلیم	۱۴۳
۱۴۵	باری تعالیٰ کا نظامِ رزق	۱۴۴
۱۴۶	بخارا کے راستے میں عصر کی نماز	۱۴۵
۱۴۷	بات چیت میں مشکلات	۱۴۵
۱۴۸	سیراب زمین کے پیاسے باشندے	۱۴۶
۱۴۹	''کرش یا کرشی'' شہر میں	۱۴۶
۱۵۰	نول کشور	۱۴۷
۱۵۱	ایک یادگار عمارت اور اس کی تعمیر کا سبب	۱۴۸
۱۵۲	''نَسَف'' شہر	۱۴۹
۱۵۳	راستے کے خوب صورت پہاڑ اور سدِّ ذوالقرنین کی یاد	۱۴۹
۱۵۴	بخارا شہر میں حاضری	۱۵۰
۱۵۵	مدرسہ میر عرب	۱۵۱
۱۵۶	منگل کا روز بخارا شہر میں	۱۵۱
۱۵۷	مکاتب و مدارس کی اہمیت	۱۵۲
۱۵۸	اللہ تعالیٰ کا فضل اور مولانا رحمت اللہ صاحب زید مجدہ کی کرامت	۱۵۳
۱۵۹	جامعِ امام بخاری	۱۵۳
۱۶۰	جامعِ امام بخاری میں درسِ بخاری	۱۵۴
۱۶۱	قصرِ عارفاں میں	۱۵۵
۱۶۲	شیخ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۶
۱۶۳	حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت	۱۵۷

۱۶۴	فتاویٰ قاضی خان اور المبسوط کے مؤلف	۱۵۷
۱۶۵	قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر	۱۵۸
۱۶۶	مساجد و مدارس کا شہر	۱۵۹
۱۶۷	امام ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر	۱۵۹
۱۶۸	دو گنبد والی مسجد	۱۶۰
۱۶۹	سمرقند کی طرف روانگی	۱۶۱
۱۷۰	خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں	۱۶۱
۱۷۱	خواجۂ جہاں یعنی حضرت خواجہ عبد الخالق رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۱
۱۷۲	خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۲
۱۷۳	سمرقند شہر میں حاضری	۱۶۳
۱۷۴	سمرقند کی مختصر تاریخ	۱۶۴
۱۷۵	حضرت مفتی صاحب کا عجیب خواب	۱۶۶
۱۷۶	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر	۱۶۷
۱۷۷	خرتنگ کی تحقیق	۱۶۷
۱۷۸	آئینِ جواں مردی حق گوئی و بے باکی	۱۶۸
۱۷۹	مزار شریف کا احاطہ	۱۶۹
۱۸۰	ایصالِ ثواب کا انوکھا طریقہ	۱۷۰
۱۸۱	نمائشی مزار اور اصلی مزار	۱۷۰
۱۸۲	تہہ خانے میں اصلی مزار پر حاضری	۱۷۱
۱۸۳	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر درسِ بخاری	۱۷۲
۱۸۴	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے احاطے کی مسجد میں	۱۷۴

۱۸۵	ایک نوجوان لڑکی کا واقعہ	۱۷۵
۱۸۶	امام صاحب کی طرف سے ضیافت	۱۷۵
۱۸۷	مفتیٔ اعظم کی طرف سے گروپ فوٹو کی درخواست اور ہمارا انکار	۱۷۶
۱۸۸	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب میوزیم	۱۷۶
۱۸۹	رُلا دینے والا واقعہ	۱۷۷
۱۹۰	خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر	۱۷۸
۱۹۱	خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ	۱۷۹
۱۹۲	زعفران سے لکھی ہوئی یٰس شریف	۱۷۹
۱۹۳	لکھی ہوئی یٰس شریف پینے کی برکت	۱۸۰
۱۹۴	حضرت مفتی صاحب نے بخاری پلاؤ کی دعوت کروائی	۱۸۰
۱۹۵	صاحبِ بخاری اور ان کی طرف سے دعوت	۱۸۲
۱۹۶	قبرستان محمدین اور اُس کی زبوں حالی	۱۸۲
۱۹۷	امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر	۱۸۳
۱۹۸	حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کے مزار پر	۱۸۴
۱۹۹	حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہما	۱۸۷
۲۰۰	تیمور لنگ	۱۸۷
۲۰۱	دولت لنگڑے کے گھر آئی	۱۸۸
۲۰۲	تیمور نام کی کثرت	۱۸۸
۲۰۳	امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر	۱۸۹
۲۰۴	امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان والوں کی طرف سے دعوت	۱۹۰
۲۰۵	فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر	۱۹۱

۲۰۶	دوسروں کے مال کے متعلق بے مثال احتیاط	۱۹۱
۲۰۷	سمرقند سے تاشقند	۱۹۲
۲۰۸	حضرت دامت برکاتہم کی تہجد	۱۹۲
۲۰۹	حضرت دامت برکاتہم کا تہجد کے لیے ایک طریقہ	۱۹۳
۲۱۰	حضرت دامت برکاتہم کا سفر میں قیام کے لیے مسجد یا مدرسے کو پسند فرمانا	۱۹۴
۲۱۱	جمعرات کا دن، صاحبِ ہدایہ کے دیار میں	۱۹۶
۲۱۲	فرغانہ، مرغینان اور رُشدان کا محلِّ وقوع	۱۹۶
۲۱۳	سفر کے دوران معمولات	۱۹۶
۲۱۴	سفر کے مناظر	۱۹۷
۲۱۵	انوکھا سلام	۱۹۸
۲۱۶	صاحبِ ہدایہ کے حجرے میں	۱۹۹
۲۱۷	ہدایہ کتاب لکھنے کا واقعہ	۱۹۹
۲۱۸	جامعہ ڈابھیل کے ایک طالب علم کا روزے کے ساتھ ہدایہ پڑھنا	۲۰۰
۲۱۹	زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے!	۲۰۰
۲۲۰	اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی متبرک جگہوں پر دعا کا ثبوت	۲۰۱
۲۲۱	مرغینان سے تاشقند	۲۰۲
۲۲۲	مصحفِ عثمانی کی زیارت	۲۰۲
۲۲۳	ازبکستانی کھانے	۲۰۳
۲۲۴	گھوڑے کا گوشت اور غدود کا کسٹر	۲۰۴
۲۲۵	دورانِ سفر مسائل بتانے میں احتیاط	۲۰۵
۲۲۶	تاشقند کی شبِ جمعہ	۲۰۶

۲۲۷	سنت قرأت کا اہتمام	۲۰۶
۲۲۸	تاشقند میں جمعہ کی صبح اور پھلوں کی مارکیٹ	۲۰۷
۲۲۹	تاشقند کا نرالا جمعہ	۲۰۸
	کچھ خاص خاص باتیں	
۲۳۰	حج اور ڈاڑھی	۲۰۸
۲۳۱	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے حاجیوں کو فائدہ	۲۰۹
۲۳۲	عورتوں کے لباس کا حال	۲۰۹
۲۳۳	عورتوں کے ظاہری لباس کی تین حالتیں اور ایمانی غیرت	۲۰۹
۲۳۴	قبروں پر تصویر اور گھوڑے کے بال اور پنجے کا نشان	۲۱۰
۲۳۵	کھانے میں سادگی	۲۱۰
۲۳۶	امانت داری	۲۱۰
۲۳۷	پھل اور پانی	۲۱۱
۲۳۸	حضرت! آپ کی دعا اس ملک والوں کے لیے ہو جاوے	۲۱۲
۲۳۹	فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کی برکت کا ایک واقعہ	۲۱۳
۲۴۰	حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۱۳
۲۴۱	اللہ والوں کے قدم کی برکت	۲۱۳
۲۴۲	حالات کا خلاصہ	۲۱۴
۲۴۳	نعمت پر شکر	۲۱۴
۲۴۴	شیخ المشائخ حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کا خطاب	۲۱۶
۲۴۵	خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ	۲۱۶
۲۴۶	امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حال	۲۱۸

ازبکستان کا روحانی و تاریخی سفر

۲۴۷	امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت	۲۲۱
۲۴۸	خواب اور برکتیں	۲۲۴
۲۴۹	حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما (شاہِ زندہ) کی زیارت	۲۲۴
۲۵۰	حجرہ میں داخلے کی سعادت	۲۲۵
۲۵۱	دیگر مزارات اور امام ماتریدیؒ کی زیارت	۲۲۶
۲۵۲	امام دارمیؒ کے مزار کی زیارت	۲۲۶
۲۵۳	شادیار بھائی کے گاؤں میں مہمان نوازی	۲۲۷
۲۵۴	امام بخاریؒ کے شہر بخارا کی جانب	۲۲۸
۲۵۵	میر عرب مدرسہ اور حدیث کی اجازت	۲۲۹
۲۵۶	امام بخاریؒ کے مقامِ ولادت اور مقامی روایات	۲۲۹
۲۵۷	دعا اور روحانی کیفیت	۲۳۰
۲۵۸	سفرِ ترمذ: روانگی اور ابتلاء......راستے کے مناظر اور پہلا پڑاؤ	۲۳۱
۲۵۹	امام ترمذی کی احادیث پر گفتگو	۲۳۲
۲۶۰	زیارتِ امام ترمذیؒ	۲۳۳
۲۶۱	حکیم ترمذی کا مزار اور آمو دریا کا دیدار..... پرواز برائے تاشقند	۲۳۴
۲۶۲	تاشقند میں قیام اور ضیافت	۲۳۵
۲۶۳	اختتامِ سفرِ ترمذ...کلمات بوقت اختتام سفر	۲۳۵
۲۶۴	ازبک عوام کی خصوصیات	۲۳۶
۲۶۷	کتب خانوں کی صورتِ حال....ہمارے دیار کی غفلت	۲۳۷
۲۶۸	ہمارے قافلے کے ساتھیوں کا تعارف	۲۳۸
۲۶۸	اختتام	۲۴۰

کلماتِ بابرکت

استاذی و مشفقی حضرت مولانا سلیمان صاحب چوکسی دامت برکاتہم

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم!

صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم وہدایت کو بارش سے تشبیہ دی ہے: مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الهُدىٰ والْعِلمِ كَمَثَلِ الغَيثِ الكَثِيرِ.

رحلات واسفار - خاص کر علم وہدایت کی نسبت پر - اِس امت کا طُرّہ امتیاز رہا ہے، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحلات، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اسفار اور رِحلات المحدثین تو اسلامی تاریخ کا ایک بہت وسیع باب ہے۔

اِس لیے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''داعی'' کو ''سورج'' سے تشبیہ دے کر فرماتے تھے کہ: سورج کی تین صفات داعی میں ہوں:

(۱) سورج ہمیشہ چلتا ہے۔

(۲) اپنا نور لے کر چلتا ہے۔

(۳) جسے بھی فیض یاب کرتا ہے اُس سے اجرت نہیں مانگتا۔

بہ قول اقبال مرحوم:

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

موجودہ دور میں اسباب ووسائل کی سہولتوں کے باعث سفر بہت آسان اور آرام

دِہ ہوگیا ہے؛اس لیے دنیا میں لوگ مختلف مقاصد کے تحت سفر کرتے ہیں؛مگر اللہ تعالیٰ کے کچھ مقبول بندے سورج کی طرح عالَم کے اُفق پر طلوع ہوتے ہیں، اور بادل بن کر علم وہُدیٰ کی بارش لیے قریہ قریہ،بستی بستی بنجر زمینوں میں جا کر برستے ہیں: بہ قول شخصے:

صبح چلتے ہیں،شام چلتے ہیں		عشق والے مُدام چلتے ہیں
ساتھ چلتی ہے اُن کے یوں دنیا		جیسے پیچھے غلام چلتے ہیں

اُن ہی نفوسِ قدسیہ میں میرے استاذِ محترم اور مشفق ومربی: حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری زیدمجدہم ہیں۔گذشتہ سال حضرتِ والا نے بخارا،سمرقند وغیرہ علاقوں کا سفر فرمایا۔

رُفقائے سفر میں حضرت مولانا ابراہیم پانڈور صاحب دامت برکاتہم اور بہ قولِ سعدی رحمۃ اللہ علیہ:''ہم از عہدِ خُردی آثارِ بزرگی در ناصیۂ اُو پیدا''(بچپن ہی سے اُن کے ماتھے پر بزرگی کے آثار نمایاں تھے)کے مصداق: عزیزم مفتی محمود صاحب بارڈولی حفظہ اللہ ورعاہ تھے۔

سفر نامہ افادیت کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے:''سفر وسیلۂ ظفر'' صحیح معنوں میں اُسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ مسافر اپنے سفر میں دوسروں کو شریک کرے، اور سفر میں دوسروں کو شریک کرنا اِسی طرح ممکن ہے کہ تمام تجربات ومشاہدات کو اِس طرح بیان کردیا جائے کہ سفر نامہ پڑھنے والا ذہنی طور پر اُن راستوں اور گذرگاہوں پر اپنے کو موجود محسوس کرے جن سے سفر نامے کا مسافر گذرا ہے، اور اس کو علمی، اصلاحی، سیاسی، جغرافیائی، تمدّنی احوال سے واقفیت ہو۔

پھر جب کہ سفر کرنے والی شخصیت صاحبِ سلسلہ بھی ہو، تو اُس سفر نامے سے اُن کے بے شمار مسترشدین اور متعلقین کو اصلاحِ نفس کے ساتھ صحبتِ شیخ کا بدل بھی مل جاتا ہے۔

ایک ایسی ہی شخصیت کا زیرِ نظر سفر نامہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آرہا ہے، جسے عزیزم مفتی محمود بارڈولی زید مجدہم نے مرتّب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہوں کہ: اسے تمام مسترشدین، متعلقین اور جملہ مسلمانوں کے لیے بے انتہا مفید فرمائے، اور حضرت اقدس مفتی احمد صاحب زید مکارمہم کو بہ ایں ہمہ صحت وعافیت تادیر ہمارے سروں پر باقی رکھے، آمین۔

دعا گو: سلیمان چوکسی

خادم التدریس: دارالعلوم زکریا، جوہانسبرگ جنوبی افریقہ

سابق استاذ وناظمِ تعلیمات:

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ رب العٰلمین، والصلاۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین، وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعلیٰ من تبعھم بإحسان إلیٰ یوم الدین. أما بعد:

اِس فقیر کو پچھلے کچھ سالوں سے بفضل اللہ تعالیٰ اپنے مشفق ومحسن استاذ اور مرشدِ ثانی، شیخ الحدیث والمشایخ: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں ملک وبیرونِ ملک دین کی نسبت سے سفر کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے۔ذلك من فضل اللہ علینا.

مدرسے کے جن ایام میں اسباق کا سلسلہ موقوف ہوتا ہے، مثلاً امتحانات کے ایام اور تعطیلات کے ایام، اس میں یہ دینی، دعوتی اسفار ہوجاتے ہیں۔سالِ گذشتہ (شوال ۱۴۳۴ھ مطابق: اگست ۲۰۱۳ء) محترم مفتی عبدالحمید صاحب اور مفتی یوسف ابنِ مفتی شبیر صاحب اور قاری ذاکر عالی پوری صاحب (مقیم: بلیک برن، برطانیہ) کی دعوت پر برطانیہ کا سفر طے ہوا تھا۔

ایک طویل عرصے سے یہ داعیہ پیدا ہورہا تھا کہ تاریخی مقامات: بخارا، سمرقند، ترمذ، ازبکستان وغیرہ دیکھنے چاہییں، اِس بہانے وہاں کے مسلمانوں تک دینی بات پہنچانے کا موقع بھی مل جائے گا۔

''ازبکستان'' وسط ایشیا کے اُن ممالک میں سے ایک ملک ہے جن پر روس نے ظلم وستم کی حد کردی تھی، اب اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے آزادی عطا فرمائی تو وہ اِس

بات کے مستحق ہیں کہ اہلِ دین اُن کی طرف متوجہ ہوں، اور دوبارہ دین کو زندہ کرنے کے لیے اپنی قدرت میں جتنی ہو اُتنی کوشش کریں۔ (از: سفرنامہ،ص:۱۵)

بیرون کے اسفار کے ویزا،ٹکٹ وغیرہ کی خدمت دمن کے ہمارے محترم حاجی ساجد میمن صاحب انجام دیتے ہیں، انھوں نے یہ بات بتائی کہ ازبکستان ایئرلائن کے ذریعے اگر برطانیہ کا سفر کیا جائے، تو دوسری ایئرلائن کے مقابلے میں ٹکٹ کے مصارف بھی کچھ کم ہیں، اور ہر ایئرلائن اپنے ملک کے کسی بڑے شہر سے ہوکر کے ہی آگے گذرتی ہے؛ لہٰذا برطانیہ جاتے ہوئے تاشقند، بخارا، ترمذ وغیرہ بھی درمیان میں آ ہی جائے گا۔ ان کی یہ بات بندے کو پسند آئی؛ اِس لیے اِس چیز کو ملحوظ رکھ کر ازبکستان ہوتے ہوئے برطانیہ کے سفر کا نظام بنایا گیا، یہ پورا سفر دینی نسبت پر ہوا تھا۔

برطانیہ میں جابہ جا مختلف مجالس میں عُلَما اور عامۃ المسلمین کے مجمع میں تاشقند، ترمذ، بخارا، سمرقند، غجدوان وغیرہ شہروں کے کچھ حالات بیان کیے تھے، پھر جب سفر سے واپسی ہوئی تو انڈیا میں بھی بہت سارے عُلَما کا اصرار رہا کہ اِس سفر کی کارگزاری کی مکمل مجلس ہونی چاہیے؛ تاکہ جن شہروں سے پورے عالمِ اسلام کو علم ومعرفت کے بیش بہا خزانے ملے اُن کی تازہ صورتِ حال سے واقفیت ہو۔

چناں چہ مادرِ علمی جامعہ ڈابھیل کے وسیع ہال میں اس مجلس کا انعقاد کیا گیا، بمبئی سے احمد آباد تک کے نامور عُلَما اور مفتیانِ عظام نے اس مجلس میں شرکت فرمائی، اور حضرت دامت برکاتہم کی توجّہات کی برکت سے تقریباً دو گھنٹے سے زائد مفصّل خطاب ہوا، چوں کہ سفر کی بہت ساری باتیں جن کا تعلق حضرت دامت برکاتہم کی ذاتِ عالی سے تھا، ان کو میں حضرت کی حاضری میں بیان کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا؛ کیوں کہ

حضرت دامت برکاتہم کا مزاج یہ ہے کہ وہ اپنا تعریف آمیز تعارف پسند نہیں فرماتے۔

اِس سفر کی کارگزاری کے لیے خود حضرت دامت برکاتہم نے بڑا اہتمام فرمایا، ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود شروع سے آخر تک مجلس میں تشریف فرما رہے، دورانِ خطاب درمیان میں ایک دو جگہ حضرت دامت برکاتہم نے کچھ رہبری بھی فرمائی، توجہات اور دعائیں تو مسلسل شاملِ حال رہیں، اور آخر میں دس بارہ منٹ کا ایک جامع خطاب بھی حضرت نے فرمایا، اُس خطاب کو بھی اِس سفرنامے میں بہ طورِ نگینہ کے جڑ دیا گیا ہے، باہر سے آنے والے عُلَما کے لیے ایک بڑی مقدار میں کھانا خود حضرت نے تیار کروایا۔ جب یہ مجلس مکمل ہوئی تو انٹرنیٹ کے ذریعے سے عالَم کے دور دراز ممالک اور بلاد کے عُلَما اور مسلمانوں نے سنا، بے حد پسند کیا، اور بہت سوں کی چاہت ہوئی کہ اس کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔

ڈابھیل کی اِس مجلس کا شہرہ ہوا تو اَور بھی بہت سی جگہوں سے بہ اصرار یہ تقاضے ہوئے کہ: کارگذاری کی مجالس ہونی چاہییں، خصوصاً سورت شہر میں محترم ومکرم حاجی اسماعیل جانو اور حاجی اختر میمن صاحب جن کے ذریعے سے عُلَما کی مجالس سورت شہر میں ہوا کرتی ہیں، اس میں بھی خاص کر اسماعیل بھائی کی طرف سے شدید ترین اصرار ہوا؛ لٰہذا سورت شہر کی ''چوڈگر'' مسجد میں ایک دوسری مجلس کا انعقاد ہوا، ڈابھیل کی مجلس میں جو باتیں عرض نہیں کر سکا تھا، سورت کی مجلس میں زیادہ تر وہ باتیں عرض کی گئیں۔

الحمدللہ! دونوں مجلس کی C.D بھی سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں نے لیں اور انٹرنیٹ پر بھی ہزاروں لوگوں نے اس سے استفادہ کیا۔

ازبکستان کے اِس سفر میں ایک اَور نامور عالمِ دین حضرت مولانا رحمت اللہ

صاحب قاسمی کشمیری (زید لطفہٗ) کی صحبت کا شرف بھی حاصل ہوا، وہ رسالہ ''النور'' کے بانی اور مدیر بھی ہیں، انھوں نے بھی سفر کی کارگزاری مختلف قسطوں میں اپنے رسالے ''النور'' میں لکھی، جو اَب الگ سے کتابچے کی شکل میں چھپ چکی ہے۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندیؒ کی بھی اس علاقے کی ایک کارگزاری شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہے۔ حضرتِ والا کے سفر کوئی سال گذر چکے ہیں، مرورِ زمانہ کی وجہ سے ازبکستان کی صورتِ حال میں پوری تبدیلی آچکی ہے؛ اِس لیے تازہ صورتِ حال کا سامنے لانا ایک اہم اور ضروری کام تھا۔

اِس کارگزاری کے مرتَّب کرنے میں حسبِ ذیل امور کی رعایت کی گئی ہے:

① ڈابھیل اور سورت دونوں جگہ جب کارگزاری پر مشتمل بیان ہوا، تب بندے کے ہاتھ میں تحریری نوٹس موجود تھے، یہ نوٹس سفر کے دوران خود بندے ہی نے تیار کیے تھے۔

② دورانِ سفر شرعی حدود میں رہتے ہوئے محترم بھائی عابد ڈنگمار صاحب (لیسٹر) دمن والے نے جدید ذرائع سے مختلف مقامات پر واقعات اور مقامات کو محفوظ کیا تھا۔

اِن دونوں چیزوں سے بھرپور استفادہ کرکے یہ سفرنامہ تیار ہوا ہے۔

③ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب دامت برکاتہم کا جو مضمون ''النور'' میں شائع ہوا تھا، اُس سے بھی کافی استفادہ کیا گیا ہے۔

④ حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندیؒ کے سفرنامے سے بھی قدرے استفادہ کیا گیا ہے۔

فاعتبروا يا أولي الأبصار

اِس سفر میں دیکھے ہوئے بعض احوال کا بھی اِس کارگزاری میں تذکرہ ہے، اِس کا مقصد کسی کی کمزور حالت کی اشاعت ہرگز ہرگز نہیں ہے، کسی مسلمان کے عیب یا برائی کو اچھالنے سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے؛ بلکہ ان حالات اور واقعات کو سب سے پہلے خود کے لیے اور پھر سامعین وقارئین کی محض عبرت کے واسطے بیان کیا گیا ہے؛ تاکہ ہم سب اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اُس علاقے کے مسلمانوں کے لیے اور اپنے لیے اور پورے عالم کے مسلمانوں کے لیے ہدایت اور دین پر استقامت کی دعا کا اہتمام کریں، اور جس سے جس طرح جس قدر بن سکے خصوصاً اس علاقے کے مسلمان اور عموماً پورے عالَم کے مسلمانوں میں دینی بیداری، اشاعتِ دین اور حفاظتِ دین کی فکر اور کوشش کریں اور امت کو اسبابِ زوال سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ اِن سطروں کو قبول فرماوے اور اپنی رضا وخوشنودی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

کاش! ازبکستان کے وہ سب علاقے پھر سے علوم ومعرفت کے مراکز بن جائیں اور اِن بزرگوں کے زمانے میں جیسے امت نے ان سے استفادہ کیا، دوبارہ امت کو اُن کی برکات سے مستفید فرمائے۔ وما ذلك على الله بعزيز.

ویسے تو اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب وغریب شان رہی ہے، کہ احادیثِ پاک کو کتابی شکلوں میں جمع کرنے کا کام زیادہ تر اہلِ عجم سے لیا گیا؛ اِس لیے پوری دنیا کے مسلمانوں کو بخارا، سمرقند، ترمذ سے علمی، روحانی نسبتیں ہیں؛ لیکن مادرِ علمی جامعہ ڈابھیل کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ: جامعہ کے دورِ اول میں جب امام العصر علامہ انور شاہ

کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور مفسرِ قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ کی مسندِ علمی کی زینت تھے، اُس دور میں بخارا، سمرقند کے علاقے سے بھی تشنگانِ علوم نبوت یہاں پہنچے؛ گویا کہ جامعہ کا علمی، روحانی فیض الحمدللہ! اُن مراکزِ علم ومعرفت: بخارا، سمرقند وغیرہ بھی پہنچا ہے۔ ﴿ذٰلِكَ فَضلُ اللهِ يُؤتِيهِ مَن يَّشَآءُ﴾ (الجمعة:٤) اس کی کچھ تفصیل ''تاریخِ جامعہ ڈابھیل'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مجھے اپنی تمام تر علمی کوتاہیوں کا اعتراف ہے، اِس سفرنامے میں جو کوتاہی آپ کو نظر آئے اِس سے ضرور مطلع فرمائیں، اِن شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرلی جائے گی، اور اِس نیک کام میں آپ بھی شامل ہوں گے۔

اِس سفرنامے کی تیاری میں عزیز محترم مولانا مفتی اویس ابن فاروق کنجری-سلّمهُ الله وعافاه-(فی الحال مدرسِ حدیث: مپوٹو موزمبیق) کی محنتوں کا بہت بڑا حصہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور خدمتِ دین کے لیے قبول فرمائے۔آمین

العبد: محمود بارڈولی

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

آدابِ سفر

ادب کے فوائد

انسانی زندگی میں ادب وتہذیب وہ جوہر ہے کہ اس سے اخلاق روشن اور کردار مزین ہوتے ہیں، شب و روز کے اعمال میں حسن و جمال اور معاشرتی مزاج میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے۔مثل مشہور ہے:

''باادب بانصیب، بےادب بےنصیب''

ادب سے کام کرنے والا اچھا نصیب پاتا ہے، اور بے ادب اچھے نصیب سے محروم رہتا ہے۔

اسلام کی جامعیت

اسی بنا پر حیاتِ انسانی کا کوئی ایسا گوشہ اور موڑ نہیں کہ شریعتِ اسلامی نے ادب وتہذیب کے ذریعے رہنمائی نہ کی ہو، اور انسانی زندگی کے ہر دو احوال: سفر و حضر کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو آدابِ اسلامی کی تعلیم سے خالی ہو۔حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشادات اور عمل مبارک سے ہر شعبے میں اپنی امت کی بے مثال رہبری فرمائی:

زندگی کا کوئی شعبہ ہو، سفر ہو کہ حضر		گوشۂ زندگی ہو یا معرکۂ فکرونظر
راحت والم کا عالم ہو کہ ہنگامۂ خطر		عرصۂ جنگ ہو کہ بارگہِ علم وہنر
رہنمائی کی جہاں جب بھی ضرورت ہوگی		رہنما صرف محمد کی شریعت ہوگی

سفر کے آداب

یہاں ہم زندگی کے صرف ایک شعبے یعنی سفر کے آداب ذکر کرنا چاہتے ہیں:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:''مسافر آغازِ سفر سے پہلے اُن حقوق کی

ادائیگی سے سبکدوش ہوجائے جن کا تعلق اہل وعیال کے نان ونفقہ سے ہو، یا کسی کی امانت اور قرض سے ہو۔ اُن ذمّے داریوں کا انتظام بہ خوبی کرے جن کی مسئولیت اس کے سر ہے، اور حلال و پاکیزہ توشے کو اپنے ہمراہ لے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بہ قول: انسانی شرف کی علامت یہ ہے:

① اس کا زادِ سفر حلال و پاکیزہ ہو۔

اصحابِ کہف کا حال جو خود باری تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿فَابْعَثُوٓا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَآ أَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا﴾ (الکہف:۱۹)

ترجمہ: اب اپنے میں سے کسی ایک ساتھی کو یہ چاندی کا سکہ لے کر شہر بھیجو، وہ جا کر دیکھے (تحقیق کرے) کہ کونسا کھانا عمدہ (یعنی حلال و پاکیزہ) ہے؟ پھر اس میں سے کچھ کھانا تمھارے لیے (وہاں سے) لے آئے، اور یہ کام ہوشیاری سے کرے اور کسی کو تمھاری خبر نہ ہونے دے۔

یہ حضرات خود ضروری اخراجات کا نظم کر کے گئے تھے۔ سفر دینی ہو یا دنیوی خود ہی اخراجات کا نظم کر کے نکلنا بہتر ہے۔

بعض حضرات بغیر زاد وتوشہ کے حج کے لیے آجایا کرتے تھے، پھر آ کر خود بھی پریشان ہوتے اور سوال کر کے دوسروں کو بھی پریشان کرتے تھے، اس پر باری تعالیٰ نے ان کو آئندہ زادِ راہ ساتھ لانے کا حکم دیا: ﴿وَتَزَوَّدُوْا﴾ (البقرۃ:۱۹۷)

ترجمہ: اور تم (حج کے سفر میں) ضروری چیزیں ساتھ میں لے لو۔

② دورانِ سفر اندازِ گفتگو شیریں ہو۔

دیکھو! حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دعوتی سفر میں تشریف لے جارہے ہیں، تو خود باری تعالیٰ نے نرم وشیریں کلام کا حکم فرمایا:

﴿فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوۡ يَخۡشٰى﴾ (طٰهٰ:٤٤)

ترجمہ: پھر اُس سے نرم بات کہو، شاید وہ نصیحت حاصل کریں یا ڈریں۔

③ رُفقائے سفر میں باہم حسنِ سلوک اور حسبِ وسعت خوردونوش میں ایک دوسرے کی شرکت ہو۔

④ رفقا کی ہر ممکن معاونت اچھے مسافر کی علامت ہے۔

⑤ سفر میں احباب کے ساتھ تفریح اور خوش طبعی کی کچھ جھلکیاں ہوں، جن سے ذہنی کلفت اور جسمانی تھکاوٹ نیز وطن سے دوری کا احساس نہ آجائے؛ لیکن ایسی تفریح نہیں کہ متانت وسنجیدگی کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے، بدگوئی کے تکلیف دِہ کانٹوں سے قلوب کبیدہ اور رنجیدہ ہو جائیں۔ آج کل سفر میں رُفقا آپس میں بے حیائی و بے شرمی کی باتوں ہی کو سفر کی خوشی اور اپنی خوش مزاجی سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے۔ دورانِ سفر بھی ہر بات اور ہر کام میں شریعت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اس کا خاص لحاظ کیا جائے۔

صدقہ کے برکات

سفر میں نکلنے سے پہلے اور سفر کے دوران صدقے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ: صدقے کی برکت سے بلائیں دور ہوتی ہیں؛ اس لیے صدقہ کرتے رہیں؛ تاکہ بلا اور مصیبت سے اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے۔

الحمدللہ! کئی سالوں سے ملک اور بیرونِ ملک حضرت دامت برکاتہم کی معیت

میں دینی اسفار کی سعادت حاصل ہے، جس روز سفر شروع ہوتا ہے اُس دن سے واپس جب وطن پہنچ جائیں وہاں تک روزانہ پورے اہتمام سے حضرت دامت برکاتہم کو اور بندے کو عافیت اور سلامتی حاصل ہو، حوادثات اور بلاؤں سے حفاظت ہو، اس نیت سے میرے گھر اہلیہ مالی صدقے کی سعادت حاصل کرتی رہتی ہیں۔

رفیقِ سفر

رفیقِ سفر کا انتخاب سفر کا ایک اہم کام ہے، ایسے شخص کے ساتھ سفر کرے جو تقویٰ وطہارت سے آراستہ، اچھے افکار وخیالات کا حامل اور ذکر وفکر، طاعت وعبادات میں معاون ہو۔ مشفقِ اعظم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ازراہِ احتیاط تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ. (بخاري: ١/٤٢١، رقم الحديث:٢٩٩٨)

ترجمہ: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تنہا سفر کرنے میں کیا نقصان ہے، تو کوئی تنہا سفر نہ کرے۔

امیرِ سفر کا انتخاب

جب چند احباب ہوں تو کسی کو امیر منتخب کر لینا چاہیے؛ تاکہ راہِ سفر کی تعیین میں سہولت ہو، اگر کسی امر میں مشورے مختلف ہوں تو امیر کوئی قابلِ اطمینان حل تلاش کر سکے، اور ہمراہیوں کے رشتۂ اتحاد کو ٹوٹنے سے بچا سکے؛ لہٰذا امیر بھی ایسا ہو کہ جو دور اندیش، حالات ومکان سے واقف، نرم مزاج اور ایثار پسند ہو، اور احباب کے مناسب مشورے کو قبول کرنے کا حوصلہ اپنے اندر رکھتا ہو۔

حدیثِ نبوی میں رُفقائے سفر کے بارے میں مذکور ہے کہ: خَيْرُ الأَصْحَابِ أَرْبَعَةٌ: سفر میں چار ساتھی ہوں تو بہتر ہے۔

چار ہم سفر کو بہتر کہنے کی حکمت یہ ہے کہ: راہِ سفر میں دو کام بہت اہم ہوا کرتے ہیں: (۱) سامان کی حفاظت۔ (۲) کھانے اور پینے کی اور ضروری سامان کی خرید۔

اگر رُفقا تین ہوں گے تو دو سامان کی حفاظت میں ہوں گے اور ایک خرید نے جائے گا تو اس کو تنہا جانے پر اجنبیت ووحشت محسوس ہوگی، اور اگر چار ہوں گے تو دو دو ایک ایک کام کی انجام دِہی کرلیں گے۔

سفر میں امیر اور اُس کی اطاعت

جیسا کہ اوپر کی سطروں سے معلوم ہوا کہ سفر میں ایک امیر کا انتخاب کرلینا چاہیے، اور امیر بہر حال امیر ہوتا ہے، جس کو امیر منتخب کرلیا جائے اس کی اطاعت کرنی چاہیے، ہاں! اگر امیر شریعت کے خلاف بات کرے تو پھر اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔

ہمارے حضرت دامت برکاتہم کا عمل اس سلسلے میں عجیب وغریب ہے، سفر میں جس کو بھی امیر منتخب کرلیا تو پھر مشوروں میں اس کے فیصلوں پر عمل فرماتے ہیں، اور امیر سے ہی فیصلہ کرواتے ہیں، اور کتنا ہی اہم موقع کیوں نہ آئے، جو واقعۃً امیر ہے اسی کو امیر بتلاتے ہیں۔ اس کتاب میں آپ آگے چل کر پڑھیں گے کہ: جب ہم خرتنگ میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، تو وہاں کی مسجد کے امام صاحب کی جب ملاقات ہوئی، اور انھوں نے اپنے دفتر میں ہم کو بلوایا، تو ان امام صاحب کا سب سے پہلا سوال تھا کہ: آپ کے اِس قافلے کا امیر کون ہے؟

ظاہر بات ہے کہ کمالاتِ علمیہ وعملیہ، روحانیت ونورانیت اور پُرکشش وبارونق چہرے کی وجہ سے خود سائل کا ذہن بھی امارت کے سلسلہ میں بے اختیار حضرت دامت برکاتہم ہی کی طرف جا رہا تھا۔ لیکن حضرت مدظلہ العالی نے سفر کے انتظامی معاملات کے پیشِ نظر پورے قافلے میں سب سے کم عمر، کم علم کو جو امیر بنایا تھا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ ہمارے سفر کے امیر ہے، اور امام صاحب امیرِ سفر کو جس امتیازی کرسی پر بٹھانا چاہتے تھے، اس کی طرف بھی اس مقرر کیے ہوئے امیر کو آگے بڑھایا، اگرچہ بعد میں اصرار کرنے پر حضرت مدظلہ العالی نے کرسی کو زینت بخشی؛ لیکن اس میں ہمارے لیے ایک بڑی نصیحت ہے، کہ جس کو بھی امیر طے کرلیا جائے اس کو دل وجان سے امیر سمجھا جائے، اور اس کا اظہار بھی ہو۔ اس میں حضرت مدظلہ العالی کا شریعت پر عمل کرنے کا جذبہ اور خُردنوازی جیسے اوصافِ حمیدہ کا ظہور بھی ہوتا ہے۔

دورانِ سفر احتیاط

سفر اور حضر کی حالت میں احتیاط کا دامن نہ چھوڑنا چاہیے، دن میں قافلے سے جدا نہ ہو، اور نہ رات میں غفلت کی نیند سوئے۔ اسی بنا پر مستحب یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے رُفقا جاگتے رہیں، اور اگر خوف وہراس اور وحشت محسوس ہو تو:

① آیۃ الکرسی ② ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (اٰل عمران:۱۸)

③ سورۂ اخلاص ④ اور معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلے۔

ضروریاتِ سفر

سفر میں جتنا سامان کم ہو بہتر ہے، تاہم ضروری اشیا ضرور ساتھ رکھیں، ورنہ دِقّت

اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں خاص طور پر پانچ چیزیں رکھتے تھے: (۱) مسواک (۲) سرمہ دانی (۳) کنگھی (۴) قینچی (۵) آئینہ۔

بعض بزرگوں کے متعلق سنا ہے کہ: وہ سفر میں روانہ ہونے سے دو چار دن پہلے سے ہی ضروریات کی تیاری شروع کردیتے، کسی چارپائی یا کسی کونے میں سفر کی ضروری چیزیں الگ رکھنا شروع کردیتے۔

اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ: اپنے سفر کی ضروریات کی ایک فہرست بنا کر رکھ لی جائے؛ تاکہ ہر سفر کے موقع پر ضروری سامان ساتھ لے جانے میں سہولت رہے، خاص کر جہاں سفر میں جانا ہے وہاں کے موسم کے لحاظ سے ضروری کپڑے، اپنی ضروری دوائیں وغیرہ ساتھ لیوے۔ میرے حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی جہاں جانا ہو وہاں کا موسم وغیرہ ضرور معلوم کرواتے ہیں؛ تاکہ اس کے مطابق تیاری میں آسانی رہے۔

پاسپورٹ کی تین کاپی رکھیں، اور ہر ایک کو الگ الگ بیگ میں رکھیں؛ تاکہ بہ وقتِ ضرورت زیراکس کاپی کام آئے۔

میزبان کا پتہ اور فون نمبر ضرور ساتھ رکھیں۔

سفر میں نماز کے اوقات کا اہتمام

سفر میں نماز کے اوقات کی بڑی اہمیت ہوتی ہے؛ اس لیے مناسب ہے کہ ''العصر'' یا ''الفجر'' کمپنی کی بنی ہوئی ہاتھ کی گھڑی ضرور رکھیں، ایسے بھی ایک مسلمان گھڑی کو ضرورت کی وجہ سے پہنتا ہے، اور یہ گھڑی عام اوقات بتلانے کے ساتھ نماز کے

اوقات بھی بتلاتی ہے؛ اس لیے اس کے فوائد بڑھ جاتے ہیں۔

ویسے ہوائی جہاز وغیرہ میں نماز کے اوقات کا اندازہ، سورج کی رفتار، صبح صادق کی روشنی وغیرہ سے بھی لگا سکتے ہیں؛ لیکن وقت کے اندازے کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ ہوائی جہاز میں سامنے لگے ہوئے اسکرین پر ہوائی جہاز کے پورے رُوٹ (route) کا نقشہ بھی ہوتا ہے، اور ہوائی جہاز کہاں سے گذر رہا ہے، وہ بھی بتایا جاتا ہے، اور عام طور پر وہ صحیح ہوتا ہے؛ اس لیے جس ملک کے جس شہر سے جہاز گذر رہا ہے، وہ آپ ''العصر'' گھڑی میں نکالیں، اور اس شہر میں نماز کا وقت گھڑی میں دیکھ لیجیے، اور اس کو سامنے رکھ کر چند منٹوں کا احتیاط کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں۔

اور جہاز کے رُوٹ سے جانبِ مکہ کا اندازہ بھی آسانی سے لگایا جا سکتا ہے، اور ساتھ میں ہوائی جہاز میں خدمت کرنے والوں سے آپ پوچھیں گے تو وہ پائلٹ کو پوچھ کر مکہ کی جانب کی رہبری کرتے ہیں۔

سعودی ایئر لائن میں ایک خاص بات

عام طور پر سعودی عرب کے ہوائی جہاز میں پیچھے والے حصے میں ایک چھوٹی سی جگہ نماز کے لیے خاص ہوتی ہے، وہاں قبلہ نما بھی ہوتا ہے، اور نماز کے لیے قالین بھی ہوتی ہے۔ اپنے سفر کے سامان میں قبلہ نما بھی ساتھ رکھنا چاہیے، اور ''العصر'' گھڑی میں بھی قبلہ نما ہوتا ہے، اور ہمیشہ سفر کے ہاتھ والے بیگ میں سفر کے لیے بنایا جانے والا خاص جائے نماز (مصلّی) بھی رکھنا چاہیے۔

سفر میں سامان کی مقدار

سفر میں ہوائی جہاز اور ٹرین میں ہر فرد کی ٹکٹ کے ساتھ جتنا سامان لے جانے کی

اجازت ہوتی ہے، اس مقدار کی بھی خصوصی رعایت کرنی چاہیے، اجازت سے زیادہ مقدار سامان لے جانے میں کئی طرح کی تکالیف سامنے آسکتی ہیں۔

ایک مرتبہ حج سے واپسی میں جدہ ایئرپورٹ پر حجاجِ کرام کے پاس کثیر مقدار میں سامان تھا، جو ہر ٹکٹ سے دو تین گنا زیادہ تھا، جس کی وجہ سے بڑی رکاوٹ پیش آئی اور خطرہ یہ ہوگیا کہ ہوائی جہاز شاید چھوٹ جاوے، جب ہر طرح کی کوشش ناکام رہی، تو اُس حج گروپ کے ایک ذمے دار صاحب نے بندے کو مکلف کیا کہ: میں جاکر آفیسر سے عربی میں بات کر کے کچھ درخواست کروں، جب بندہ نے جاکر ایک بڑے آفیسر سے بات کی، تو اس آفیسر صاحب نے مجھ سے کہا کہ: آپ اپنے حاجیوں کے پاس جاکر یہ سوال کرو کہ: وہ حج کرنے آئے تھے یا خریداری کرنے آئے تھے؟

اس لیے اپنے ٹکٹ کے ساتھ دیکھ لینا چاہیے کہ کتنی مقدار مال کی اجازت ہے؟ اس کی رعایت کی جائے۔ ہمارے حضرت دامت برکاتہم کا معمول یہ ہے کہ عام طور پر سفر میں صرف ضروری چیزوں کے علاوہ زیادہ سامان نہیں رکھتے، جس کی وجہ سے کئی مرتبہ یہ ہوا کہ ٹکٹ کے ساتھ جتنی مقدار اجازت ہوتی ہے، اس سے بہت کم مجموعی سامان ہوتا ہے۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ: جب وہ کسی سواری کا کرایہ کرتے تو مالک کو چیزیں دکھایا کرتے تھے، اگر بعد میں کوئی خط بھی لاتا تو فرماتے کہ: بھائی! میں نے سارا اسباب مالک کو دکھا دیا ہے، اور یہ اس میں سے نہیں؛ لہٰذا تم مالک سے اجازت لے لو۔ (آپ بیتی: ۱۶۰/۲)

سامان کے متعلق ایک خاص ہدایت

آج کل بہت ساری چیزیں ایسی ہوگئی ہیں جو ہوائی جہاز میں لے جانا ممنوع ہے؛ لہٰذا اس کی معلومات پہلے سے حاصل کرلیں، اور اس طرح کی چیزیں ہرگز سفر میں ساتھ نہ رکھیں، اور بالخصوص ہاتھ والے بیگ میں ناخن کاٹنے کا آلہ، قینچی، دھاردار چیزیں ہرگز نہ لیں؛ ورنہ وہ ضائع کردی جاتی ہیں، اور سیّال چیزیں مثلاً عطر وغیرہ بھی ۲۰۰ رملی لیٹر سے کم کی اجازت ہوتی ہے، اس کو بھی پلاسٹک کی بیگ میں پیک کروانا ہوتا ہے، اس سے زائد سیّال چیز ہاتھ میں نہ لیں۔

نیوزی لینڈ کے ایک دینی سفر سے واپسی میں ہوائی اڈے پر ایک مخلص نے وہاں کے مشہور شہد ''مانوکا'' ۴۰۰ رگرام کی ایک بوتل مجھے اور حضرت دامت برکاتہم کو ہدیہ میں پیش کی، بہت ہی اصرار سے انھوں نے یہ چیز پیش کی، اور یہ شہد بہت ہی اعلیٰ قسم کا اور قیمتی تھا۔ ایک بوتل وہاں کے تقریباً ۱۰۰ رڈالر کی ہوتی ہے، ہم نے اس کو دستی بیگ میں رکھ لیا، اور یہ سوچا تھا کہ اس میں سے ایک بوتل بمبئی میں ہمارے مخلص محب العُلماء حافظ آصف صاحب رینکوٹ والے کو پیش کریں گے، اور دوسری بوتل ہمارے اسفار کے ویزا ٹکٹ کی کوشش کرنے والے دمن کے ہمارے مخلص: حاجی ساجد میمن صاحب کو پیش کردیں گے؛ لیکن جب جانچ ہوئی تو یہ دو شہد کی بوتل ہاتھ والے بیگ میں لے جانا ممنوع قرار دیا گیا، اور چوں کہ یہ کارروائی ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے قریب ہوتی ہے؛ اس لیے باہر آکر واپس کسی کو دینا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ بندے نے ایک عقلی حجت بازی سے کام چلانے کی کوشش کی، میں نے ان سے کہا کہ: ایک مسافر کو ۲۰۰ رگرام سیّال چیز کی اجازت ہے؛ اس لیے ہم دو کو ملا کر ۴۰۰ رگرام کی اجازت ہوجاتی ہے؛

لہٰذا ہم دو کے استحقاق کے مطابق ایک بوتل کی اجازت تو ہونی ہی چاہیے۔ تو اِس پر جانچ کرنے والے افسر نے کہا کہ: ہر ایک کے لیے انفرادی طور پر ۲۰۰ر گرام سیّال چیز کی اجازت ہے، اس طرح مجموعی طور پر جوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔

اب افسر اس کو ضائع کرنے جا رہا تھا، اتنی قیمتی چیز ضائع ہو جائے، اس سے بچنے کے لیے میں نے ان سے ہنستے ہوئے کہا کہ: یہ دونوں بوتلیں مَیں آپ کو ہدیہ میں دیتا ہوں، آپ اس کو گھر لے جا کر استعمال کریں۔ تو اُس وقت اس نے اپنے فرائضِ منصبی کا حق بجالاتے ہوئے کہا: مَیں اِس وقت اِس طرح آپ سے یہ چیزیں ہدیہ میں وصول نہیں کر سکتا، مجھے معلوم ہے کہ یہ ہمارے ملک کا مشہور اور قیمتی شہد ہے؛ لیکن ''قانون قانون ہے'' یہ کہہ کر اُس نے اُن دونوں بوتلوں کو کچرے کے ڈبے کے حوالے کر دیا۔

دوسروں کا سامان لے جانے کے بارے میں ایک خاص ہدایت

بعض مرتبہ سفر میں جاتے ہوئے بعض رشتے داروں اور دوستوں کی طرف سے کسی کو پہنچانے کے لیے کوئی سامان دیا جاتا ہے، تو اس سلسلے میں یہ بات خاص یاد رکھنی چاہیے کہ: اولاً تو ایسی بیگاری والی خدمت سے معذرت ہی اچھی ہے، اور اگر لے جانا ضروری ہے تو اس سامان کو کھول کر اچھی طرح دیکھ لینا چاہیے، بعض مرتبہ شرعاً اور قانوناً ممنوع چیزیں کپڑے وغیرہ کے بیچ رکھ کر کے لوگ دے دیتے ہیں، اور جانچ ہونے پر لے جانے والا ہی بیچارہ سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں کے ایک صاحب اِس طرح کے ایک معاملے میں پھنس کر کے کئی سال جیل میں گذار چکے ہیں، اور بڑا جرمانہ ادا کرنا پڑا وہ علاحدہ۔

نیوزی لینڈ کے اِسی سفر میں جاتے وقت وہاں کے ہمارے میزبان: مولانا امتیاز صاحب خیر گانوی کے گھر سے اُن کے بچوں کے لیے کچھ کپڑے اور کھلونے آئے ہوئے تھے، بمبئی ایئر پورٹ پر جب جانچ ہوئی تو اُس سامان کی چیکنگ میں خطرے والی گھنٹی بار بار بجتی رہی، ہم ڈر رہے تھے کہ یہ گھنٹی کیوں بج رہی ہے؟ کافی دیر جستجو و تلاش کے بعد پتہ چلا کہ سامان میں کوئی کھلونا ہے، جس میں بیٹری (پاور) لگی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے یہ گھنٹی بج رہی تھی، بہت تلاش کے بعد وہ کھلونا ملا، اس میں سے بیٹری الگ کی، تب جا کر کارروائی آگے بڑھی، اس میں کافی ذہنی الجھن رہی اور کافی وقت ضائع ہوا۔

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ: کھلونا یا مونچھ کی صفائی کی مشین یا ٹارچ وغیرہ ہو تو اُس میں سے بیٹری (پاوَر) کو الگ کر کے رکھنا چاہیے۔

میزبانوں کے لیے بہترین تحفہ

میرے حضرت دامت برکاتہم میری درخواست پر میزبانوں کے لیے کتابیں ساتھ لے جانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔ خاص کر حضرت دامت برکاتہم کی -محمود الفتاویٰ، حدیث کے اصلاحی مضامین، نکاح کے مسائل اور ان کا حل جیسی- مفید کتابیں وہاں کے مدارس اور عُلما کے لیے ایک بہترین تحفہ ہوتی ہیں۔ عمدہ قسم کا عطر وہ بھی ایک قیمتی تحفہ ہے؛ لیکن اس کو ہاتھ والے بیگ میں نہ لے جائیں۔

سفر میں خفین (چمڑے کے موزے) کا اہتمام

دورانِ سفر نماز کے مواقع بھی پیش آتے ہیں اور ہر جگہ وضو کرنے کی سہولت میسر نہیں ہوتی، خاص کر ہوائی جہاز میں پیروں کو دھونا مشکل ترین کام ہے؛ اس لیے سفر

شروع کرنے سے پہلے مکمل وضو کرکے خفین پہن لیے جائیں، اس کی وجہ سے دورانِ سفر وضو کرنے میں بڑی سہولت ہو جاتی ہے۔

لیکن خفین میں ایک بات خاص ذہن میں رہے کہ لوہے یا کسی دھات کی چین یا بٹن اس میں استعمال نہ ہوئی ہو، چوں کہ جب ہوائی اڈے پر جسم کی جانچ کے لیے جو آلہ استعمال ہوتا ہے، تو اس طرح کی دھات والی چیزوں کی وجہ سے الارم بجتی ہے، اور بہت سی مرتبہ موزے نکلوا دیے جاتے ہیں؛ اس لیے دھات کے علاوہ کی چین یا بٹن یا کسی اَور شکل سے موزہ چپک سکتا ہو، اس طرح کے خفین استعمال کیے جائیں۔

نیز ہوائی جہاز میں جب وضو کریں تو وہاں کم سے کم پانی استعمال کرنے کا اہتمام کریں، چوں کہ چہرہ اور ہاتھ ہی دھونے ہیں، سر اور خفین پر مسح ہی کرنا ہے۔ تجربے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ احتیاط سے پانی استعمال کریں گے تو ایک گلاس سے بھی کم میں وضو ہوسکتا ہے۔ اور ہوائی جہاز میں ہاتھ دھونے کی جگہ بہت چھوٹی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے پانی کی چھینٹیں نیچے گرتی ہیں، دوسرے مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے؛ اس لیے وضو سے فارغ ہو کر ٹشو پیپر فرش پر ڈال کر پانی سُکھا لینا چاہیے۔

نیت

سفر میں روانگی کے وقت نیت بھی بہت اہم چیز ہے، نیت کی درستگی سے سفر عبادت بن جاتا ہے، دین کی اشاعت وحفاظت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، دین کی دعوت، حصولِ علم، اشاعتِ علم، احیائے سنت، اقربا اور رشتے داروں کی ملاقات، اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کرنے والوں کی ملاقات وغیرہ۔

میرے حضرت فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر زندہ ہوجائے، جابہ جا ذکر کی مجالس قائم ہونے لگیں، یہ بھی میرے سفر کے مقاصد میں سے ہیں۔

بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے وقت یہ نیت ہونی چاہیے:

(۱) بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے اُن کے ساتھ محبت وعقیدت میں اضافہ ہو۔

(۲) اُن کی خدمات پر اُن کے لیے مغفرت کی دعا اور اُن کے درجات بلند ہوں، ایسی دعا کرنے کی توفیق ملے۔

(۳) یہ سبق حاصل کرنا کہ ہم کو بھی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی کوشش زیادہ سے زیادہ کرتے رہنا چاہیے۔

مسافر کے دلی جذبات پر اللہ تعالیٰ کی نصرت کے فیصلے

میرے برادرِ مرحوم مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نظام الدین دہلی- بنگلے والی مسجد، جس کو ''عالمی مرکزِ تبلیغ'' کہا جاتا ہے، وہاں مدرسہ کاشف العلوم ہے، اس- میں درجۂ عربی اول سے دورۂ حدیث تک پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، گجرات کے وہ سب سے پہلے عالم ہیں جن کو نظام الدین سے تکمیلِ دورۂ حدیث شریف کی سعادت حاصل ہوئی، اور ان کو نظام الدین کے ماضی قریب کے تمام ہی اکابر کی بہت قریب سے خدمت اور ان سے سفر وحضر میں استفادے کی سعادت حاصل رہی۔ انھوں نے مجھے سنایا تھا کہ: حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: ''ہوائی جہاز، ٹرین یا کوئی سواری کسی بستی میں پہنچ رہی ہو، اُس وقت مسافر کے دل میں جو جذبات، جو ارادے، جو نیتیں ہوتی ہیں اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے یہاں فیصلے ہوا کرتے

ہیں''؛ اس لیے ہم اپنے دینی سفروں میں دین کے متعلق بلند عزم وارادے کے ساتھ چلیں، اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد اِن شاء اللہ شاملِ حال ہوگی۔

رات کا سفر

راستے پُر امن اور حالات سازگار ہوں تو صرف دن میں سفر پر قناعت نہ کرنا چاہیے؛ بلکہ حسبِ سہولت رات میں کچھ سفر کرنا چاہیے؛ کیوں کہ رات کے سنّاٹے میں طویل سفر بہ آسانی طے ہوجاتا ہے، اور مسافر کو زیادہ احساس بھی نہیں ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: رات کے وقت ضرور چلا کرو؛ کیوں کہ رات کے وقت زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد شریف)

سواری کے مالک کا حق

جب کوئی اپنی سواری میں آگے بٹھانے لگے تو اولاً اس کو بتادیا جائے کہ آگے بیٹھنے کا حق آپ کو ہے، پھر بھی اگر وہ درخواست کرے تو قبول کرتے ہوئے آگے بیٹھ جائیں۔

آدابِ سفر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: جب کسی مقام پر قیام کریں تو احباب ایک ساتھ مجتمع ہوکر راستے سے ہٹ کر قیام کریں، زیادہ جگہ نہ گھیریں، اور درمیانِ سفر کسی منزل پر پہنچیں اور قیام کا ارادہ ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کریں۔ اس میں یہ بھی خاص دھیان رہے کہ اپنی اپنی گاڑیوں کو بھی مناسب جگہ رکھیں، جو جگہیں خاص گاڑیوں کے لیے بنائی جاتی ہیں، وہیں رکھیں، نامناسب جگہ گاڑی رکھ کر دوسروں کے لیے تکلیف کا ذریعہ نہ بنیں۔

روانگی سے پہلے نفل کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں: مَا خَلَفَ عَبْدٌ عَلٰی أَهْلِهٖ أَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يَرْكَعُهُمَا عِنْدَهُمْ يُرِيْدُ سَفَرًا. (کنز العمال علی المسند: ۳۸۳)

یعنی بہ وقتِ سفر گھر والوں کے پاس جو دو رکعت پڑھتا ہے، وہ ان کے لیے چھوڑی ہوئی چیزوں میں سب سے افضل ہے۔

اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ روانگی سے قبل دو رکعت نفل کا اہتمام ہو جائے۔

سواری کے وقت دعا پڑھنے کی حکمت

ابوالاوس خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صدقے کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری سواری کے لیے ہمیں عطا فرمایا، کہ ہم اس پر سوار ہو کر حج کو جائیں۔ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نہیں دیکھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کرائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اونٹ کی کوہان میں شیطان ہوتا ہے، تم جب اس پر سوار ہو تو جس طرح مَیں تمھیں حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کرو، پھر اسے اپنے لیے خادم بنالو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی سوار کراتا ہے۔ (مسندِ احمد)

مسند کی ایک اَور حدیث میں ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ہر اونٹ کی پیٹھ شیطان ہے، تو تم جب اس پر سواری کرو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو، پھر اپنی حاجتوں میں کمی نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر بحوالہ گلدستۂ تفاسیر ۶/ ۳۷۵)

سفر کی دعائیں

مسافر جب سفر میں روانہ ہوتا ہے تو اس کا وہ سفر کتنی ہی امید وتمنا اور امنگوں کا

کیوں نہ ہو، اس کے قلب و دماغ میں خوشی اور رنج کے ملے جلے جذبات و احساسات کی عجیب کیفیت ہوتی ہے، اہلِ خانہ سے مفارقت، ان کی خیر و عافیت کی فکر، سفر کی پریشانیوں کا تصور، احباب و اقربا سے جدائی، پھر راحت و سکون کے ساتھ واپسی کا خیال؛ غرض نہ معلوم کتنے افکار و خیالات کے ہجوم میں وہ روانہ ہوتا ہے؛ مگر افکار و احساس کے اس ہجوم میں جو چیزیں ہمیشہ توشۂ طمانینت بنتی ہیں وہ دعائیں ہیں، جن میں مسافر کی ضروریات کے ہر ہر پہلو کا لحاظ رکھا گیا ہے، ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

گھر سے روانگی کے وقت

سفر کی ابتدا میں رشتے دار، دوست و احباب اور متعلقین سے ہنستے چہرے کے ساتھ معافی تلافی کر کے رخصت ہو اور یہ دعا پڑھے:

أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ. (کنزالعمال:۳۶۳)

ترجمہ: مَیں تمھارے دین و امانت اور انجامِ عمل کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

آپ ﷺ کسی کو رخصت کرتے تو اسے یہ دعا دیتے

زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کا توشہ عطا فرمائے، تیرے گناہ معاف فرمائے، جہاں بھی تُو جائے خیر کی طرف تیری رہنمائی کرے۔

روانگی کے وقت مکان کے دروازے پر پڑھنے کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، رَبِّ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کر کے اُن کا نام لے کر نکل رہا ہوں، گناہوں سے بچنے کی قدرت اور اطاعت کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اِس بات سے کہ خود گمراہ ہوؤں یا گمراہ کیا جاؤں، پھسلوں یا پھسلایا جاؤں، ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، جہالت کروں یا مجھ پر جہالت کی جائے۔

سواری پر سوار ہونے کی دعا

① ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور بغوی نے لکھا ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنا قدم رِکاب میں رکھا تو فوراً ''بسم اللہ'' کہا، پھر ٹھیک ہو کر بیٹھ گئے تو ''الحمد للہ'' کہا، پھر فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ، وَإِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ (الزخرف)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اِس سواری کو ہماری خدمت میں لگا دیا، جب کہ ہم میں اِس کی طاقت نہ تھی، اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اس کے بعد تین مرتبہ ''اللہ أکبر'' کہا، پھر کہا: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبحَانَكَ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ، إِنَّه لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ'' اِس کے بعد مسکرا دیے۔

عرض کیا گیا: امیر المؤمنین! آپ کس وجہ سے مسکرائے؟

فرمایا: بندہ جب ''لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبحَانَكَ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ، إِنَّه لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس فعل کو پسند کرتا ہے، (أو کما قال)۔

اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے تھے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مسکرائے۔ (تفسیرِ مظہری)

٢ بِسْمِ اللّٰهِ وَاعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرْ.

ترجمہ: اللہ کے نام سے سفر شروع کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کا سہارا لیتا ہوں اور اُس پر بھروسہ کرتا ہوں، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑے ہیں۔

٣ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِيْ السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِيْ الأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ.

ترجمہ: اے اللہ! آپ ہی میرے سفر کے ساتھی ہیں، اور آپ ہی میری غیر موجودگی میں گھر والوں، میری اولاد اور میرے مال کے محافظ بن جائیے۔

٤ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعَثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِيْ الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں سفر کی پریشانی سے، اور ایسے منظر سے جو غم انگیز ہو، اور اس بات سے کہ جب میں اپنے گھر والوں، اولاد اور مال کے پاس آؤں تو بری حالت میں آؤں۔

٥ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِيْ هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى.

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کی توفیق مانگتا ہوں، اور ایسے عمل کی جس سے آپ راضی ہوں۔

٦ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا هٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَه.

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے لیے سفر کو آسان بنا دیجیے اور اس کی مسافت کو ہمارے لیے لپیٹ دیجیے۔

سفر میں پانچ چھوٹی سورتوں کی برکات

حضرت جُبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جب سفر میں جاؤ تو وہاں تم اپنے سب رُفقا سے زیادہ خوش حال بامراد ہو، اور تمھارا سامان زیادہ ہو جائے؟ انھوں نے عرض کیا کہ: یا رسولَ اللہ! بے شک مَیں ایسا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخرِ قرآن کی پانچ سورتیں (سورۂ کافرون، سورۂ نصر، سورۂ اخلاص، سورۂ ناس، سورۂ فلق) پڑھا کرو، اور ہر سورت کو بسم اللہ سے شروع کرو اور بسم اللہ ہی پر ختم کرو، (اس طرح مجموعی دس مرتبہ یا چھ مرتبہ بسم اللہ ہوگی)۔

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اُس وقت میرا حال یہ تھا کہ سفر میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے بالمقابل قلیل الزاد، خستہ حال ہوتا تھا، جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تعلیم پر عمل کیا، میں سب سے بہتر حال میں رہنے لگا۔ (تفسیرِ مظہری بہ حوالہ معارف القرآن: ۸/ ۸۳۲)

مصیبت کے وقت سورۂ قریش پڑھنے کا فائدۂ عظیمہ

ابوالحسن قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: جس شخص کو کسی دشمن یا اَور کسی مصیبت کا خوف ہو، اس کے لیے ''لِإِيلٰفِ قُرَيْشٍ'' کا پڑھنا امان ہے۔

اس کو امام جزری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرکے فرماتے ہیں کہ: یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیرِ مظہری'' میں اس کو نقل کرکے فرمایا کہ: مجھے میرے شیخ حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے خوف وخطر کے وقت اس سورت کے پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ: ہر بلا ومصیبت کے دفع کرنے کے لیے اس کی

قراءت مجرب ہے، حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ: میں نے بھی بارہا اس کا تجربہ کیا ہے۔ (معارف القرآن: ۸/ ۸۲۴)

میرے حضرت کا معمول مبارک ہے کہ مسنون دعاؤں کے ساتھ گیارہ مرتبہ سورۂ قریش خود بھی اور رُفقائے سفر میں سے ہر ایک سے پڑھوانے کا اہتمام فرماتے ہیں۔

کشتی میں سوار ہونے کے بعد کی دعا

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھے تو ڈوبنے سے محفوظ رہے گی:

﴿بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰىهَاؕ اِنَّ رَبِّىۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ (هود:٤١)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے اِس کشتی کا چلنا بھی ہے اور اس کا ٹھہرنا بھی ہے، یقیناً میرے رب بہت زیادہ معاف کرنے والے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ وَالۡاَرۡضُ جَمِيۡعًا قَبۡضَتُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطۡوِيّٰتٌۢ بِيَمِيۡنِهٖؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴾ (الزمر:٦٧)

ترجمہ: اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا؛ حالاں کہ پوری کی پوری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی، اور سارے کے سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک ہے اور بہت بالا و برتر ہے اُس شرک سے جس کا ارتکاب یہ لوگ کر رہے ہیں۔ (منتخب كنز العمال:٣/ ٣٧)

بلندی پر چڑھتے اور پستی میں اترتے وقت یہ پڑھے

درمیانِ سفر میں جب بلندی پر چڑھے تو تین بار ''اللّٰه أكبر'' کہے، اور جب

اترنے لگے تو تین بار ''سبحان اللہ'' کہے۔

کسی بستی میں داخل ہونے کی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرِ أَهْلِهَا وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ أَهْلِهَا وَمِنْ شَرِّ مَا فِيْهَا.

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے اس بستی کی، اس کے رہنے والوں اور اس میں موجود چیزوں کی بھلائی چاہتا ہوں، اور بستی اور رہنے والوں اور اس میں موجود چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

کسی آبادی میں پہنچے تو یہ دعا پڑھیں

جب ہم دین کی نسبت پر سفر کریں تو دعاؤں کا خوب اہتمام ہو، کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس جانے کو دینی اعتبار سے خیر وبرکت کا ذریعہ بنائے، اور ہمارے جانے کو اللہ تعالیٰ اشاعتِ دین وحفاظتِ دین، احیائے سنت کا ذریعہ بنائے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذریعہ بنائے، اپنے ذکر کے زندہ ہونے کا ذریعہ بنائے، اور ذکر کی مجالس کے قیام کا ذریعہ بنائے۔

میرے حضرت کا عام معمول یہی رہا ہے کہ: روانگی سے کئی دن پہلے دعا کا اہتمام کرتے ہیں، اور متعلقین سے بھی خوب دعاؤں کا اہتمام کرواتے ہیں، اور سفر خالصۃً لوجہ اللہ ہو، اور فتنوں سے حفاظت ہو، اس کے لیے بھی خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرماتے ہیں، اور فرماتے ہیں: اس کا خیال رکھنا کہ ہمارا سفر خالص دینی، تبلیغی، دعوتی ہو اور جابہ جا اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مجالس قائم ہو۔ الحمد للہ! اس کا خوب مشاہدہ ہوا کہ ملک اور بیرونِ

ملک جہاں کہیں بھی جانا ہوتا ہے، تو ہر جگہ صبحِ صادق سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے ذکرِ جہری کی مجلس ہوتی ہے، اور علُما اور عوام کی ایک بہت بڑی جماعت پورے شوق اور رغبت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے، اکثر حضرات کو تہجد پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے، پھر ذکرِ جہری کی مجلس اور اجتماعی دعا ہوتی ہے۔

حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ: حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول اسی طرح تھا، کہ وہ صبح صادق سے پہلے ذکرِ جہری سے فارغ ہو جاتے تھے۔

اس طرح کی مجالس کے بڑے برکات اور ثمرات ہیں، اور اس کی برکت سے فتنوں سے بڑی حفاظت ہوتی ہے، خصوصاً دینی کاموں میں مشغول رہنے والے حضرات کے لیے تلاوت، ذکر، تسبیحات کی پابندی، ان کے دینی کاموں میں تقویت کا ذریعہ ہے۔ حضرت دامت برکاتہم خصوصیت کے ساتھ مدارس میں ایسی مجالس قائم کرتے ہیں اور اس کا اہتمام کرواتے ہیں۔

غرض یہ کہ سفر شروع کرنے سے پہلے نیت درست کر لینی چاہیے۔ ہمارے حضرت دامت برکاتہم کا برطانیہ کا پہلا سفر حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا تھا، پھر ایک لمبے عرصے تک برطانیہ کے اسفار نہیں ہوئے، احباب کی طرف سے بار بار اصرار بھی ہوتا رہتا تھا، ایک موقع پر ارشاد فرمایا: جب تک دل میں ایک پاؤنڈ کا بھی خیال محسوس ہوگا، برطانیہ نہیں جاؤں گا۔

الحمد للہ! اس کے بعد خوب اسفار ہوئے، اور حضرت خود اپنے لیے رُفقائے سفر کے لیے دعاؤں کا خصوصی اہتمام بھی فرماتے ہیں، اور بار بار نصیحت بھی فرماتے رہتے ہیں کہ: اس طرح کے اسفار میں مال اور جاہ کی محبت ذرہ برابر بھی شامل نہیں ہونی چاہیے۔

سفر کس وقت کرنا چاہیے؟

صبح کا وقت بہت ہی بابرکت ہوتا ہے، کسی کام کے شروع کرنے کے لیے وہ نہایت مناسب وقت ہے؛ اس لیے حتی الامکان صبح سویرے سفر کی ابتدا کرنی چاہیے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا نقل فرمائی ہے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِھا. (مشکوۃ:۲/۳۳۹)

ترجمہ: اے اللہ! میری امت کے لیے صبح سویرے چلنے میں برکت عطا فرما۔

حضرت صخرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس دعا کے بعد میں اپنا سامانِ تجارت دن کے ابتدائی حصے میں بیچنے لگا، تو اس دعا کی برکت سے پہلے کے مقابلے میں غیر معمولی برکت ہونے لگی۔

سفر کس دن کرنا چاہیے؟

امام الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر و بیشتر جمعرات کو سفر فرمایا کرتے تھے۔ نیز پیر کے روز بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر پسند فرمایا ہے؛ لہٰذا کوئی مجبوری نہ ہو تو ان ایام میں سفر کرنا چاہیے؛ کیوں کہ ان ایام میں سفر کرنا مستحب ہے۔ (ابوداؤد)

نوٹ: باقی ٹکٹ کا نظام جس طرح ہو جاوے سفر شروع کر دیں۔

جمعہ کے دن سفر کرنا

جمعہ کے دن اگر سفر ہو تو زوال سے پہلے نکلنے میں کوئی حرج نہیں، اگر چہ ایسی جگہ جانا ہو جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو؛ البتہ زوال کے بعد جمعہ سے پہلے سفر میں جانا مکروہِ تحریمی

ہے؛ کیوں کہ اقامت کی حالت میں جمعہ میں شرکت واجب ہے۔

عَن ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اِنَّ الْجُمُعَة لاَ تَمْنَعُه مِنَ السَّفَرِ مَا لَمْ يَحْضُرْ وَقْتُها.

(كنز العمال على هامش المسند:٤٠١)

ترجمہ: جمعہ کا دن سفر کے لیے مانع نہیں ہوتا جب تک کہ جمعہ کا وقت نہ آ جائے۔

سفر میں ذکر کی فضیلت

سفر میں فکرِ راحت و آرام اور مشقت و پریشانی کے ہجوم میں مسافر کے قلب ودماغ پر کبھی کبھی اضطرابی کیفیت طاری ہوتی ہے، اس کا بہترین علاج زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔

چناں چہ وارد ہے کہ: دورانِ سفر مسافر کی زبان جب ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتی ہے، تو ایک فرشتہ اس کے ساتھ ہولیتا ہے، اور وہ ہر وقت قلبی، ذہنی راحت وسکون کا سامان فراہم کرتا ہے، اور ذکر کی حلاوت و چاشنی زبان وقلب کو تر وتازہ کیے رہتی ہے، اور اگر لغو شعر وشاعری اور گانے سننے میں مشغول رہے، تو ایک شیطان اس کا رفیقِ سفر بن کر رنج والم کے اسباب پیدا کرتا ہے:

مَا مِنْ رَاكِبٍ يَخْلُوْ فِيْ مَسِيْرِه بِاللهِ وَذِكْرِه إِلاَّ رَدِفَه مَلَكٌ، وَلاَ يَخْلُوْ بِشِعْرِه وَنَحْوِه إِلاَّ رَدِفَه شَيْطَانٌ. (منتخب كنز العمال على المسند:٩٧٣)

ترجمہ: جو مسافر درمیانِ سفر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں رہتا تو ایک فرشتہ اس کا ردیف وہم سفر ہو جاتا ہے، اور جو مسافر شعر گوئی میں مشغول ہوتا ہے تو کوئی شیطان اس کا رفیقِ سفر بن جاتا ہے۔

درمیانِ قیام کی دعا

سفر کے درمیان مسافر جب کہیں قیام کرے،تو خواہ کیسا ہی جنت نما ہوٹل یا سرائے ہو، اسے وہ سکون وراحت کہاں میسر جو وطنِ مالوف میں حاصل ہوا کرتی ہے، کبھی غیر مانوس جگہ کی وحشت،تو کبھی کوئی خطرہ، ایسے غیر مطمئن حالات میں جو چیز قلب ودماغ کو اطمینان واعتماد کی فضا مہیا کرتی ہے وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک دعا ہے جو بہ وقتِ قیام پڑھی جاتی ہے،اس دعا کی برکت سے جس بستی میں پہنچیں گے وہاں کی کوئی چیز نقصان نہیں دے گی، وہ دعا یہ ہے:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. (کنز العمال:۳۷۳)

ہر تکلیف سے امان پانے کی دعا

قبیلۂ اسلم کے ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ: آج کی رات مجھے نیند نہیں آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کس وجہ سے؟ انھوں نے کہا کہ: مجھے بچھو نے ڈس لیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر شام کو تم نے یہ دعا پڑھ لی ہوتی تو (ان شاء اللہ عزوجل) کوئی چیز تمھیں تکلیف نہ پہنچاتی۔ وہ دعا یہ ہے:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. (مسلم ۲/ ۳۴۷)

نوٹ: ایک روایت میں آیا ہے کہ: شام کے وقت تین مرتبہ اس دعا کو پڑھنے سے اس رات میں بخار، زہر وغیرہ کوئی چیز نقصان نہیں دے گی۔ (ترمذی:۲/۲۰۰)

مسافر کی دعا

یوں تو بارگاہِ الٰہی میں بندوں کی فریاد کی قبولیت کا عام اعلان ہے؛ مگر کچھ افراد

ایسے بھی ہیں جن کی فریاد و پکار خاص اہمیت رکھتی ہے، اور قبولیت کا انھیں خصوصی درجہ حاصل ہے، ان میں ایک اولاد کے حق میں والدین کی دعا، دوسرے مظلوم کی فریاد اور تیسرے مسافر کی دعا۔ (ترمذی شریف: ۹/۲)

اس لیے مسافر جب تک وطن نہ پہنچ جائے اسے قربِ خاص حاصل رہتا ہے، لہٰذا ان سے دعا کرنے کی درخواست کرنی چاہیے؛ لیکن مسافر کی یہ حیثیت مطلقاً نہیں؛ بلکہ یہ اس وقت ہے جب کہ وہ حلال رزق پر قناعت کرتا ہو اور رزقِ حرام سے بچتا ہو۔

صاحبِ جمع الفوائد نے ایک روایت نقل کی ہے کہ:

مسافر درمیانِ سفر ''یا رب! یا رب!'' کی رٹ لگاتا ہے، جب کہ اس کا لباس، کھانا پینا اور زادِ راہ مالِ حرام سے ہوتا ہے تو دعا کیسے قبول ہوگی؟

دورانِ سفر حضر کے معمولات پر بھی ثواب

جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ شب و روز کی زندگی میں کسی نیک عمل کا پابند ہوتا ہے، اور حتی الامکان پابندی کا جذبہ بھی اس کے قلب میں ہوتا ہے؛ مگر جب وہ راہِ سفر اختیار کرتا ہے تو نظامِ زندگی درہم برہم ہونے سے پابندی چھوٹ جاتی ہے، اور اس پر عمل نہیں کر پاتا، پھر بھی فضلِ الٰہی اس کے ساتھ ہوتا ہے، اور جب تک وہ سفر میں ہوتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں ان تمام اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے جس کی اس نے حضر میں پابندی کر رکھی تھی، اسی طرح تندرستی اور جوانی میں جن اعمال کی پابندی کی، بیماری اور بڑھاپے میں عمل نہ کر سکنے کے باوجود ان تمام اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قوله ﷺ: إن العبد إذا كان على طريقة حسنة

من العبادة ثم مرض، قيل للملك المؤكل به: أكتب له مثل عمله إذا كان طليقا. قلت: وكذا ورد في المسافر والشيخ الكبير. (مرقاة:۷/۲۷۰)

ساتھیوں کی خدمت کا ثواب

سفر میں اکثر الجھن و پریشانی کا سامنا رہتا ہے، ہر شخص سہولت و آرام طلبی چاہتا ہے، ایسے حالات میں اپنی راحت قربان کردینا اور ساتھیوں کی راحت کی فکر اور ان کی خدمت کرنا، ایثار و ہمدردی اور اعلیٰ اخلاق کی بات ہے۔

حدیثِ نبوی میں ہے کہ: رفقائے سفر کا امیر درحقیقت وہ ہم سفر ہے جو اپنے احباب کی خدمت کرتا ہے، اور جس نے سفر میں خدمت میں پیش قدمی کی تو فضیلت و ثواب میں اس سے دوسرا کوئی سبقت نہیں لے جاسکتا، ہاں! سوائے اس مردِ مجاہد کے جس نے شہادت کا جام نوش کیا ہو۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

سيد القوم في السفر خادمهم، فمن سبقهم بخدمةٍ لم يسبقوه بعمل إلا الشهادة. (كنز العمال:۳/۹٦)

سفر میں قوم کا واقعی سردار اُن میں کا خدمت کرنے والا ہے، جس نے ان کی خدمت میں سبقت کی تو سوائے شہادت کے اَور کسی بھی عمل کے ذریعے اس سے کوئی سبقت نہیں کرسکتا۔

درمیانِ سفر شرافت کے تین کام

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ: شرافت و انسانیت کے چھ کام ہیں: تین

حضر کے اور تین سفر کے۔

حضر کے تین کام یہ ہیں: ① قرآن کریم کی تلاوت۔ ② مسجدوں کو آباد کرنا۔ ③ ایسے دوستوں کی جمعیت بنانا جو دین کے کاموں میں مدد کریں۔

اور سفر کے تین کام یہ ہیں: ① اپنا توشہ غریب پر خرچ کرنا۔ ② حسنِ اخلاق سے پیش آنا۔ ③ رفقائے سفر کے ساتھ مہذب خوش طبعی کا طرزِ عمل رکھنا۔ (معارف القرآن: ۱/ ۲۴۳)

منزل پر صحیح وسلامت پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر

جب ہم کسی شہر یا آبادی میں صحیح سلامت پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، کہ اللہ تعالیٰ نے سفر کے تمام مراحل کو آسان فرمادیا، اور صحیح سلامت وطن یا منزلِ مقصود تک پہنچادیا، اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے سے سنا کہ: جب صحیح وسلامت پہنچ جاوے تو یہ پڑھنا چاہیے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَعَ السَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ.

ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے احکام واقسام

دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف جانا

جب دارالکفر میں اپنی جان ومال اور عزت آبرو کا اطمینان نہ ہو، یا دینی فرائض کی ادائیگی ممکن نہ ہو۔ عہدِ رسالت میں یہ سفر فرض تھا، اور قیامت تک بہ شرطِ استطاعت وقدرت فرض ہے، اس کے باوجود دارالحرب میں مقیم رہا تو گناہ گار ہوگا۔

دارالبدعت سے نکل جانا

ابن قاسمؒ کہتے ہیں کہ: میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ: کسی مسلمان کے

لیے اس مقام میں قیام کرنا حلال نہیں جس میں سلفِ صالحین پر سبّ وشتم کیا جاتا ہو۔

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ یہ قول نقل کر کے لکھتے ہیں کہ: یہ بالکل صحیح ہے؛ کیوں کہ اگر تم کسی منکر کا ازالہ نہیں کر سکتے، تو تم پر لازم ہے کہ خود وہاں سے زائل یعنی علاحدہ ہو جاؤ، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِۦ﴾ (الأنعام:٦٨)

ترجمہ: اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں نکتہ چینی کرنے میں لگے ہیں، تو آپ ایسے لوگوں سے (اس وقت تک) الگ ہو جاؤ جب تک کہ وہ دوسری کسی بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔

جس جگہ پر حرام کا غلبہ ہو وہاں سے نکل جانا

کیوں کہ طلبِ حلال ہر مسلمان پر فرض ہے۔

جسمانی اذیتوں سے بچنے کے لیے سفر

یہ سفر جائز اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے، کہ انسان جس جگہ دشمنوں سے جسمانی اذیت کا خطرہ محسوس کرے وہاں سے نکل جائے؛ تاکہ اس خطرے سے نجات ہو۔

یہ سفر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا، جب قوم کی ایذاؤں سے نجات حاصل کرنے کے لیے عراق سے ملکِ شام کی طرف روانہ ہوئے تو فرمایا:

﴿وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّيٓ﴾ (العنكبوت:٢٦)

ترجمہ: اور انھوں نے (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ: میں ہجرت کر کے میرے

رب کی (بتائی ہوئی جگہ کی) طرف جارہا ہوں۔

ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ایسا ہی سفر مصر سے مدین کی طرف کیا:

﴿فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ﴾ (القصص:۲۱)

ترجمہ: سو وہ (موسیٰ علیہ السلام) اس (شہر) سے ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے نکلے۔

آب وہوا کی خرابی اور امراض کے خطرے سے بچنے کے لیے سفر

شریعتِ اسلامی نے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ آدمی تبدیلیٔ آب وہوا یا امراض سے بچنے کے لیے معتدل آب وہوا کی حامل جگہ کی طرف سفر کریں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند چرواہوں کو مدینہ سے باہر جنگل میں قیام کرنے کا حکم ارشاد فرمایا؛ کیوں کہ شہری آب وہوا اُن کو موافق نہ تھی۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا تھا کہ: دارالخلافت ''اُردن'' سے منتقل کر کے کسی سطحِ مرتفع پر لے جائیں، جہاں آب وہوا خراب نہ ہو۔

لیکن یہ اس وقت ہے جب کسی مقام پر طاعون یا وبائی امراض پھیلے ہوئے نہ ہوں، اور جس جگہ کوئی وبا پھیل جائے اس کے لیے حکم یہ ہے کہ: جو لوگ اُس جگہ پہلے سے موجود ہیں وہ تو وہاں سے نہ بھاگیں، اور جو باہر ہیں وہ اس کے اندر نہ جائیں، جیسا کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو سفرِ شام کے وقت پیش آیا، کہ سرحدِ شام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ ملکِ شام میں طاعون پھیلا ہوا ہے، تو آپ کو اس ملک میں داخل ہونے میں تردّد پیش آیا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مسلسل مشوروں کے بعد آخر میں حضرت عبد الرحمن بن

عوف رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث سنائی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

إِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِها فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْها، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَلَسْتُمْ بِها فَلَا تَهْبِطُوْا عَلَيْها. (رواه الترمذي)

ترجمہ: جب کسی علاقے میں طاعون پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو اب وہاں سے نہ نکلو، اور جہاں تم پہلے سے موجود نہیں وہاں طاعون پھیلنے کی خبر سنو تو اس میں داخل نہ ہوؤ۔

اس وقت حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حکمِ حدیث کی تعمیل کرتے ہوئے پورے قافلے کو لے کر واپسی کا اعلان کر دیا۔

بعض علما نے فرمایا کہ: حدیث شریف کے اس حکم میں ایک خاص حکمت یہ بھی ہے کہ، جو لوگ اُس جگہ مقیم ہیں جہاں کوئی وبا پھیل چکی ہے، وہاں کے لوگوں میں وبائی جراثیم کا موجود ہونا ظنِ غالب ہے، وہ اگر وہاں سے بھاگیں گے تو جس میں یہ مادۂ وبائی سرایت کر چکا ہے وہ تو بچے گا نہیں، اور جہاں یہ جائے گا وہاں کے لوگ بھی اس سے متأثر ہو کر بچ نہیں پائیں گے؛ اس لیے یہ حکیمانہ فیصلہ ہے۔

اپنے مال کی حفاظت کے لیے سفر کرنا

اگر کوئی شخص کسی مقام میں چوروں، ڈاکوؤں کا خطرہ محسوس کرے تو وہاں سے منتقل ہو جائے، شریعتِ اسلامی نے اس کی بھی اجازت دی ہے؛ کیوں کہ مسلمان کے مال کا بھی ایسا ہی احترام ہے جیسا کہ اس کی جان کا ہے۔

یہ چھ قسمیں تو اُس ترکِ وطن کی ہیں جو کسی چیز سے بھاگنے اور بچنے کے لیے کیا گیا

ہو۔اور جو سفر کسی چیز کی طلب وجستجو کے لیے کیا جائے اس کی نو (۹) قسمیں ہیں:

① سفرِ عبرت

یعنی دنیا کی سیاحت وسفر اس غرض سے کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور قدرتِ کاملہ کا اور اقوامِ سابقہ کا مشاہدہ کرکے عبرت حاصل کریں۔قرآنِ کریم نے ایسے سفر کی ترغیب دی ہے:

﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾ (الروم:۹)

ترجمہ: کیا وہ (کافر لوگ) زمین میں چلتے پھرتے نہیں؟ کہ ان سے پہلے جو (کافر لوگ) تھے اس کا انجام کیسا ہوا اس کو دیکھتے۔

حضرت ذوالقرنین کے سفر کو بھی بعض عُلما نے اسی قسم کا سفر قرار دیا ہے، اور بعض نے فرمایا کہ: ان کا سفر زمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کرنے کے لیے تھا۔

② سفرِ حج

اِس کا چند شرائط کے ساتھ فریضۂ اسلامی ہونا سب کو معلوم ہے۔

③ سفرِ جہاد

مختلف احوال واوقات میں اس کا فرض یا واجب یا مستحب ہونا بھی سب مسلمانوں کو معلوم ہے۔

④ سفرِ معاش

جب کسی شخص کو اپنے وطن میں ضرورت کے مطابق معاشی سامان حاصل نہ ہو

سکے، تو اس پر لازم ہے کہ یہاں سے سفر کر کے دوسری جگہ تلاشِ روزگار میں جائے۔

⑤ سفرِ تجارت

یعنی ضرورت سے زائد مال حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا، یہ بھی شرعاً جائز ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۹۸)

ترجمہ: (حج کے سفر میں تجارت اور مزدوری کر کے) اپنے رب کا فضل (یعنی حلال روزی) تلاش کرنے میں تمھارے لیے کوئی گناہ نہیں ہے۔

نوٹ: حلال روزی کو آیتِ کریمہ میں ’’فضل‘‘ سے تعبیر کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ انسانوں کے لیے روزی کا انتظام کرنا باری تعالیٰ کے لیے ضروری نہیں ہے، وہ محض اپنے فضل سے روزی کا انتظام فرماتے ہیں۔

ابتغائے فضل سے مراد اس آیت میں تجارت ہے، اللہ تعالیٰ نے سفرِ حج میں بھی تجارت کی اجازت دے دی ہے، تو محض تجارت کے لیے سفر کرنا بہ درجۂ اولیٰ جائز ہوا۔

⑥ طلبِ علم کے لیے سفر

بہ قدرِ ضرورت تحصیلِ دین کا فرضِ عین ہونا، اور زائد از ضرورت کا فرضِ کفایہ ہونا معلوم و معروف ہے۔

⑦ کسی مقام کو مقدس اور متبرک سمجھ کر اس کی طرف سفر کرنا

کسی مقام کو مقدس اور متبرک سمجھ کر اس کی طرف سفر کرنا، یہ بجز تین مسجدوں کے

درست نہیں: ① مسجدِ حرام (مکۂ مکرمہ) ② مسجدِ نبوی (مدینۂ طیبہ) ③ مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس)۔

یہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے، دوسرے اکابر علمائے سلف وخلف نے عام مقاماتِ متبرکہ کی طرف سفر کرنے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ (محمد شفیع)

جیسا کہ بزرگوں کی قبروں کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا۔

اِن کی قبور کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا بھی ایک مقصد ہے کہ اِنھوں نے تو دین کے لیے اپنی جانیں دے دیں، ہم کیا کرتے ہیں!۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو دیکھا: وہ بڑے حضرت رائے پوریؒ (مولانا عبدالرحیم صاحبؒ) کی قبر پر مراقبہ کرتے تھے؛ لیکن یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے، صرف خاص لوگ کر سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تذکرے میں آتا ہے کہ: وہ ہندوستان سے حرمین شریفین تشریف لے گئے، اور ایک سال سے زیادہ وہاں رہے، اور وہاں سے حدیث شریف لائے، اور اب ماشاء اللہ! یہ علم پوری دنیا میں پھیل رہا ہے، تو اس میں یہ بھی آتا ہے کہ جب وہ دہلی سے سورت جا رہے تھے (کیوں کہ اس وقت بمبئی میں بندرگاہ نہیں بنی تھی، سورت میں بندرگاہ تھی) تو راستے میں جہاں جہاں بزرگوں کی قبریں آتیں ان کی زیارت بھی کرتے تھے؛ لہٰذا قبور کی زیارت اچھا عمل ہے۔

⑧ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے سفر

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے سفر کرنا- جس کو ''رباط'' کہا جاتا ہے- کثیر

احادیث میں اس کی بڑی فضیلت مذکور ہے۔

⑨ عزیزوں اور دوستوں کی ملاقات کے لیے سفر

حدیث میں اس کو بھی باعثِ اجر وثواب قرار دیا گیا ہے کہ آدمی عزیزوں اور دوستوں کی ملاقات کے لیے سفر کرے، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں اقرباواحباب کی ملاقات کے واسطے سفر کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(یہ جب ہے کہ ان کی ملاقات سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو، کوئی مادی غرض نہ ہو)۔ واللہ أعلم. (قرطبی: ۵/ ۳۴۹ تا ۳۵۱، ماخوذ از معارف القرآن: ۵/ ۳۴۱ تا ۳۴۳)

ملاقات کے لیے سفر کی فضیلت

باہمی الفت ومحبت، عزت واحترام کی بنا پر مسلمانوں کا ملنا جلنا، اٹھنا بیٹھنا بھی ثواب سے خالی نہیں، اور ملاقات کے لیے مستقل سفر کرنا یہ تو مزید باعثِ ثواب اور رحمتِ الٰہی کے حصول کا سبب ہے۔ چناں چہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی ملاقات کے لیے جائے تو جب تک وہ واپس نہیں لوٹتا، اس وقت تک رحمتِ الٰہی اس پر سایہ فگن رہتی ہے۔

اسی طرح جو شخص بغرضِ عیادت جاتا ہے وہ بھی فیضانِ الٰہی سے سرفراز ہوتا ہے۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

من عاد مريضا أو زار أخا له في الله، ناداه مناد: بأن طبت، وطاب ممشاك، وتبوأت من الجنة منزلا. (الترغيب:٣/٣٦٤)

ترجمہ: جس نے کسی مریض کی عیادت کی یا اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے بھائی کی

زیارت کی، تو اسے ایک فرشتہ ندا دیتا ہے کہ: خوب کیا، اور تیرا چلنا مبارک ہو اور جنت میں تم نے ایک درجہ حاصل کرلیا۔

سفرِ شرعی کی مقدار

سفرِ شرعی کی مقدار: ۷۷/کلومیٹر، ۸۴۲/میٹر، ۵۱/سینٹی میٹر؛ بعض نے سوا ستتر اور بعض نے کسر ختم کر کے ۷۸/کلومیٹر لکھا ہے۔ (المسائل المہمہ: ۸/۱۳۱، محمود الفتاویٰ)

مسافرین کا سفر اگر مسافتِ سفر پر یعنی ۷۸/کلومیٹر سے آگے کا ہو، اور اس جگہ ۱۵/دن سے کم رہنے کی نیت ہو، تو نماز میں قصر یعنی چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھیں گے، اور اس کے لیے اپنے وطن کی حد سے آگے نکلتے ہی قصر شروع کر دیں، اور جب تک وطن نہ لوٹے تب تک قصر کرتا رہے۔

اور اگر ۱۵/دن سے زیادہ ایک ہی مقام پر رہنے کی نیت ہو تو اِتمام یعنی پوری چار رکعت پڑھیں گے۔ واللہ تعالیٰ أعلم وعلمہ أتم.

مصاحبینِ سفر کا تعارف

① مشفقی، محسنی، استاذی اور مرشدِ ثانی: حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ۔ (شیخ الحدیث وسرپرستِ دارالافتاء: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل؛ خلیفۂ ارشد: حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ؛ رکنِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند وندوۃ العلماء لکھنؤ)

نوٹ: اِس پورے سفر نامے میں جہاں کہیں بھی ''حضرت دامت برکاتہم''، ''حضرت مفتی صاحب'' یا صرف ''حضرت'' کا لفظ آئے گا، تو وہاں ''حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم'' ہی کی شخصیتِ بابرکت مراد ہوگی۔

② حضرت اقدس مولانا ابراہیم صاحب پانڈور افریقی دامت برکاتہم۔ (خلیفہ: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہ وجانشینِ فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

③ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب میر قاسمی کشمیری زیدت معالیہم (خلیفہ: حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ؛ مہتمم: مدرسہ رحیمیہ بانڈی پورہ؛ مدیر ''النور''؛ رکنِ شوری: دارالعلوم دیوبند)

④ مولانا محمود کھیرواوالے۔ (مہتمم: مدرسہ محمودیہ کھیروا، رکنِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند)

⑤ خود راقم الحروف: محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی غفرلہ (مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

⑥ محترم حاجی ساجد میمن صاحب دمن

SKY INTER NATIONAL TOUR AND TRAVELS

DAMAN

⑦ محترم حاجی عابد ڈنگمار، مقیم لیسٹر برطانیہ۔

⑧ازبکستان کی ٹور کمپنی جن کے ساتھ اس قافلے کا سفر ہوا۔

بعد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا حنیف صاحب لوہاروی مدظلہ العالی کے قافلے نے بھی ان کے ساتھ سفر کیا، ان کا مکمل پتہ یہ ہے:

ABDURRAHMAN

REST AND TRAVEL TOUR COMPANY

TOURS & SIGHTSEEING

+99 8951445566

REST AND TRAVEL TOUR COMPANY

5/1 MIRABAD STREET 100031

TASHKENT UZBEKISTAN

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ (یوسف:۱۱۱)

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ ان نبیوں کے واقعات میں عقل والوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

ہم اِس وقت ایک کارگزاری کی مجلس میں جمع ہوئے ہیں۔

قرآنِ مجید کے بعد ہمارے مذہب میں جس کتاب کا درجہ ہے، وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جمع کی ہوئی کتاب: ”الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ ﷺ وسننه وأيامه“ ہے، جس کو ہم سب ”بخاری شریف“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس سرزمین پر یہ کتاب لکھی گئی، ترتیب دی گئی۔ اِسی طرح صحاحِ ستہ میں سے ایک دوسری کتاب ”ترمذی شریف“ وہ جس علاقے اور جس شہر میں لکھی گئی، ترتیب دی گئی، اُس علاقے کے سفر کی یہ کارگزاری ہے۔

سفر کی تاریخ

اِس سال ۲/شوال ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۰/اگست ۲۰۱۳ء کو یہ سفر شروع ہوا۔ بخارا، سمرقند، ترمذ یہ سب تاریخی علاقے اِس وقت ''ازبکستان'' نامی ایک ملک کے احاطے میں آتے ہیں۔

ازبکستان کے سفر کے لیے ویزا کے مراحل

تقریباً شعبان کا مہینہ اور رمضان المبارک کے کچھ ایام اُس ملک کی ویزا کے حصول کی تگ ودَو میں خرچ ہوئے، بڑے مشکل مراحل سے گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ویزا حاصل ہوا۔

رُفقائے سفر

رمضان سے قبل جو مشورہ ہوا تھا، اُس میں اِس سفر کے لیے درجِ ذیل احباب طے ہوئے تھے:

اوّلاً شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ، بندۂ ناچیز، اور ساتھ میں ہمارے تین ساتھی: ایک دمن سے حاجی ساجد میمن صاحب اور دوسرے ساتھی حاجی شوکت قریشی مرحوم جن کا پاسپورٹ (passport) ابھی ویزا کے لیے گیا ہوا تھا؛ لیکن تقدیر کی بات ۱۰/رمضان کو ڈابھیل سے تراویح میں ختمِ قرآن کی مجلس کے بعد واپسی کے سفر میں کار کے حادثے میں عالی پور کے قریب ان کا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے۔ ع

حق بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

ان کے علاوہ تیسرے ساتھی ہمارے ایک مخلص دوست حاجی عابد ڈنگما رصاحب ڈمنی (مقیم حال لیسٹر، برطانیہ) تھے۔

رمضان کے دوسرے عشرے میں ہمارے مخدوم اور ہمارے حضرت فقیہ الامت نَوَّرَ اللّٰهُ مَرقَدَہ کے جانشین: حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب بانڈی پورہ کشمیری دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمود صاحب کھیروا، راجستھانی مدّظلہ؛ ان حضرات کی بھی سفر میں معیت کا شرف حاصل ہونے کی بات آئی۔ رمضان میں حضرت اقدس مولانا ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم کا قیام اس سال ''میل وِشارم'' مدراس میں تھا، حضرت اقدس مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم کا معمول ہے کہ: ہر سال رمضان کے چند ایام حرمین میں اور چند ایام حضرت مولانا ابراہیم صاحب کے ساتھ گذارتے ہیں، اور بقیہ زیادہ تر اوقات ڈابھیل خانقاہ میں تشریف رکھتے ہیں۔خود حضرت اقدس مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم کا ''میل وِشارم'' سے فون آیا کہ: ان حضرات کے بھی آنے کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا: حضرت! ڈیڑھ مہینے سے ہم ویزا کی کوشش میں لگے ہوئے تھے، تب جا کر مشکل سے ویزا ملا ہے اور اب پندرہ دن میں ان کا ویزا لگانا مشکل کام تو ہے؛ لیکن ناممکن نہیں ہے، آپ ان سے کہیے کہ: وہ اُدھر دعا کریں، ہم اِدھر کوشش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ خیر مقدر فرمائے، آمین!

ویزا میں اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد

تاخیر سے ہی سہی! ہمارے بھائی ساجد نے اِن بزرگوں کے ویزا کی کوشش

شروع کردی؛ لیکن واقعی ایک کرامت کی بات بتلانا چاہتا ہوں کہ: جمعہ کے دن عید تھی، عید سے ایک دن پہلے یعنی جمعرات کی صبح ویزا ازبکستان سے لگ کر آ گیا، اور عجیب بات یہ ہوئی کہ ازبکستان کے سفارت خانے- جو دہلی میں ہے اس- میں دوپہر میں ایک بجے کے بعد ویزا کا کوئی کام نہیں کرتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ مقدر کی بات تھی کہ شام کو پانچ بجے ان تینوں بزرگوں کا ویزا لگا۔ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل وکرم کا معاملہ ہوا تھا، سب حضرات حیران تھے کہ سفارت خانے کے اوقات کے بعد شام کو ۵/بجے ویزا لگنا عجیب بات تھی، پھر ویزا لگنے کے بعد ایک بڑا مرحلہ ٹکٹ کا تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِن تینوں حضرات کے ٹکٹ بھی رات میں ہو گئے، اور سنیچر کے دن یعنی ۲/شوال کو یہ سفر بحمد اللہ شروع ہوا۔

سورت سے دہلی

سورت ہوائی اڈے (Airport) سے ہم تین حضرات (حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، جناب حاجی ساجد میمن صاحب اور بندہ) دہلی گئے۔ دہلی میں ہمارے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت رکھنے والے اور دہلی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے میزبانِ محترم: حاجی عبد اللہ صاحب کے یہاں رات کا کھانا کھایا، اور وہیں پر سارے اکابرین جمع ہو گئے۔ میرٹھ سے حضرت مفتی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے تھے۔

سفر کے لیے ناشتہ، کھانا

محترم حاجی منصور صاحب کے یہاں سے سفر کے لیے زادِ توشے کا بھی وافر مقدار

میں انتظام کیا گیا تھا۔ اِس طرح کے سفر میں اگر ساتھ میں کھانا لے لیا جائے تو بڑی سہولت ہوتی ہے۔

محترم حاجی منصور صاحب نے اتنی مقدار میں کھانا بنوایا تھا کہ پورے سفر میں کام آسکے، اور اس کو محفوظ کرنے کے لیے بھی خاص ترکیب آزمائی، اس کے علاوہ روٹیوں کی بھی کثیر مقدار اور مختلف قسم کے سوکھے ناشتے بھی ساتھ لے لیے گئے۔

اِس سے قبل اندلس کے سفر میں برطانیہ سے اِس طرح کھانا ساتھ لے کر چلے تھے، جس کا ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ دورانِ سفر کھانا تلاش کرنے کی فکر نہیں رہتی، اور خاص کر جن ملکوں میں حلال کھانا ملنا آسان نہیں ہوتا وہاں بڑی سہولت ہوجاتی ہے۔

محترم حاجی منصور صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ ڈابھیل سے ہمارے حضرت اقدس مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم کے خادمِ خاص عزیزِ محترم: قاری عبدالحنان صاحب سورتی سلمہٗ نے ان کو ٹیلی فون پر جو بات عرض کی تھی، اس سے کئی گُنا زیادہ اور کئی دنوں تک آسانی سے سلامت رہ سکے، ایسا کھانا انھوں نے تیار کروالیا۔

دہلی میں حاجی منصور صاحب

ویسے بھی میرے مرشدِ اول اور مشفق استاذ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں جب رمضان اور عیدالاضحیٰ وغیرہ مواقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور خانقاہ میں جانے کے لیے ملک اور بیرونِ ملک سے جو قافلے دیوبند جایا کرتے، وہ عامّتاً دہلی ہی سے گذرتے، اور دہلی میں گاڑی اور ہوائی جہاز کی تبدیلی کے دوران حاجی منصور صاحب کے یہاں قافلوں کا قیام ہوتا، اور محترم حاجی صاحب اور ان کی مرحومہ

بیوی اوران کے گھر کے خدام بہت ہی خوشی سے مہمانوں کی پوری خدمت کرتے، مہمانوں کے ٹکٹ بنوانے اور تبدیل کرنے کے سارے مراحل بھی یہی لوگ انجام دیتے، گویا ان کا مکان مستقل مہمان خانہ بن جاتا۔اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیرعطافرمائے،آمین۔

پہلے حاجی منصورصاحب کا مکان ''بلی ماران،گلی قاسم جان'' کےقریب تھا،اب ماشاءاللہ''سِول لائن'' پر بڑاوسیع کشادہ مکان ہوگیا ہے۔

وسطِ ایشیا کا تعارف

ہفتہ میں صرف ایک بار دہلی سے تاشقند جانے والے ازبک ایئرلائن سے رات تین بجے سفرشروع ہوا۔اس ملک کے سفرکی کارگزاری سے پہلے مَیں آپ حضرات کواس ملک اوراس کے اطراف کا تعارف کراتا چلوں۔اِس سلسلے میں مشہورمحقق وعالمِ دین،جہاں دیدہ اورسیاحِ عالَم حضرت اقدس مولانامفتی محمدتقی صاحب دامت برکاتہم کا یہ جامع اقتباس نقل کرنا کافی ہے:

وسطِ ایشیا کی جومسلم ریاستیں-جوسترسال سے زائدسوویت یونین کی محکوم رہیں اورسوویت یونین کے تارتار ہونے کے بعد-آزادہوئیں،وہ ازبکستان،تاجکستان، کرغیزستان،قزاقستان اورترکمانستان کے ناموں سے اب الگ الگ ملکوں کی حیثیت اختیارکرگئی ہیں۔یہ پوراعلاقہ کسی زمانے میں''ترکمانستان'' کہلاتا تھا،اورعلم وفضل کا بہت بڑامرکز تھا،جہاں سے تاریخِ اسلام کی وہ جگمگاتی ہوئی شخصیات پیدا ہوئیں جن کےعلم سےآج پوراعالَمِ اسلام فیض یاب ہورہا ہے۔

سوویت یونین کے عہدِ اقتدار میں اِن ریاستوں کے علما و صُلحا پر جو قیامت گذری ہے، اُن کے مفصل حالات شاید کبھی منظرِ عام پر نہ آسکیں، ستر سال تک اِن ریاستوں کا رابطہ نہ صرف عالمِ اسلام؛ بلکہ ساری دنیا سے اِس طرح کٹا رہا ہے، کہ نہ باہر کا کوئی شخص وہاں آسانی سے پہنچ سکتا تھا، اور نہ وہاں کے لوگ باہر آسکتے تھے؛ بلکہ خط وکتابت کے ذریعے بھی اُن سے رابطہ نہیں ہوسکتا تھا، اُن ریاستوں کی آزادی کے بعد اب راستے کھلے ہیں، اور وہاں آمد ورفت ممکن ہوئی ہے۔

ان ریاستوں میں سے ''ازبکستان'' وہ ریاست ہے جہاں مسلمانوں کی علمی تاریخ کے سب سے بڑے مراکز: ''بخارا، سمرقند، ترمذ، فرغانہ اور تاشقند'' واقع ہیں۔

(ماخوذ: از سفر در سفر، سفر نامہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ص: ۲۷۲)

شاید حضرت اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم خاص اس ملک یعنی ازبکستان کا سفر اب تک نہیں کرسکے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا ازبکستان کا کوئی سفر نامہ باوجود تلاش کے نہ مل سکا؛ البتہ حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحب نقشبندیؒ نے اس ملک کا سفر ۱۹۹۲ء میں کیا ہے، جس کا تفصیلی تذکرہ ان کے سفر نامہ ''لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند'' میں درج ہے، جو نہایت دل چسپ بھی ہے اور ایمان افروز بھی۔

نوٹ: حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کا بعد میں ۱۴/ اپریل ۲۰۱۹ء میں اس علاقے کا سفر ہوا، جس سفر میں برطانیہ کے محقق عالمِ دین، فقیہ: حضرت شیخ شبیر صاحب بھی تھے، اور اُن کے لائق بیٹے، برادر مکرم: مفتی یوسف صاحب بھی تھے۔ اِس سفر کی کارگزاری مفتی یوسف صاحب نے انگریزی زبان میں لکھی، جس پر حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم نے نظر ثانی بھی فرمائی؛ لیکن اب تک اردو میں اس کی اشاعت نہ ہوسکی۔

ازبکستان کے اطراف کا تعارف

''ازبکستان'' میں مسلمان بہت کثیر تعداد میں ہیں، ۹۵ رفی صد مسلمان ہیں۔ یہ لوگ اصلاً ترک ہیں، ''ترک'' ایک قوم کا نام ہے، صرف ترکیوں کو ترک نہیں کہتے۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد میں سے ہیں۔ (از: سفر نامہ، ص: ۹۴)

مولانا ذوالفقار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے ازبکستان کے اطراف کے بارے میں چند مفید باتیں عرض کر دیتا ہوں، حضرت مولانا نے اس علاقے کا تذکرہ اِن الفاظ میں کیا ہے:

''فقیر کو مہمان حضرات کے ذریعے وسطِ ایشیا کے بارے میں درجِ ذیل معلومات حاصل ہوئیں: وسطِ ایشیا کی سرحدیں شمال میں روسی سائبیر یا (Rusi Siberia) کے یخ بستہ میدانوں کو چھوتی ہیں، اور جنوب میں افغانستان و ایران سے ملتی ہیں۔ یہ وسیع وعریض علاقہ ایک طرف چین کی سرحد سے ملتا ہے، تو دوسری طرف کیسپئین کے ساحل تک جا پہنچتا ہے۔ افغانستان اور وسط ایشیا کے درمیان میں دریائے جَیحُون ملتا ہے، اس لیے ہندو پاک کے لوگ اِس علاقے کو ''دریا پار'' اور عربی زبان میں ''ما وَرَاءُ النَّہْر'' کا علاقہ کہتے ہیں۔

یہ علاقہ سیر، کارا، زرافشاں اور آمو دریاؤں کی سرسبز اور زرخیز زمین پر مشتمل ہے، جس کے بطن میں سونے، چاندی، یورینیم گیس اور تیل کے وافر ذخائر ہیں، اس کے میدانوں میں کپاس اُگتی ہے، اور سڑکوں کے دونوں جانب کے باغات پھلوں سے لدے رہتے ہیں، اس کے ایک طرف پامیر کے برف پوش پہاڑ ہیں تو دوسری طرف

ترکمانستان کے وسیع وعریض ریگستان بھی ہیں۔

ماضی میں وسطِ ایشیا کی اس سرزمین میں چوں کہ شاہراہِ ریشم گذرتی تھی؛ لہٰذا یہ علاقہ زبردست فوجی اور اقتصادی اہمیت کا حامل رہا ہے، اِسی وجہ سے وقت کے طالع آزماؤں اورتوسیع پسندوں کی یلغار کا مرکز بھی یہی جگہ رہی ہے۔

تین سو سال قبلِ مسیح میں یہ زمین سکندرِ اعظم کے تابع رہی ہے، پھر ساتویں اور آٹھویں صدی میں عربوں کے ذریعے یہاں اسلام کی بہار آئی، (دورِ خلافتِ راشدہ میں اِس علاقے میں اسلام آچکا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ علاقے فتح ہوئے تھے۔محمود) تیرھویں صدی میں منگولیا سے چنگیز خان کی سفّاکی کا طوفان اٹھا، اور اُس نے اِس علاقے کی زندگی وتہذیب پر گہرے نقوش چھوڑے۔قضاوقدر کے فیصلے ہیں کہ انیسویں صدی کے شروع میں اِس قدر دینی تہذیب وتمدن رکھنے والی جگہ ایک مرتبہ پھر زارِ روس کی جارحیت کے نتیجے میں کفر کے ہاتھوں میں چلی گئی، ستر سال تک یہاں کمیونسٹ کے سرخ انقلاب کا دوردورہ رہا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۹۱ء کے اخیر میں اِن لوگوں کو آزادی کی نعمت عطا کی، اور کمیونزم کا سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔

فقیر کے لیے یہ معلومات دل چسپ ہی نہیں؛ بلکہ عبرت کا باعث بھی تھیں، قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں بہرے کانوں اور بند آنکھوں کو کھولنے کے لیے ”کبریتِ احمر“ کا درجہ رکھتی ہیں۔ (لاہور سے تا خاکِ بخارا وسمرقند، ص:۲۰)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

بخارا کی فتح کے لیے جب قُتَیبہ بن مسلم دریائے جیحون پر پہنچے، تو کفار نے تمام کشتیاں اپنے قبضے میں کرلیں؛ تاکہ دریا عبور نہ کرسکیں۔ اِن بزرگوں کی پوری زندگی کا

وظیفہ یہی تھا کہ اپنی مقدور بھر مادی اسباب جمع کرتے اور استعمال کرتے، اور جہاں مادی اسباب جواب دے دیں تو پھر براہِ راست مسبِّبُ الاسباب کی بارگاہ میں دعا اور اس کی طرف توجہ اِن کا آخری اور کامیاب حربہ تھا، قتیبہ بن مسلم نے یہ حال دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا ان الفاظ کے ساتھ کی:

اللّٰهُمَّ إنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّيْ مَا خَرجْتُ إِلَّا لِلْجِهَادِ فِي سَبِيلِكَ وَلِإعزَازِ دِينِكَ وَلِوَجْهِكَ، فَلَا تُغرِقْنِي فِي هٰذَا البَحْرِ، وإنْ خَرجْتُ لِغَيرِ هٰذَا فَاغرِقْنِي فِي هٰذَا البَحرِ.

یہ دعا کر کے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا، اور پورا لشکر پیادہ وسوار دریا میں اتر گیا، اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک سپاہی کو ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچا، سب صحیح سالم ایسے دریا کو عبور کر گئے جیسے خشک زمین۔ (از: سفر نامہ، ص: ۲۵، بحوالہ: روح البیان ۳/ ۴۳۸، توبہ: ۱۴۱، از کشکول: ۲۷۸)

ازبکستان کا ذکر

ازبکستان کو وسطِ ایشیا کی جمہور ریاستوں میں مرکزی اہمیت حاصل ہے، اس کی آبادی دو کروڑ اور رقبہ ایک لاکھ ۵۸/ ہزار مربع میل ہے۔ ازبک لوگوں کا سلسلہ ''منگولوں'' کے اُن ''خانوں'' سے ملتا ہے جنھوں نے اُس وقت میں روس اور کیف تک بادشاہی کی، امیر تیمور نے اپنے دور میں تہذیب وثقافت کے وہ گہرے نقوش چھوڑے جس کی جھلک سات سو سال کے بعد اب بھی سمرقند، بخارا اور خیوا کی حسین وجمیل مساجد اور عالی شان مدارس کی عمارتوں میں نمایاں ہے۔

ازبک لوگوں کو نہ صرف اِس بات پر ناز ہے کہ یہ تیمور اور بابر کا وطن ہے؛ بلکہ اس بات پر بھی فخر ہے کہ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ جیسے علُما اور شیخ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مشائخ اور علی شیر نوائی جیسے شاعر، ابنِ سینا جیسے سائنس داں اور البیرونی اور فارابی جیسے فلاسفروں کی سرزمین ہے۔

(لاہور سے تا خاکِ بخارا وسمرقند: ۳۲)

لیکن آج جب یہ بندہ اِس ملک کا تذکرہ کر رہا ہے تو وہ حضرت مولانا ذوالفقار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سفرنامے میں کسی اضافے کا باعث نہیں ہوگا؛ البتہ اہلِ فکر ونظر کو مضطرب کرنے والا ضرور ہوگا۔

یوں تو مشہور سیاح ابنِ بطوطہ نے بھی ان علاقوں کا سفر کیا ہے، اِس وجہ سے یہ بہت پہلے سے تاریخ میں درج ہیں۔ پھر محدثین وفقہائے احناف رحمہم اللہ اِس سرزمین پر پیدا ہوئے ہیں؛ لہٰذا حدیث وفقہ کی کتابوں کے ضمن میں؛ بلکہ مقدمے میں اِس علاقے کے خوب تذکرے ہوتے ہیں۔

کمیونسٹ انقلاب کے بعد اِس علاقے سے اسلام اور اس کے نشانات مٹانے کے جو پیہم، منظّم اور مسلسل اقدامات ہوئے، ان کے نتیجے میں یہاں اب اسلام کا نام ونشان بھی نہیں ملنا چاہیے تھا؛ لیکن اسلام کی حفاظت مالکِ کائنات کرتے ہیں؛ لہٰذا اقبال مرحوم کا مشہور شعر:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن	پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کی عملی تفسیر دیکھنی ہو، تو اِن ریاستوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹانے کے لیے باطل خصوصاً کمیونسٹوں اور

یہودیوں نے کس طرح منظم اور پیہم کوششیں کیں، ان کو سن کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

کمیونسٹوں کے بارے میں

بخارا کے ہی ایک مفتی صاحب کی زبانی حالات درج کیے جاتے ہیں، جو انھوں نے حضرت مولانا ذوالفقار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر بیان فرمائے تھے، وہ حالات انھیں کی کتاب سے درج کیے جارہے ہیں۔

کمیونسٹوں کے حالات اتنے طویل ہیں کہ وہاں کے مفتی صاحب نے یہ شعر پڑھ کر حالات سنانے شروع کیے:

کہاں سے ابتدا کیجیے! بڑی مشکل ہے درویشو!
کہانی عمر بھر کی اور جلسہ رات بھر کا ہے

حالات کی تبدیلی کا اول مرحلہ

مفتی صاحب نے بتایا کہ:

سمرقند، بخارا شروع ہی سے علمی مراکز رہے ہیں، یہاں ہر طرف دینی ماحول تھا، لوگ عُلَما کی قدر کرتے تھے، روس کے یہودیوں نے چاہا کہ اسلام کے اِن مراکز کو تباہ کیا جائے، تو اِس کے لیے اُنھوں نے بڑی گہری سازش تیار کی، اپنے چند خاندانوں کو بھیس بدل کر تجارت کے بہانے بخارا منتقل کیا، یہ لوگ محنت کر کے تجارت کو چمکانے میں خوب کامیاب ہوئے، انھوں نے اپنے بچوں کو بخارا کے بڑے بڑے مدارس میں داخل کروایا، بچے چوں کہ بہت ذہین تھے اور خاندان میں سے چن کر انھیں اِس کام کے لیے مختص کیا گیا تھا؛ اس لیے وہ اپنی پڑھائی میں بہت تیز تھے، اپنے ہم جماعت

لڑکوں کو پیچھے چھوڑنے والے تھے، اساتذہ بھی ان کی عقل مندی کے مدّاح تھے؛ لہٰذا وہ ہمیشہ امتحانات میں پہلی پوزیشن حاصل کرتے، اور انھیں ہمیشہ دوسروں پر سبقت حاصل ہوتی۔ مدرسے میں یہ بچے دین کا علم حاصل کرتے، اور جب گھر آتے تو ماں باپ ان کے ذہن سے ہر چیز صاف کر دیتے، اور بتاتے کہ ہم تو یہودی ہیں؛ مگر تمھیں ایک خاص مقصد کے لیے دینِ اسلام کا علم سکھا رہے ہیں۔

یہ بچے دین کا علم حاصل کرتے رہے؛ مگر اس کے نور سے محروم رہے، چوں کہ ان کے دلوں میں شک بھر دیا گیا تھا، جب کئی سالوں کے بعد تعلیم مکمل ہوئی تو ان بچوں کی ذہانت واستعداد کی وجہ سے انھیں مدرسے کا استاذ بنا دیا گیا، یہ طلبہ میں بہت مقبول ہوئے اور اپنی عقل مندی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو گئے، وقت کے ساتھ ساتھ یہ خاموش سازش پروان چڑھتی رہی، حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ یہ یہودی علما، بخارا کے مفتی بن گئے۔

یہاں پر ''مفتی'' کی بات پر سب لوگ عمل کرتے تھے، اُنھوں نے کچھ عرصے تو اتنا اچھا کام کیا کہ لوگ عقیدت مند بن گئے، اس کے بعد آہستہ آہستہ انھوں نے ایسے فتوے دینے شروع کر دیے جو آپس میں علمی اختلاف کا سبب بنے۔ شروع شروع میں تو عُلما نے چشم پوشی کی؛ لیکن جب دیکھا کہ پانی سر سے اونچا جا رہا ہے، تو انھوں نے ان کے خلاف علمی جنگ شروع کر دی، عُلما کی جماعت جو سینکڑوں سال سے متحد تھی، اب اس میں دو دھڑے بن گئے، ہر وقت مناظرے اور بحث ومباحثے کی کیفیت رہتی، عوام الناس اِس سے بڑے تنگ ہوئے، حتیٰ کہ اُن کے دلوں سے عُلما کا احترام جاتا رہا اور انھوں نے عُلما سے ہٹ کر اپنی زندگی گزارنی شروع کر دی۔ معاشرے میں اتحاد

ویگانگت کی وجہ سے جو برکات تھیں، وہ ہٹ گئیں، اور سازش کا پہلا مرحلہ مکمل ہو گیا۔

(آج کل امت میں نت نئی بدعات ایجاد ہو رہی ہیں، اور اس کو خوب بڑھا چڑھا کر لوگوں میں عام کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، اسی طرح غیر ضروری نت نئے مسائل کھڑے کر کے جو فتنے کا ماحول بنایا جا رہا ہے، جس سے اصل ضروری مسائل سے اہلِ علم کی توجہ ہٹ جائے، اِن ناپاک سازشوں کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے، کہ مذکورہ بالا سازش کا ہمارے ملکوں میں بھی تجربہ ہو رہا ہے، اور اس کے کچھ شواہد بھی سامنے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے فتنوں سے امت کی حفاظت فرمائے، آمین۔)

حالات میں تبدیلی کا دوسرا مرحلہ

ایسے حالات میں زارِ روس نے مسلمان ممالک پر قبضہ جمانے کی پالیسی پر عمل در آمد شروع کیا، یہ سازش کا دوسرا مرحلہ تھا۔

اِس کا طریقۂ کار یہ اپنایا گیا کہ تمام مسلمان ممالک سے دوستی کی گئی، چند سال بڑے اچھے تعلقات رکھنے کے بعد مسلم ممالک کو تجویز پیش کی گئی کہ ہم آپ کے ملک میں سائنسی ترقی لانا چاہتے ہیں، آپ کے ملک میں ریلوے لائنیں بچھائیں گے، صنعتیں لگائیں گے، مال و دولت کی فراوانی ہوگی، مسلم ممالک کے حُکّام کو یہ پیش کش بہت اچھی لگی، علُما نے منع بھی کیا؛ مگر کسی نے ایک نہ سنی، علُما کا احترام پہلے ہی دلوں سے نکل چکا تھا، نقّار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے؟

جب زارِ روس نے دیکھا کہ تمام ممالک کے اندر کے حالات مجھے اچھی طرح معلوم ہو گئے ہیں، تو اُس نے ہر ہر ملک کو یہ کہنا شروع کیا کہ: دیکھو! تمھارا ملک تو سونے

کی چڑیا ہے، معدنیات ہیں، تیل ہے، سونا ہے، اگر آپ دوسرے ممالک سے جدا ہوجائیں تو آپ کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوجائے گی، اگر اسی حالت میں وسائل ظاہر کردیے گئے تو دوسرے ممالک بھی آپ سے حصہ مانگیں گے۔

یہ سازش اتنی کامیاب ہوئی کہ مسلم ممالک خود ہی ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے، جب اختلافات بڑھ گئے اور چند سال میں سب ممالک ایک دوسرے سے جدا ہوگئے تو زارِ روس نے ان میں سے سب سے کمزور کے ساتھ جان بوجھ کر ایک جھگڑا کھڑا کرلیا۔ دوسرے ممالک کو یہ یقین دہانی کرائی کہ تمھارا اور ہمارا تعلق تو نہ ٹوٹنے والا ہے؛ مگر فلاں کو ہم مزہ چکھانا چاہتے ہیں؛ لہٰذا ایک ملک پر قبضہ کرلیا، دوسرے سے دوستی کی پینگیں بڑھتی رہیں۔ مسلم ممالک کے حکمران اِس دھوکے کو سمجھ نہ سکے اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک ایک ملک پر قبضہ کرتے کرتے وہ وقت بھی آیا جب روسیوں نے تمام ممالک کو اپنی تحویل میں لے لیا۔

تبدیلی کا تیسرا مرحلہ: علُما پر سختیوں کی انتہا

مفتی صاحب نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ:

تیسرا مرحلہ یہ تھا کہ انقلاب آنے کے بعد کمیونسٹوں نے سب سے پہلا نشانہ علُما کو بنایا، ان کو چن چن کر قتل کردیا گیا، پھانسی پہ لٹکا دیا گیا، علُما کا اتنا قتل ہوا کہ ان کی لاشوں کا انبار لگا کر کرینوں کے ذریعے اس پر مٹی ڈال دی گئی، وہ اجتماعی قبریں آج بھی کئی جگہوں پر موجود ہیں۔

بعض علُما کو جہاز میں لے جا کر سائبریا کے برفانی سمندروں میں چھوڑ دیا گیا،

ان میں سے اکثر سردی کی وجہ سے ٹھٹھر کر مر گئے، چند ایک جو بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے، انھوں نے بتایا کہ وہ سردی سے بچنے کے لیے ہر وقت حرکت کرتے رہتے، جب بھوک ستاتی تو برف توڑ کر نیچے پانی میں ہاتھ ڈال کر مچھلی پکڑتے اور زندہ مچھلی کو کھا لیتے، دن رات کسی بھی وقت وہ سو نہیں سکتے تھے، ذرا نیند غالب آتی اور بدن پُرسکون ہونے لگتا تو سردی کی وجہ سے اعضا شل ہونے لگتے، چاروناچار پھر اپنے بدن کو حرکت دیتے رہتے، جدھر اندازہ ہوتا کہ اُدھر جانا چاہیے اُس طرف کو چلتے رہتے، یوں دن رات گزرتے رہتے، اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ سائبیریا کے برف سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

بعض اوقات عُلما کو اکٹھا کر کے دو ٹرینوں میں بٹھایا اور دونوں کو مختلف اسٹیشنوں سے چلایا، اور پھر ویرانے میں تیز رفتار ٹرینوں کو ٹکرا دیا، اکثر مر جاتے اور کچھ لوگ معذور ہو جاتے، پھر بہتان بھی عُلما پر لگایا جاتا کہ انھوں نے تخریب کاری کی، اور اس بہانے اُن پر اَور زیادہ سختی اور زیادتی کی جاتی؛ غرض کمیونسٹوں نے عُلما کا نام ونشان مٹانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

سمرقند کے نزدیک ایک عالم ابھی زندہ ہیں، جو روسیوں کے مظالم کی داستانیں سناتے ہیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، انھوں نے بتایا کہ:

ایک برتن میں ان کا ہاتھ منہ دُھلایا جاتا، پھر ان کے سامنے پانی پھینک دیا جاتا، اور اسی برتن میں کھانا ڈال کر کھانے کے لیے دیا جاتا؛ تاکہ ان کی طبیعت میں کراہت ہو اور کھانا بھی نہ کھائیں۔ رہنے کے لیے چھوٹی سی جگہ دی جاتی؛ تاکہ نہ بیٹھ سکیں، نہ لیٹ سکیں، نہ پاؤں پھیلا سکیں۔ سخت سردی کے موسم میں ٹھنڈا پانی ان کے جسم پر ڈالا جاتا، کبھی ساری ساری رات ٹھنڈے پانی میں بٹھا دیا جاتا؛ تاکہ سو نہ سکیں۔

ظالموں نے اِس قدر ظلم کیے کہ علما نے ان سے درخواست کی کہ: ہمیں پھانسی دے دو، یہ بات سن کر ظالم مسکرائے اور ماسکو والوں کو خوش خبری سنائی کہ ہم نے ان علما کو اتنا تنگ کیا کہ موت انھیں اچھی لگنے لگی ہے، آفریں ہے اُن علمائے کرام پر! جنھوں نے یہ ساری سختیاں برداشت کیں؛ مگر کفر کو قبول نہ کیا۔

چند عجیب باتیں بھی سنیں کہ: سمرقند کے قریب ایک غار ملا ہے، جس میں ایک نیک آدمی اِس حالت میں شہید پایا گیا کہ وہ التحیات پڑھ رہا تھا، گولی اس کے سینے میں لگی اور پشت سے نکل گئی، اسی حالت میں جان نکل گئی، اس کے ریش کے بال گر گئے؛ مگر بقیہ جسم سو سال کے بعد بھی سلامت ملا۔

ایک پہاڑ پر ایک غار میں کچھ پاک دامن و پاک باز عورتوں کی لاشیں ملیں، دروازے کے قریب ایک صاحب پہرہ دینے کی حالت میں قتل کر دیے گئے تھے، آج بھی کوئی آدمی اس غار میں جانے کے لیے اوپر چڑھے تو اُسے چھوٹے چھوٹے پتھر اس طرح سے آلگتے ہیں جیسے کسی نے نشانہ مارا ہو، جتنا اوپر چڑھتے جائیں پتھروں کی بارش تیز ہو جاتی ہے؛ اسی لیے اب کوئی آدمی اس پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔

سرخ انقلاب میں ہزاروں علما کو صرف اس لیے شہید کیا گیا کہ یہ خدا کے ماننے والے ہیں:

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ترجمہ: خاک وخون میں تڑپنے کی کیسی اچھی رسم کی بنیاد ڈال گئے، ان عاشقانِ پاک فطرت پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ہوں۔

چوتھا مرحلہ: دین مٹاؤ تحریک

عُلما کے وجود کو اپنے زعم میں ختم کرنے کے بعد چوتھا مرحلہ یہ تھا کہ، اسلام کو لوگوں کی زندگیوں سے ختم کر دیا جائے، اِس کے لیے اُنھوں نے نہ صرف قرآنِ کریم اور اس کی تعلیم پر پابندی لگائی؛ بلکہ قانون بنایا کہ عربی اور اردو رسم الخط میں لکھی ہوئی کوئی عبارت یا کتاب کا صفحہ کسی گھر سے نکل آیا، تو اس کے گھر کے سب لوگوں کو پھانسی کی سزا دے دی جائے گی، لوگ اپنی جان کے خوف سے دینی تعلیم سے بالکل محروم ہو گئے، ازبک اور تاجک زبان کے حروف ابجد عربی سے ملتے تھے، انھوں نے اس کو بھی بدل ڈالا اور روسی زبان کو مسلط کر دیا؛ تاکہ ان کی آنے والی نسلیں دینی علم سے محروم ہو جائے۔

عورتوں کو سر پر کپڑا لینے سے روکا جاتا، اسکول و کالج جانے والی بچیاں اگر سر پر کوئی کپڑا لیتیں تو پولیس والے ان کو بازار میں کھڑا کرتے اور سر سے کپڑا اُتار لیتے، پھر اگر ان کے بال لمبے دیکھتے تو قینچی سے بال کاٹ دیتے۔

لوگوں کو یہ تعلیم دی جاتی کہ مذہب افیون کے نشے کے مانند ہے، خدا نے انسان کو پیدا نہیں کیا؛ بلکہ انسان نے خدا کے تصور کو پیدا کیا ہے، ساتھ ہی یہ بھی تعلیم دیتے کہ انسان کی کچھ ضروریات ہیں جن کو پورا کرنے میں اسے شرم محسوس نہیں کرنا چاہیے، مثلاً: جہاں بھوک لگے، وہاں کھانے میں کیا شرم! جہاں پیاس لگے، وہاں پینے میں کیا شرم! جہاں نیند آئے، وہاں سونے میں کیا شرم! جہاں شہوت محسوس ہو، وہاں کسی قریبی لڑکی سے جماع کرنے میں کیا شرم!۔

موسیقی کو اِس طرح عام کیا گیا کہ ہر گھر کے اندر ریڈیو کا ایک رسیور لگوانا اور اسے

ہر وقت چالو رکھنا ضروری تھا، حتیٰ کہ چند ایک مساجد میں جو دکھانے کے لیے باقی رکھی گئی تھیں، ان کے محراب میں بھی یہ اسپیکر لگوایا گیا، اس اسپیکر میں ہر وقت دہریت کی تعلیم دی جاتی یا پھر موسیقی سنائی جاتی، ہر مرد و عورت کو نہ چاہتے ہوئے بھی موسیقی سننا پڑتی، لہٰذا اُن میں عیاشی کا رجحان بڑھتا رہا۔

شراب کو اتنا عام کیا گیا کہ ''سیون اپ'' کی بوتل چار روبل کی اور شراب کی بوتل دو روبل کی ملتی، عام لوگ مجبوری کی وجہ سے سیون اپ کے بجائے شراب پیتے، شراب اِس لیے عام کی گئی تا کہ شرم و حیا معاشرے سے ختم ہو جائے، لوگوں کے ذہن سے دین کا نام و نشان ختم ہو جائے۔ (''روبل'' روسی کرنسی کا نام ہے، آج کل ازبکستان میں ''سومو'' کرنسی ہے۔) سوّر کے گوشت کو عام کر دیا گیا؛ تا کہ حرام گوشت کھانے سے بے حیائی پیدا ہو، چناں چہ خنزیر کا بُھنا ہوا گوشت اتنا سستا کہ لوگ کباب (شش لک) کھانے کے عادی بن گئے، عام آدمی جو پکا ہوا سالن نہیں خرید سکتا تھا، وہ سیخ کباب وغیرہ لے کر روٹی سے کھالیتا اور یوں اس کے جسم میں حرام سرایت کر جاتا۔

نام و نشان نہ رہے، ایک زبردست گندی سازش

جب کمیونسٹوں نے لوگوں کی زندگیوں سے دین کو مٹا دیا، تو انھیں خطرہ ہوا کہ کچھ لوگ چوری چھپے دین پر عمل نہ کرتے ہوں، اس کے لیے انھوں نے انقلاب کے تین سال بعد ایک مرتبہ اعلان کیا کہ: ہم عبادت کرنے والوں پر نرمی کرتے ہیں، ہر بندہ اپنی مرضی کے مطابق عبادت کرے، مسلمان اِس اعلان پر بہت خوش ہوئے، آہستہ آہستہ لوگوں نے گھروں میں نماز پڑھنی شروع کر دی۔

خفیہ ایجنسیاں ان کی رپورٹ بناتی رہیں، تین سال تک فہرستیں بنتی رہیں، پھر اچانک ایک دن ان تمام لوگوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا جو دین کا نام لیتے تھے، اِس آپریشن کے بعد کمیونسٹ لوگ بہت خوش ہوئے کہ اب ہم نے دین کا نام ونشان مٹا دیا۔

نوٹ: موجودہ پُرتگال کا ایک علاقہ سابقہ خلافتِ اسلامیہ اندلس کا ایک حصہ تھا، سقوطِ اندلس کے موقع پر عیسائیوں نے اس علاقے میں چھپے ہوئے مسلمانوں کی شناخت کے لیے اسی طرح کی ایک بھیانک سازش کی تھی، جس کو ان شاءاللہ پرتگال کے سفر نامے میں ذکر کروں گا۔ (محمود)

دنیا کے دوسرے لوگوں سے رابطہ ہی کاٹ دیا

کمیونسٹ حکمرانوں نے اپنا نظام ٹھونسنے کے لیے عوام الناس کا بیرونی دنیا سے بالکل رابطہ کاٹ دیا، اول تو باہر کا سفر کرنے کے لیے پاسپورٹ ہی نہیں ملتا تھا، اگر کوئی لے لیتا تو اس کے پیچھے خفیہ ایجنسیاں لگ جاتیں، ہر آدمی پر خوف مسلط رہتا، میاں بیوی ایک دوسرے کی مخبری کرتے، حتیٰ کہ سگے بھائی بہنوں کو ایک دوسرے پر اعتماد نہ رہا، یوں ایک گھر میں رہنے والوں کا بھی ایک دوسرے سے پتہ کاٹ دیا گیا۔

اِن تمام اذیت ناک باتوں کو سننے کے بعد فقیر (مولانا ذوالفقار صاحب نقشبندی) نے مفتی صاحب سے سوال کیا کہ: آپ یہ بتائیں کہ: پھر ستر سال کے بعد بھی دین کے آثار کیسے بچے؟ مفتی صاحب نے ٹھنڈی سانس لے کر بتایا:

دیوانوں کی روئیداد، اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت فرمائی

کمیونسٹ لوگوں کی حکومت عوام کے جسموں پر تھی، عوام کے دلوں پر نہیں تھی، جو

لوگ دل میں ایمان کا نور رکھتے تھے، انھوں نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا اور ﴿قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ﴾ (ان کا دل ایمان پر مطمئن رہا) والا درجہ پایا گیا۔ روسیوں نے ان کا سراغ لگانے کی ہر ممکن کوشش کی، بعض پکڑے گئے، اور بعض تک ان کی رسائی نہ ہوسکی۔ مثلاً: میرے والد صاحب بہت بڑے عالم تھے، انقلاب آتے ہی انھوں نے اپنی وضع قطع ایسی بنالی جیسے انھیں ''الف، ب'' بھی نہیں آتی، وہ سارا دن ٹریکٹر پر سوار ہوکر سرکاری زمین میں ہل چلاتے رہتے، سولہ سے اٹھارہ گھنٹے تک کام کرتے، حتیٰ کہ سب لوگ ان کو ''ٹریکٹر کا عاشق'' سمجھتے؛ مگر ان کا حال یہ تھا کہ رات بارہ بجے جب کھیت سے فارغ ہوکر گھر آتے تو مجھے اُس وقت بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے۔

میں چھوٹا بچہ تھا، اُس وقت میرے والد صاحب گھر میں میری والدہ سے فرماتے کہ: چائے بناؤ، پھر مجھے دسترخوان پر بٹھاتے اور اتنی دیر کمرے میں چھپ کر نماز پڑھ لیتے۔ کبھی کبھی باہر پولیس والے آتے اور مجھے مٹھائی دیتے اور پوچھتے کہ: تیرا باپ گھر میں نماز پڑھتا ہے؟ میں کہتا کہ: نہیں؛ اس لیے کہ مَیں تو چائے کے دسترخوان سے اٹھ کر جاتا تھا، بعض بچوں سے پولیس والے پوچھتے کہ: بتاؤ! تمھارے والدین نے تمھیں عربی کا کوئی فقرہ یاد کروایا ہے یا نہیں؟ اگر وہ ''ہاں'' کر دیتا تو اس کے باپ کو پھانسی دے دیتے۔ اگر کسی بچے کو ''بسم اللہ'' کا لفظ یاد ہوتو اس کے والد کو جیل میں بھیج دیا جاتا، جو بچے اسکول جاتے ان کے ٹیچروں کی ذمے داری ہوتی کہ اگر کسی بچہ کو عربی الفاظ آتے ہوں تو KGB جاسوس ایجنسی کو رپورٹ کریں۔

عُلما اِس قدر زیرِ زمین رہ کر کام کرتے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوسکے، مختلف مکانات میں اور حجروں میں خفیہ تعلیم دینے کا سلسلہ چلتا رہتا۔

ہم بعض اوقات ایک بڑا ہال بناتے اور اس میں ضروریات کی ہر چیز مہیا کرتے، پھر اس کے گرد دوسرے کمرے بناتے اور اس ہال کمرے کو اتنا ساؤنڈ پروف بناتے کہ آواز باہر نہ جاسکے، ایک کمرے سے اس ہال کمرے کا دروازہ ہوتا تو اس کے دروازے کو لکڑی اور کیلوں کے ذریعہ مضبوط بند کردیتے، آگے الماریاں رکھ دیتے، پھر اس کمرے میں شراب کی بوتلیں اور چند ننگی تصویریں رکھ دیتے، پولیس والے جب گھر کی تلاشی لیتے تو شراب والے کمرے کو دیکھ کر سمجھتے کہ یہ کمیونسٹ لوگ ہیں، ان کا دین سے کیا واسطہ؟ وہ خوش ہوکر چلے جاتے، انھیں کیا پتہ کہ جہاں وہ کھڑے ہوتے تھے، وہاں سے چند میٹر فاصلے پر بچے اپنی معصوم زبانوں سے اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑھ رہے ہوتے تھے۔ ہم استاذ اور بچوں کو بعض اوقات چھ مہینوں کے بعد باہر نکالتے، بعض بچے اندر جاتے وقت قرآن کا لفظ نہیں جانتے تھے؛ لیکن جب باہر نکلتے تو پورا قرآن پڑھنا سیکھ چکے ہوتے تھے، مسلمان عورتوں کی بڑی قربانی ہوتی کہ وہ اپنے بیٹے کو جب ہال میں بھیج دیتیں تو خود گھر کے صحن میں ہوتی، مگر چھ مہینے تک اپنے بچے کی شکل نہیں دیکھ سکتی تھیں، ہمارے لوگ فرزانے ہوتے تو دین سے خالی ہو جاتے؛ مگر ہمارے لوگ تو دیوانے تھے؛ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کا دین سلامت رکھا:

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے		تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

(لاہور سے تا خاکِ بخارا وسمرقند: ۸۰)

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ: حضرت مولانا ذوالفقار صاحب کا سفر ۱۹۹۲ء میں ہوا تھا، اور جب ہم اِس ملک کا سفر کر رہے ہیں یہ ۲۰۱۳ء ہے، گویا درمیان میں تقریباً بائیس سال کا وقفہ ہے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ روسیوں کے تسلط سے یہ ملک دیگر وسطِ ایشیائی ریاستوں کی طرح ۱۹۹۱ء میں اِس حال میں آزاد ہوا کہ، آزادی کے لیے نہ ہی کوئی تحریک چلی اور نہ ہی جلسے جلوس ہوئے، نہ کوئی خون خرابا اور قتل وقتال یا ہنگامہ آرائی؛ بلکہ یہ ریاستیں اُس وقت کی مضبوط اور خطرناک سپر پاور طاقت ''سوویت یونین'' روس کے ٹوٹ کر بکھر جانے کے نتیجے میں وجود میں آئیں۔

آزادی: اللہ تعالیٰ کا فضل

ہمارے سفر کے ازبک ناظم: بھائی عبدالرحمٰن نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ایک عجیب بات بتلائی کہ: ہمارے اِن ملکوں کو جو آزادی نصیب ہوئی وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوئی ہے، آزادی کے لیے نہ جلوس (ریلیاں) نکالنے پڑے، نہ کوئی مسلّح جِد وجُہد کرنی پڑی، ۱۹۹۱ء میں ہمارا ملک اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آزاد ہوا۔

اِس بات کو انتہائی درد کے ساتھ بیان کیے بغیر رہا نہیں جا سکتا کہ، ۱۹۹۱ء میں روسی تسلُّط سے آزاد ہونے کے بعد سے لے کر اب تک بائیس سال کے عرصے میں سخت پابندیوں کی وجہ سے یہاں پر کوئی قابلِ ذکر علانیہ اسلام کے اثر ونفوذ اور اشاعت وحفاظتِ دین کا کام نظروں میں نہیں آتا، جو کچھ ہے وہ اسلام کے عاشقوں اور دینِ متین کی محبت میں سرشار قلوب کی اسلام سے وابستگی کی وجہ سے ہے۔

صدیوں سے اہلِ ایمان کے دلوں میں اسلام کی جو محبت رچی بسی اور رگوں میں پیوست ہے، اس نے یہاں پر اسلام اور ایمان سے محبت اور تعلق کو باقی رکھا ہوا ہے، اور اِس کا اظہار ان لوگوں کے یہاں موجود ''رحمت'' و ''سلامت'' کے محبت بھرے الفاظ

سے ہوتا ہے؛ ورنہ اعمالِ اسلام، شعارِ اسلام، تعلیماتِ اسلامیہ، علومِ دینیہ، اسلامی تہذیب وتمدن حتیٰ کہ کلمۂ اسلام؛ بلکہ قرآنِ پاک اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ مبارک سے بھی بہت سارے حضرات واقف نہیں رہے تھے؛ چوں کہ دین کی تعلیم وتربیت کا اُن کے یہاں کوئی نظام موجود نہیں، نہ ہی اُس کے قائم کرنے کی اجازت ہے۔

رحمت اور سلامت کا مطلب

وہاں جب بھی لوگ ملتے ہیں تو سلام کرتے ہیں، اور ہاتھ سینے پر رکھ کر گویا اشارہ کرتے ہیں کہ: ہمارے سینے میں آپ کے لیے جگہ ہے۔ رحمت اور سلامت یہ دونوں الفاظ اِس ملک میں بڑے، چھوٹے، مرد، عورت؛ سب کی زبان پر ہوتے ہیں، گویا ایسا محسوس ہوا کہ یہ دونوں لفظ وہاں ایک مؤمن کے ایمانی تعارف کا شعار بنے ہوئے ہیں، اور ایسا بھی اندازہ ہوا کہ کسی کو مبارک باد دینے کے لیے، اسی طرح کسی کا استقبال کرنے کے لیے اِس طرح کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں، اور جب وہاں کے لوگ اِس طرح کے الفاظ بولتے ہیں تو بہت پیارا لگتا ہے، کہ ایک دوسرے کو رحمت اور سلامتی کی دعائیں دے رہے ہیں۔

روانگی سے قبل ممکنہ خطرات سے آگاہی

ازبکستان میں ہمارے سفر کے ناظم: بھائی عبدالرحمٰن تھے، جو نسلاً ازبکی ہیں، ہمارے بھائی ساجد دمن والے کا انٹرنیٹ کے ذریعے اُن سے رابطہ ہوا تھا، انھوں نے ہمیں بتلایا تھا کہ آپ سب حضرات اپنے ساتھ کوئی مذہبی کتاب نہ لائیں، یہاں بہت سختی ہوتی ہے، کتابوں کو کوڑے دان میں ڈال دیتے ہیں، اور آپ حضرات تبلیغی جماعت میں آئے

ہوئے ہیں یا دینی سلسلے میں آئے ہوئے ہیں، ایسی کوئی بات بھی ایئرپورٹ پر نہ کریں؛ ورنہ آپ لوگوں کی تفتیش اور جانچ پڑتال بہت زیادہ ہوجائے گی۔ اِس تاکید کی وجہ سے ہمارے ذہن پر ایک قسم کے خوف اور ڈر کی کیفیت تھی، کہ پتہ نہیں کہ کیسا ماحول ہوگا؟

حالاں کہ ہم سن رہے تھے کہ ننانوے فی صد مسلم آبادی والا ملک ہے، آگے برطانیہ کا دینی سفر بھی تھا، اور وہاں کے حضرات کے لیے دینی کتابوں کے سیٹ لے جانے تھے، وہ بھی ساتھ نہ لے سکے، اور اس کو ہندوستان ہی سے دوسروں کے ذریعے سیدھا برطانیہ بھیج دینا پڑا۔ ویسے ایئرپورٹ پر جب سوال وجواب ہوئے اور ان کو بتایا گیا کہ: ہمارے سفر کا ایک مقصد زیارت بھی ہے، تو اِس سے اعلیٰ افسران خوش ہوئے اور ہوائی اڈے کی کارروائی میں قدرے سہولت ہوئی۔

عبرت انگیز واقعہ

جب ہم دہلی ایئرپورٹ سے ہوائی جہاز میں بیٹھے، اور Run Way پر ہوائی جہاز پہنچا، تو ازبکستان کے دو مسلمان بھائی - جو اِس ہوائی جہاز میں ہمارے ساتھ سفر کر رہے تھے- کو مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جہاز کے روانہ ہوتے ہی دونوں نے ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنا شروع کردیں، چند لمحے دعا مانگنے کے بعد دعا کے اختتام پر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ جس سے اندازہ ہوا کہ سالہا سال تک کمیونسٹوں کے اسلام کو مٹانے کی کوششوں کے باوجود دینِ حق کی چنگاری مسلمانوں کے قلوب میں روشن ہے، گویا اقبال مرحوم کا مصرع حقیقتِ واقعہ بن کے سامنے آیا تھا: ع

آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا

ظاہری وضع قطع سے اسلامی شناخت تو دشوار تھی ؛لیکن دعا کا اہتمام بتلا رہا تھا کہ ماشاءاللہ! دینی فضا قائم ہے۔

ایک بوڑھی ازبکیہ کا جہاز میں نماز پڑھنا

فجر کا وقت قریب تھا، ایک بوڑھی ازبک عورت نے ہوائی جہاز میں بیٹھے بیٹھے سامنے کی سیٹ پر تیمم کیا، اور اسی حال میں اشارے سے نماز ادا کی ۔سبحان اللہ! یہ اسلام ہی کی قوت اور طاقت ہے کہ تقریباً پون صدی تک دشمنانِ اسلام کی مسلسل بے پناہ کوششوں کے باوجود وہ اِس عظیم مذہب کو مٹانے میں ناکام رہے۔ کس قدر جانی، مالی، عسکری قوت ان دشمنانِ اسلام نے اسلام وایمان کو مٹانے کے لیے صَرف کی، اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے قلوب سے جذبۂ ایمان کو نکال نہ سکے۔

ہوائی جہاز میں نماز

ہم لوگوں کی کوشش ہوائی جہاز میں بھی یہ رہتی ہے کہ نماز جماعت سے ادا ہوجائے، اور کم از کم قیام، قعود، رکوع اور سجدہ کی تکمیل کے ساتھ نماز ادا ہوجائے، اور اکثر ممالک کے طیّاروں میں اِس کی اجازت مل جاتی ہے۔ فللّٰہ الحمد!

یہاں بھی جہاز کے عملے سے درخواست کی گئی کہ: ’’ہم نماز پڑھنا چاہتے ہیں، نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں‘‘، انھوں نے قطعاً ممانعت کردی، جس کی وجہ سے پریشانی لاحق ہوگئی، ایک رفیقِ سفر نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی تو عملے کا جواب تھا: ’’جہاز کے کپتان کی طرف سے مکمل ممانعت ہے؛ اس لیے ہم اجازت دینے سے معذور ہیں‘‘۔

الغرض! ہوائی جہاز دو ملک پاکستان اور افغانستان پر سے گذرتے ہوئے ازبک کی سرحد میں داخل ہوا تو فجر کا وقت ختم ہونے کے قریب تھا۔

پھر ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ہمت کر کے دوبارہ درخواست کی، تو ہوائی جہاز کے اسٹاف نے خاموشی برتی، اس کو ہم نے اجازت پر محمول کر کے دو دو ساتھی کر کے نماز پڑھنا شروع کردی، اور الحمد للہ! ہماری فجر کی نماز ادا ہوگئی۔

سفر میں نماز کے برکات

ویسے بھی عام طور پر یہ دیکھا گیا کہ: جب بھی سفر کے دوران نماز کا وقت ہوا اور ہم نماز پڑھ لیتے ہیں، تو نماز کی برکت سے سفر میں شامل دوسرے مسافر حضرات اور ساتھ بیٹھنے والے اکرام کرنے لگ جاتے ہیں۔ اکثر یہ بات تجربے میں آئی کہ نماز پڑھنے سے قبل جس نظر سے لوگ ہم کو دیکھتے ہیں، نماز کے بعد لوگوں کی محبت اور اکرام میں اضافہ ہی ہوجاتا ہے، اور لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مذہب پر عمل کرنے والے حضرات ہیں۔

ہوائی جہاز میں نماز کے لیے اجازت کیسے لیں؟

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کے لیے آپ وہاں کے خدام سے ادب اور نرمی سے درخواست کیجیے، اور آپ ان کو بتلادیجیے کہ نماز پڑھنے میں ہم کو تین چار منٹ سے زیادہ وقت کی ضرورت نہیں ہے، بہت ہی مختصر وقت میں ہم نماز سے فارغ ہوجائیں گے، تو ان شاء اللہ! وہ خوشی خوشی اجازت دے دیں گے، اور ہم بھی اجازت طلب کرنے سے پہلے ہر طرح تیار ہوجائیں، اور کم سے کم وقت میں نماز سے فارغ ہونے کی فکر کریں۔ خاص کر جب مسافر حضرات کی خدمت کا وقت ہوتا ہے، مثلاً کھانا یا مشروبات پیش کر

رہے ہوں، ایسے وقت میں اجازت لینے میں احتیاط سے کام لیں، چوں کہ اُس وقت اجازت طلب کرنے میں وہ اپنی مفوَّضہ خدمات میں رکاوٹ سمجھتے ہیں، جو منع کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

نیز جب ہوائی جہاز اترنے والا ہو یا فضا میں ابھی اس کی پرواز شروع ہی ہوئی ہو، یا موسم کی خرابی کی وجہ سے بیلٹ باندھے رکھنے کے نشانات جاری ہوں، ایسے وقت بھی اجازت طلب کرنے سے احتیاط کرنا چاہیے۔ باقی کئی مرتبہ دیکھنے کو ملا کہ نماز کے لیے جب اجازت مانگی گئی تو وہ باقاعدہ دُھلی ہوئی، صاف ستھری چادر بھی دیتے ہیں، اور فرسٹ کلاس کی سیٹیں جہاں ہوتی ہیں، وہاں لے جا کر نماز کی جگہ فراہم کرتے ہیں۔

معذرت پیش کرتے ہیں

بعض مرتبہ ہوائی جہاز میں جو عملہ ہوتا ہے وہ کسی وجہ سے منع کرتا ہے، تو آپ اس کے منیجر سے پورے اطمینان کے ساتھ بات کیجیے، تو وہ خود بھی آپ کی مدد کریں گے۔

ایک مرتبہ عملے کی ایک خادمہ نے نماز کے لیے جگہ دینے سے انکار کر دیا، کچھ وقت گزر جانے کے بعد ان کے رئیس سے بات چیت کی، تو انھوں نے اپنے ماتحتوں کی طرف سے جو منع کیا گیا تھا اس پر معذرت پیش کی، اور پھر اس خاص خادمہ کو بلا کر اس کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی معذرت پیش کریں۔

ہوائی اڈے پر نماز کی جگہ

اب تو ماشاء اللہ! بہت سارے ہوائی اڈوں پر نماز کی جگہیں بنی ہوئی ہیں، اس پر Prayer room لکھا ہوا ہوتا ہے، اس میں ہر مذہب کے لوگوں کو عبادت کی

اجازت ہوتی ہے، مسلمانوں کے لیے بھی نماز کی گنجائش ہوتی ہے، وہاں جا کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں۔

سفر میں دینی وضع قطع

اسی طرح سفر میں دینی وضع قطع، لباس کا بھی اہتمام کیجیے، ہماری عزت دین میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ: اللہ نے ہم کو اسلام کے ذریعے عزت بخشی، اب اگر ہم اسلام چھوڑ کر کسی اَور چیز میں عزت تلاش کریں گے تو سوائے ذلّت کے کچھ نہیں ملے گا۔ سفر میں ہم اگر زبانی دعوت نہیں دے سکتے تو ہماری شکل وصورت اور لباس کے ذریعے بھی دعوت دے سکتے ہیں، ہماری اسلامی پہچان اور دین داری سفر و حضر سب جگہ ہونی چاہیے، بعض لوگ سفر میں لباس تبدیل کر دیتے ہیں، گویا اسلامی لباس کے ساتھ سفر کرنے میں عار، شرم محسوس کرتے ہیں، کہ لوگ کیا بات کریں گے، کیا سوچیں گے؟۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰهُ﴾ (الأحزاب:۳۷)

ترجمہ: اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ تم اس سے ڈرو۔

تاشقند ہوائی اڈے پر کارروائی

جب ہمارا جہاز تاشقند ہوائی اڈے پر پہنچا تو وہاں کارروائی بھی عجیب وغریب ہو رہی تھی، کئی کئی فارم پُر کروائے جا رہے تھے۔ اور یہ بھی ایک عجیب بات دیکھی کہ جو ممالک بڑے سمجھے جاتے ہیں اور طاقت میں مضبوط سمجھے جاتے ہیں، وہاں ہوائی

اڈے پر کارروائیوں کے کاغذات کم سے کم ہوتے ہیں، اور چھوٹے اور کمزور سمجھے جانے والے ممالک میں ہوائی اڈوں پر کاغذاتی کارروائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

سوموکرنسی

پھر سامان لادکر باہر لے جانے کے لیے ہوائی اڈے پر جوٹرولی ہوتی ہے، بعض ممالک میں مفت ہوتی ہے، اور بعض ممالک میں اس کے لیے بھی پیسے چکانے ہوتے ہیں۔ یہاں پر بھی کچھ ایسا ہی تھا کہ سامان کی ایک ٹرولی لینے کے لیے مقامی ۳۰؍ ہزار سومو (کرنسی) دینے پڑتے تھے، اتنی مقدار پڑھ کر ہم دنگ رہ گئے، اور ٹرولی کے بہ جائے ہاتھ سے سامان منتقل کرنے کا ارادہ کرلیا، اگر چہ بعد میں اِس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات سامنے آئی کہ: ایک امریکی ڈالر کے مقابلے میں وہاں مقامی تقریباً ۲۴۰۰؍سومو آتے ہیں۔ اِس سے یہ بھی سیکھنے کو ملا کہ جس ملک میں جائے، وہاں کی کچھ کرنسی بھی اپنے ساتھ رکھ لینی چاہیے، اور ہمارے ہندوستان کے ایک روپئے کے مقابلے میں وہاں کے ۳۹؍کرنسی مل رہی تھی، یہ بات جب سنی تو اس سے ایک خوشی یہ ہوئی کہ چلیے! ہمارا ہندوستانی روپیہ-کسی جگہ پر ہی سہی-بھی کچھ وزن رکھتا ہے۔

ہوٹل پر

پھر ہم وہاں سے باہر نکلے تو مقامی سفر کے لیے جس کمپنی سے ہمارا معاملہ ہوا تھا ان کا ایک نمائندہ ہم کو لینے کے لیے ایئر پورٹ پر آچکا تھا۔ ہم سب لوگ گاڑی میں سوار ہوئے اور ایک ہوٹل پر پہنچے، وہاں جاکر ناشتہ کیا، ناشتہ کرنے کے بعد کچھ دیر آرام کیا۔ آرام کے بعد یہ مشورہ ہوا کہ آج کن کن جگہوں کی زیارت کے لیے جانا ہے؟

یہ پہلا دن ہے، اتوار: ۳۰/شوال، مطابق: ۱۱/اگست۔

قارئین حضرات پانچ دنوں کی ترتیب سے سمجھتے جائیں تو سمجھنا آسان ہوگا؛ کیوں کہ سنیچر کی شام کو ہماری انڈیا سے روانگی ہوئی تھی اور اتوار: ۱۱/اگست کو علی الصباح ہم تاشقند پہنچے۔

شاش (تاشقند)

ایک بات پڑھ سن کر ہم کو حیرانی بھی ہوئی اور ایک نئی بات ہمارے علم میں آئی، کہ ہم جو آج تک اپنی کتابوں میں سنتے رہتے ہیں کہ: ’’شاش‘‘ صاحبِ اصول الشاشی شاش کے رہنے والے تھے، یہ ’’شاش‘‘ تاشقند ہی کا پرانا نام ہے، قدیم زمانے میں اس کو ’’شاش‘‘ کہتے تھے اور آج اس کو تاشقند کہا جاتا ہے، یہ ازبکستان کی راجدھانی ہے۔

یہاں بڑے بڑے علما پیدا ہوئے، جیسے: امام ابوعلی احمد بن محمد شاشی حنفی (متوفی: ۳۴۴ھ)، جو امام ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، اور شیخ قفال شاشی ابوبکر محمد بن علی شاشی (ولادت: ۲۹۱ھ وفات: ۳۶۵ھ) (از: سفرنامہ، ص: ۳۲)۔

جہاز میں ایک رسالہ تھا جس میں ازبکستان کے شہروں کا تعارف تھا، اس میں یہ بات پڑھنے میں آئی تھی۔ بہرحال! ہم وہاں پہنچے۔

بعض کتابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ: ’’شاش‘‘ بڑا ہے (جیسے: صوبہ، ضلع، تعلقہ) اور ’’تاشقند‘‘ اس کا ایک حصہ ہے، یا پہلے ایسا رہا ہو، جیسے: خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں ’’الشقائق النعمانية‘‘ کے مصنف لکھتے ہیں: ولد رحمه الله في بلدة طاشقند من ولاية شاش۔ (از: حاشیہ سفرنامہ، ص: ۳۲)

حضرت امام

ہمارے سفر کا نظام جس کمپنی کے ذریعے طے ہوا تھا اس کے ناظم بھائی عبدالرحمٰن ہیں، جو وہاں کے بڑے مال دار بھی ہیں، اور خاصی سیاسی دسترس بھی ان کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور ان کے توسط سے ہمارے بہت سارے کام آسان ہو گئے، انھوں نے کہا کہ: آج کی زیارت کے لیے ہم کو سب سے پہلے ''حضرت امام'' جانا ہے۔

سفر میں جانے سے پہلے حضرت مولانا ذوالفقار صاحب کی کتاب ''لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند'' پڑھی ہوئی تھی، اور Google کے ذریعے بھی ان تمام جگہوں کی کسی قدر معلومات ہم پہلے ہی حاصل کر چکے تھے؛ اس لیے کچھ کچھ معلومات اجمالی طور پر ہمارے ذہن میں موجود تھیں۔

مساجد و مدارس کی بے حرمتی

یہاں ایک بنیادی بات پھر مَیں آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ: ازبکستان ان پندرہ ملکوں میں سے ایک ملک ہے جن کو روس نے ظالمانہ اور جابرانہ طور پر قبضے میں لے لیا تھا، اور کمیونسٹوں کی حکومت وہاں سالہا سال تک رہی، تقریباً ۷۲ سال تک کمیونسٹوں نے ان ملکوں کو غلام بنائے رکھا۔

جب ان ملکوں میں کمیونزم آیا تو اس نے سب سے پہلے اسلام کو مٹانے کی زبردست محنت کی، اسی محنت کا ایک حصہ یہ تھا کہ اُنھوں نے اِن پندرہ ملکوں میں – جن میں ازبکستان بھی آتا ہے، تاجکستان بھی آتا ہے – وہاں کی مسجدوں کے ساتھ بہت بے حرمتی کا برتاؤ کیا۔ وہاں جا کر ہم لوگوں نے سنا کہ: یہاں کی مساجد میں روسیوں نے

گھوڑے اور گدھے باندھنا شروع کر دیے تھے، مساجد کو اصطبل بنا دیا، بہت سی مسجدوں کو انھوں نے ویئر ہاؤس (گودام) بنا دیا، بہت سی مسجدوں پر با قاعدہ منزلیں چڑھا دی گئیں، دوسرا فلور، تیسرا فلور بنا دیا؛ تا کہ مسجد کی شناخت و پہچان ہی باقی نہ رہے، اور بہت سی مساجد کو رہائش گاہوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

مدرسے سب کے سب بند کر دیے گئے، کچھ مدارس اسکولوں میں تبدیل کر دیے گئے، قرآنِ مجید کی تعلیم پر پابندی لگا دی گئی؛ غرض کہ جتنی اسلامی چیزیں ہو سکتی ہیں، کمیونسٹوں نے ان پر سختی کے ساتھ پابندی لگا دی تھی۔

احاطۂ حضرت امام

ہم نے ناظمِ سفر سے پوچھا کہ: ہم جو یہ حضرت امام جا رہے ہیں، اس کے متعلق کچھ مختصر بات ہمارے سامنے آجائے۔

انھوں نے کہا: حضرت امام کو Al Imam Complex بھی کہا جاتا ہے۔ اس ملک میں دستور یہ ہے کہ جہاں مسجد ہو اور ساتھ میں کسی بڑے بزرگ کی قبر بھی ہو، تو اس کو لوگ ''حضرت امام'' کہتے ہیں اور انگریزی میں ''Al Imam Complex'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا احاطہ ہے، تقریباً ہمارے جامعہ ڈابھیل کے احاطہ سے دو تین گنا بڑا وہ احاطہ تھا، اور اس احاطے میں چار الگ الگ عمارتیں تھیں:

ایک عمارت تھی جس میں ''حضرت قفال شاشی'' کا مزار تھا۔

دوسری عمارت میں ''بیوی خانم'' کی مسجد ہے۔

تیسری عمارت میں ''مدرسہ بارہ خان'' ہے۔

چوتھی عمارت میں ''مصحفِ عثمانی'' رکھا ہوا ہے۔

اب ان چاروں عمارتوں کی قدرے تفصیل آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

حضرت قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ

ہم سب سے پہلے حضرت قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار والی عمارت کے احاطے میں داخل ہوئے۔ حضرت قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ: ملکِ ازبکستان میں مذہبِ اسلام ان کی محنتوں سے عام ہوا ہے۔ ویسے تو پہلی صدی ہجری میں ہی اسلام اس ملک میں پہنچ چکا تھا، آگے جب حضرت قُثَم بن عباس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ آئے گا تو مَیں وہاں بتلاؤں گا کہ: حضرت قُثَم بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یہ دو بزرگ ہیں، جن کی برکت سے پہلی صدی ہجری میں اسلام اِس سرزمین میں پہنچا، بعد میں حضرت قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ کی محنت سے اسلام وسیع پیمانے پر پھیلا۔

کہتے ہیں کہ: ان کو اللہ تعالیٰ نے افہام وتفہیم کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا، اِس نعمت سے فائدہ اٹھا کر انھوں نے لوگوں کو اسلام کے قریب لانے کا کارنامہ انجام دیا۔

حسنِ اخلاق کی وجہ سے ایک مجوسی کا قبولِ اسلام

قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق وہاں ایک عجیب واقعہ سننے میں آیا کہ: جب وہ چودہ برس کے تھے تو اُس وقت پورے ازبکستان میں مجوسی مذہب عام تھا، ہر طرف مجوسی مذہب کا بول بالا تھا، ان کا ایک پڑوسی بھی مجوسی تھا، اُس کے باڑے میں انگور کی ایک

بیل تھی، اُس بیل کا کچھ حصہ حضرت قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ کے باڑے میں بھی آتا تھا، ایک مرتبہ اس بیل پر جو انگور لگے ہوئے تھے، اس میں سے چند انگور توڑ کر قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ نے کھا لیے، بعد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یہ احساس ہوا کہ میں نے پڑوسی کی اجازت کے بغیر یہ انگور کھائے ہیں، تو فوراً پڑوسی کے یہاں گئے اور ان سے معافی مانگی، اور معذرت چاہی اور کہا کہ: جو قیمت طے کریں گے میں وہ قیمت آپ کو دینے کے لیے تیار ہوں۔ وہ پڑوسی مجوسی تھا، اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور عام قیمت سے کئی گنا زیادہ بڑی قیمت حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مانگی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انگور کھانے کی یہ مہنگی قیمت چودہ سال کی عمر میں خوشی خوشی چکا دی۔

یہ دیکھ کر اُس مجوسی کی بیوی کہنے لگی کہ: دیکھو! ایک مسلمان چودہ سال کا لڑکا ہے، اس کا مذہب اس کو کہتا ہے کہ پڑوسی کے انگور بغیر اجازت کے کھا لیے تو اس کی قیمت ادا کرو، اور تم نے اس کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر انگور کی اتنی بڑی قیمت اس سے وصول کی، اور اس بچے نے خوشی خوشی انگور کی قیمت ادا بھی کر دی، اس سے پتہ چلتا ہے کہ یقیناً اس بچے کا مذہب صحیح ہے۔

اس واقعے نے اُس مجوسی کی بیوی کے دل پر بڑا گہرا اثر ڈالا، اور وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئی، اور اس کے ساتھ اس کا شوہر بھی اسلام میں داخل ہوا۔ پھر بعد میں حضرت قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے پورے ملک میں اسلام پھیلنا شروع ہوا۔

اس سے کتنا اچھا درس ہم کو حاصل ہوتا ہے، کہ دوسرے کی چیز بغیر اجازت استعمال نہ کریں۔ دیکھیے! صرف ایک مسلمان کے اخلاق ہزاروں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن گئے۔

ہم اُن کے مزار پر حاضر ہوئے، ایصالِ ثواب ودعائے مغفرت کی، اَور بھی بہت سارے وہاں کے عُلما اور مفتیان کے مزارات اُس احاطے میں موجود تھے، سبھی کے لیے ایصالِ ثواب کی سعادت حاصل ہوئی۔

طلبہ سے ملاقات

حضرت قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے باہر بہترین ہری ہری گھاس میں ہم ایک درخت کے سایے میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ دواز بک گورے چٹے نوجوان آ گئے، انھوں نے ہم کو بتلایا کہ: ہم یہاں کے مدرسے کے طالبِ علم ہیں۔

گفتگو کے بعد پتہ چلا کہ: وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے واقف تھے، اس میں سے ایک نوجوان نے بتلایا کہ: میرے ابا نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی نسبت سے ہی میرا نام ولی اللہ رکھا ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کو دیکھنے کی تڑپ

اُن دونوں میں سے ایک کو کچھ عربی آتی تھی، اُس سے بات ہوئی، اُس نوجوان نے مجھ سے پوچھا:

شیخ! میں یہ چاہتا ہوں کہ میں صحاحِ ستہ: بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف وغیرہ خریدوں، آپ پتہ بتلایئے کہ یہ کتابیں کہاں مل سکتی ہیں؟ میں نے پوچھا: بھائی! آپ کے ملک کے کتب خانوں میں یہ کتابیں نہیں ملتیں؟ اس نوجوان نے بہت افسوس کے ساتھ مجھ کو یہ بات بتلائی کہ، ہمارے ملک کے کتب خانوں میں ہمارے لیے صحاحِ ستہ خریدنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اس نے بتلایا کہ: یہاں ''مطبوعات''

کے نام سے آپ کو جا بہ جا دکانیں نظر آئیں گی، یہ ہمارے یہاں کے کتب خانے ہیں؛ لیکن وہاں پر ایک بھی اسلامی کتاب آپ کو نظر نہیں آئے گی، صحاحِ ستہ خریدنے اور دیکھنے کے لیے ہم ترستے ہیں۔ اور واقعتاً بعد میں ہم نے وہاں کے مختلف شہروں میں ''المطبوعات'' نامی بہت ساری دکانیں دیکھی، یہ سب بک اسٹال تھے؛ لیکن اس میں ایک بھی عربی اسلامی کتاب موجود نہیں تھی۔

جب ان نوجوانوں نے یہ بات کہی تو سن کر عجیب کیفیت طاری ہوگئی، رونا آ گیا، یا اللہ! جس سرزمین پر یہ اہم اہم کتابیں لکھی گئیں، جس سرزمین پر یہ کتابیں ترتیب دی گئیں، آج اُس سرزمین کے باشندے اِن کتابوں کو دیکھنے اور خریدنے کے لیے ترس رہے ہیں۔

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یہ نوجوان طلبہ پورے قافلے کی اسلامی وضع قطع دیکھ کر بہت متأثر تھے، اور خصوصاً حضرت دامت برکاتہم کا نورانی چہرہ دیکھ کر وہ لڑکے قریب آ کر بیٹھ گئے، علمی بات چیت کرنے لگے۔ اُس میں سے ایک نوجوان نے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم سے درخواست کی کہ: حضرت! میرے اور میرے ساتھی کے لیے علم وعمل کی دعا کر دیجیے۔ حضرت دامت برکاتہم نے اس درخت کے نیچے بیٹھے بیٹھے اُن نوجوانوں کے لیے علم وعمل، صلاح وتقویٰ کی دعا کی۔ سب حضرات اس دعا میں شامل ہوئے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے کامل یقین ہے کہ: ان بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ازبکستان میں ان نوجوانوں کے ذریعے پھر سے کبھی نہ کبھی دینی انقلاب آئے گا، ان شاء اللہ۔

مدرسہ بارہ خان شاپنگ مال بن گیا

پھر ہم دوسری عمارت کی طرف مدرسہ بارہ خان کو دیکھنے کے لیے بڑھے، یہ وہ مدرسہ ہے جو کسی زمانے میں ازبکستان کا معروف ومشہور مدرسہ رہا ہے؛ لیکن مجھے بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ آج اس مدرسے کا کافی حصہ Shopping Mall میں تبدیل ہو چکا ہے، مدرسے کو بازار میں تبدیل کر دیا گیا ہے، بہترین چھوٹے چھوٹے کمرے جو کسی وقت طلبہ کی رہائش کے لیے رہے ہوں گے، جس میں قدرتی روشنی کا بھی انتظام ہے؛ تاکہ طلبہ یکسوئی کے ساتھ علم حاصل کر سکے؛ لیکن آج اُن کمروں میں ازبکستان کے مشہور ہینڈی کرافٹ (ہاتھ سے بننے والی چیزوں) کی دکانیں لگی ہوئی تھیں۔

اس میں سے ایک دکان میں ہم گئے تو انھوں نے ہم کو ایک حیرت انگیز چیز دکھائی، کہ ایک چھوٹی سی لکڑی کی بنی ہوئی چیز ہے، اور اس سے مختلف دس چیزیں بنتی ہیں، قرآنِ کریم کا رِحل بھی بن جاتا ہے، اور کتاب رکھنے کا ظرف بھی بن جاتا ہے، ایک ہی چیز کو الگ الگ طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، اس کو موبائل کے اسٹینڈ کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ہم اس کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کشمیری زیدلطفہ نے فرمایا: یہ ایسی ملٹی پل استعمال میں آنے والی چیز ہے کہ جس ذہنیت کا آدمی ہوگا ویسا اس کا استعمال ہوگا۔

مسجدِ بی بی خانم

ایک تیسری عمارت جو سامنے کی طرف ہے، ایک عالیشان مسجد ہے، اس کو "مسجد بی بی خانم" کہتے ہیں، تیمور لنگ کی ایک بیوی تھی، اس کے نام سے یہ مسجد بنی ہے، اور

ہمیں وہاں بتلایا گیا کہ اس مسجد کی تعمیر میں تیمور لنگ نے ہندوستان سے ننانوے ہاتھیوں کو بھیجا تھا، اور ننانوے ہاتھیوں کی خدمت اِس مسجد کی تعمیر میں لگی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ سمرقند خوب صورت عمارتوں کا ایک حسین گلدستہ ہے، اور ہر عمارت اپنی جگہ فنِ تعمیر کا ایک شاہکار ہے۔ چوں کہ امیر تیمور نے یہاں تعمیری کام ایرانی ماہرین سے کرایا تھا؛ اس لیے ڈیزائن کے اعتبار سے جیسے برِّصغیر میں دہلی، آگرہ اور لاہور کی مغلیہ عمارتوں کے درمیان مماثلت پائی جاتی ہے، اسی طرح یہاں کی عمارتیں بھی کثرت میں وحدت کا منظر پیش کرتی ہیں۔

یوں تو سمرقند میں بہت سی عالی شان مسجدیں ہیں، اور ہر مسجد ایسی ہے کہ دل اس کی طرف کھینچا چلا جائے؛ مگر ''مسجد بی بی خانم'' کو اپنی وسعت، طرزِ تعمیر اور خوب صورتی کے اعتبار سے ایک الگ امتیاز اور حیثیت حاصل ہے۔ بڑی عالیشان، بڑی خوب صورت مسجد ہے، اس مسجد کے ایک ایک ستون کو دیکھا تو تقریباً ۶۰، ۷۰ رفٹ اونچے؛ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ سب کے سب ستون ایک درخت کی ایک لکڑی سے بنے ہوئے تھے، درمیان میں کہیں کوئی جوڑ نہیں، اور اس میں بہترین نقش ونگار سے ''اللّٰہ، لا إلٰہ إلا اللّٰہ'' وغیرہ کندہ کیا گیا تھا۔ مسجد کا دروازہ بھی بڑا عالیشان اور خوب صورت تھا، مسجد کے باہر دائیں بائیں آسمان کو چھونے والے اونچے اونچے خوب صورت مینارے ہیں۔ ہم دیکھ کر سوچ رہے تھے کہ اُس دور میں آج کی طرح آلات نہیں تھے، اُس دور میں اتنے اونچے مینارے انسان نے کیسے بنائے ہوں گے؟

ہم اُس مسجد میں داخل ہوئے تو اِس قدر عالیشان مسجد کو دیکھ کر حیران رہ گئے، آپ اس کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ: ہمارے جامعہ ڈابھیل کی جو مسجد ہے، اس سے

بہت بڑی وہ مسجد تھی؛ لیکن بہت دکھ کی بات سننے کو ملی کہ اتنی عالیشان مسجد میں صرف جمعہ کے دن نماز ہوتی ہے، پورا ہفتہ اس مسجد میں کوئی نماز نہیں ہوتی۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

مصحفِ عثمانی

ایک اَور عمارت سامنے تھی، اگرچہ وہ اتوار کا دن تھا؛ اِس لیے وہ عمارت بند تھی، اُس عمارت میں ایک مصحف مبارک رکھا ہوا ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قرآنِ مجید کو جمع کیا گیا تو سات نسخے تیار کیے گئے تھے، اس میں سے ایک نسخہ جو بعد میں ماسکو کے میوزیم میں تھا، وہ نسخہ اس عمارت میں رکھا ہوا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگوں کو "مصحفِ صدیقی" پر جمع کرنا

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کے "مصحفِ صدیقی" کی نقل کرا کے اس کے متعدد نسخے تیار کروانے کا اہم کارنامہ انجام دیا تھا۔ عام طور سے مشہور یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانچ مصحف تیار کروائے تھے؛ لیکن ابو حاتم سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ: کُل سات نسخے تیار کیے گئے تھے، جن میں سے ایک مکۂ مکرمہ، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیج دیا گیا، اور ایک مدینۂ منورہ میں محفوظ رکھا گیا، اسی میں تلاوت کرتے ہوئے آپ شہید ہوئے، اور آیتِ کریمہ ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ پر پہنچ کر

آپ کی شہادت ہوئی۔

اِس نسخے کو دیکھنے کی کارگزاری جمعرات کے دن کی کارگزاری میں ان شاءاللہ آرہی ہے۔

مصحفِ عثمانی تاشقند کس طرح آیا؟

مصحفِ عثمانی کا یہ نسخہ تاشقند کس طرح پہنچا؟ اس کی کارگزاری محترم ڈاکٹر حمیداللہ صاحب سے سنیے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے آج تک قرآنِ مجید کے جو نسخے ہمارے پاس نسلاً بعد نسلٍ چلے آرہے ہیں، وہ پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک وہی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو چار یا سات قلمی نسخے مختلف مقامات پر بھیجے، اُن میں سے کچھ اب تک محفوظ سمجھے جاتے ہیں، ثبوت کوئی نہیں؛ لیکن یہ روایت ہے کہ یہ اُن ہی نسخوں میں سے ہے۔ ایک نسخہ آج کل روس کے شہر تاشقند میں ہے، وہاں کیسے پہنچا؟

اِس کا قصہ یہ ہے کہ یہ نسخہ پہلے دمشق میں پایا جاتا تھا جو خلفائے بنو امیہ کا صدر مقام تھا، جب دمشق کو تیمور لنگ نے فتح کیا تو وہاں کے مالِ غنیمت میں سب سے زیادہ قیمتی چیز کے طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآنِ مجید کا نسخہ پایا، اُسے لیا اور اپنے ساتھ پایۂ تخت سمرقند لایا اور وہاں اسے محفوظ کردیا، یہ نسخہ سمرقند میں رہا، تا آں کہ گذشتہ صدی میں روسیوں نے سمرقند کو فتح کرلیا، فتح کرنے کے بعد اس نسخے کو۔جس کی بڑی شہرت تھی۔ روسی کمانڈر اِن چیف نے وہاں سے لے کر ''سینٹ پیٹرس برگ'' منتقل کردیا، جو آج کل ''لینن گراڈ'' کہلاتا ہے۔ روسی مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ: اِس نسخے کو سمرقند

کے حاکم نے روسی کمانڈر کے ہاتھ پچیس یا پچاس روپیے میں فروخت کر دیا تھا، ہم نے اسے چُرایا نہیں؛ بلکہ خرید کر لائے ہیں۔

بہر حال! پہلی جنگِ عظیم کے اختتام تک وہ نسخہ ''لینن گراڈ'' میں رہا، اس کے بعد -جیسا کہ آپ کو معلوم ہے- زارِ روس کی حکومت ختم ہوگئی، اور کمیونسٹوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا، اُس وقت بہت سے روسی باشندے- جو کمیونسٹ حکومت کے ماتحت رہنا نہیں چاہتے تھے- روس چھوڑ کر دنیا میں تِتّر بتّر ہو گئے، ان میں سے ایک شخص پیرس بھی آئے جو جنرل علی اکبر توپچی کے نام سے مشہور تھے، مَیں خود اُن سے مل چکا ہوں، انھوں نے اس کا قصہ مجھے سنایا۔

کہنے لگے کہ: جب زار کو قتل کیا گیا، اُس وقت مَیں فوج میں ایک بڑے افسر کی حیثیت سے ''سینٹ پیٹرس برگ'' ہی میں موجود تھا، مَیں نے ایک کمانڈو (فوجی دستہ) بھیجا کہ جا کر شاہی محل پر قبضہ کرو، اور شاہی کتب خانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جو قرآنِ مجید کا نسخہ ہے، تلاش کر کے اُسے لے آؤ۔

کمانڈر گیا اور وہ قرآن مجید لے آیا، انھوں نے ایک فوجی کی حیثیت سے ریلوے اسٹیشن پر جا کر وہاں کے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ: مجھے ریل کا ایک انجن درکار ہے، اُس انجن میں اُس قرآن کو رکھا اور اپنے آدمیوں کی نگرانی میں انجن ڈرائیور کو حکم دیا کہ جس قدر تیزی سے لے جا سکتے ہو اِس انجن کو ترکستان لے آؤ، چناں چہ قرآن مجید کا یہ نسخہ اِس طرح ترکستان پہنچ گیا۔ اس کی اطلاع کمیونسٹ فوجی کمانڈروں کو چند گھنٹے بعد ملی، چناں چہ اس کے تعاقب میں دوسرا انجن اور کچھ افسر روانہ کیے گئے؛ لیکن وہ انجن ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا، اور اِس طرح یہ نسخہ تاشقند پہنچ گیا۔ جب کمیونسٹ دور میں

تاشقند پر روسیوں نے دوبارہ قبضہ کرلیا، تو اس نسخے کو وہاں سے لینن گراڈ منتقل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی، چناں چہ یہ نسخہ اب تک تاشقند میں محفوظ ہے۔

زار کے زمانے میں اس قرآنِ مجید کا فوٹو لے کر ایک گز لمبی تقطیع پر کُل پچاس نسخے چھاپے گئے تھے، اس میں سے چند نسخے میرے علم میں ہیں، اور دنیا میں محفوظ ہیں:

ایک امریکہ میں ہے۔ ایک انگلستان میں ہے۔ ایک مصر کے کتب خانے میں پایا جاتا ہے۔ ایک نسخہ مَیں نے کابل میں دیکھا تھا۔ میرے پاس اُس کی مائیکروفلم بھی ہے۔

دوسرا نسخہ استنبول میں ''توپ کاپی سرائے میوزیم'' میں موجود ہے، جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، مَیں نے خود دیکھا ہے کہ اس میں سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿فَسَيَكۡفِيكَهُمُ ٱللَّهُۚ﴾ پر سرخ دھبے پائے جاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون ہے؛ کیوں کہ وہ جس وقت تلاوت کر رہے تھے اُس وقت انھیں شہید کر دیا گیا تھا۔

نوٹ: استنبول کے توپ کاپی میں موجود اس نسخے کی زیارت کی سعادت الحمدللہ! راقم الحروف (محمود غفرلہ) کو بھی حاصل ہوئی ہے۔ جب شیخ المشائخ حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کے ساتھ ترکی کا پہلا سفر ہوا تھا تب اس کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ ترکی کے پہلے اور دوسرے سفر کی کارگزاری بھی ان شاء اللہ عنقریب منظرِ عام پر آئے گی، (اب الحمدللہ اردو، گجراتی دونوں زبانوں میں شائع ہوچکی ہے۔)، آج کل ترکی حکومت نے اس کا عکس لے کر اس کو ہُو بہ ہُو شائع کیا ہے، ویسا مطبوعہ نسخہ ساؤتھ افریقہ میں ''میاس فارم'' (Mias Farm) میں دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ (نوٹ مکمل ہوئی)۔

تیسرا نسخہ ’’انڈیا آفس لائبریری لندن‘‘ میں ہے، اُس کا فوٹو میرے پاس ہے، اُس پر سرکاری مہریں ہیں اور لکھا ہے کہ: یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسخۂ قرآن ہے۔

اِن نسخوں کے خط اور تقطیع میں کوئی فرق نہیں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخے ایک دوسرے کے ہم عصر ہیں، یہ نسخے جھلی پر لکھے گئے ہیں، کاغذ پر نہیں ہیں۔ ممکن ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نسخے ہوں، یا اُس زمانے میں یا اس کے کچھ ہی عرصے بعد کے لکھوائے ہوئے نسخے ہوں۔ بہر حال! یہ بات ہمارے لیے قابلِ فخر اور باعثِ اطمینان ہے کہ اِن نسخوں میں اور موجودہ مستعملہ نسخوں میں، باہم کہیں بھی کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ (خطباتِ بھاولپور: ۴۰، ۴۱)

نئ تعمیر شدہ مسجد میں نمازِ ظہر اور وہاں کی خصوصیات

اِسی احاطے میں ایک طرف ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے، جس میں روزانہ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کی جاتی ہیں، ابھی چند سال پہلے بنی ہوئی ہے۔ ہم اُس مسجد میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے لیے گئے، میرا وضو نہیں تھا تو مَیں اور دوسرے ساتھی مسجد کے نچلے حصے میں وضو خانے میں گئے، وضو خانے سے آنے کے بعد حضرت دامت برکاتہم کو کارگزاری سنائی کہ حضرت! وضو خانہ بڑا عجیب ہے۔

فرشی استنجا خانہ بھی ایک مستقل نعمت ہے

فرمایا: وضو خانے میں کیا بات دیکھی؟ میں نے کہا: وضو خانے میں پہلی بات تو یہ دیکھی کہ یہاں جتنے استنجا خانے بنے ہوئے ہیں وہ سب دیسی انداز کے یعنی فرشی (نیچے والے) بنے ہوئے ہیں۔

بیرون ممالک میں یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہوا کرتی ہے، اس کو آپ لوگ ذہن میں رکھیے۔ بعض مرتبہ دیسی طرز کا استنجا خانہ تلاش کرنے کے لیے بہت دور دور تک جانا پڑتا ہے۔ دیسی انداز کے استنجا خانے جس میں اکڑو بیٹھ کر فراغت ہوتی ہے، یہ بہت ہی عمدہ طریقہ ہے، اس میں نجاست پوری طرح باہر آتی ہے، استنجا میں بیٹھنے کا جو مسنون طریقہ ہے اس کا بھی لحاظ ہوتا ہے، اور استنجا بہت آسانی سے ہو جاتا ہے، اور طہارت پوری طرح حاصل ہوتی ہے۔

میرے مخلص دوست حاجی اسماعیل صاحب- جو بین الاقوامی آرکیٹیکٹ ہیں، دنیا کے کئی ممالک میں مساجد، مدارس اور دوسری عمارتوں کے نقشے انھوں نے بنائے ہیں، ملاوی میں مستقل مقیم ہیں، اصلاً گجرات ہی کے رہنے والے ہیں اور بڑی فنی مہارت کے مالک ہیں، انھوں- نے خود تعمیری فن کے ماہرین اور اطبا کی بات مجھے بتلائی کہ: اس قسم کے فرشی بیت الخلا استعمال کرنے سے کئی امراض سے حفاظت ہوتی ہے، اور اس میں صحت اور تندرستی بھی ہے۔ افسوس کہ! خود مسلمان اپنے گھروں میں اس کا اہتمام نہیں کرتے، معذوروں کے لیے ایک دو اونچے بیت الخلا بنا لیے جائیں، باقی اِس طرح کے فرشی بیت الخلا کا نظم بھی ضرور ہونا چاہیے۔

عُلَما توجہ دیں

افریقی ملکوں کے پہلے سفر میں ''ملاوی'' کے ایک شہر میں ایک بڑے عالم صاحب کے مدرسے میں پروگرام تھا، پروگرام اور عشا کی نماز سے فراغت کے بعد مدرسے سے کچھ فاصلے پر اُس عالم صاحب کے مکان پر کھانے کے لیے جانا ہوا، حضرت مدظلہ کو

استنجا کا تقاضا تھا، مولانا صاحب کا عالی شان مکان تھا؛ مگر پتہ چلا کہ اُن کے گھر میں ایک بھی فرشی بیت الخلا نہیں ہے، تو حضرت نے ناراضگی کے اظہار کے ساتھ فرمایا: عُلَما بھی گھر میں فرشی بیت الخلاء نہیں بناتے؟ تاکید فرمائی کہ گھروں میں کم ازکم ایک فرشی بیت الخلاضرور بنواؤ، پھران کے مکان سے دوبارہ مدرسہ تشریف لائے، اور فرشی استنجا خانے میں فراغت کے بعد دوبارہ گھر جا کر کھانا تناول فرمایا۔

مساجد کے طہارت خانے

الغرض! مَیں نے حضرت دامت برکاتہم سے عرض کیا کہ: حضرت! دوسری بات یہ ہے کہ ہر بیت الخلا میں ایئر کنڈیشن بھی لگا ہوا ہے۔ وضوخانے میں ہر ہر نل پر گرم پانی کا بھی انتظام ہے اور ٹھنڈے پانی کا بھی۔ اور وضوخانہ نہایت صاف ستھرا ہے، وضوخانے کے دروازے پر جہاں آپ داخل ہوں گے، وہاں ہر ایک کو ٹشو پیپر اور استنجے کا ایک خاص قسم کا کاغذ ہوتا ہے؛ دونوں میں سے جو چاہو دیا جاتا ہے؛ تاکہ آپ کامل طہارت حاصل کرسکیں۔ ساتھ ہی بیت الخلا میں پانی کا معقول انتظام ہے۔

ماشاءاللہ! عمدہ انتظام تھا، نہایت صاف شفاف بیت الخلا کی لمبی قطار بنی ہوئی ہیں، جب کہ وضو کرنے کے لیے نلوں کی الگ قطار، بیٹھنے کے لیے اونچی اونچی سیٹیں کہ آدمی آرام سے ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ سکے۔ ایک آدمی وہاں پر تولیہ اور ٹشو پیپر دینے کے لیے مقرر ہے، کوئی ہاتھ منہ پونچھنے کے لیے لیتا ہے، تو کوئی پیر کے لیے لیتا ہے۔ وہاں پر پیر کے لیے بھی الگ سے ایک تولیہ دیا جاتا ہے، پھر مستعمل تولیہ اس کو واپس دیتے ہیں تو وہ اس کو الگ ڈبے میں جمع کرلیتا ہے۔

نماز باجماعت کا خاص انداز

وضو سے فراغت کے بعد ہم جماعت خانے میں آئے، تھوڑی دیر میں مسجد شریف بھر گئی؛ لیکن نمازیوں کی اکثریت بوڑھوں کی تھی؛ بلکہ تمام ہی بوڑھے تھے، سنتیں پڑھ کر سب لوگ اپنی جگہ پر نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے، شاید مراقبہ یا ذکر خفی کرتے ہوں، کچھ لوگ زبان سے ذکر تلاوت میں بھی مشغول تھے، نماز سے پہلے بھی یہی اطمینان والی کیفیت تھی، ہمارے یہاں کی طرح بار بار گھڑی کو دیکھتے رہنا یا نماز سے پہلے امام صاحب کے انتظار میں راہ تکتے رہنے کی عادت نہیں ہے۔ امام صاحب تشریف لائے، الماری کھولی، اس میں سے عمامہ نکال کر سر پر رکھا۔ یہاں عمامے کا بہت رواج ہے؛ مگر وقتی، نماز کے وقت باندھ لیتے ہیں پھر اتار دیتے ہیں، نیز ایک چوغہ نکال کر اپنے شرٹ پینٹ پر پہن لیا، داڑھی منڈی ہوئی، بالکل کلین شیو (Clean shave) مصلے پر تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔

نماز مکمل ہوجانے کے بعد امام صاحب نے بالجہر دعا کروائی، قرآنِ پاک میں وارد دعائیں پڑھیں، لوگوں نے سنتیں ادا کیں، امام صاحب نے آگے ہی سنتیں ادا کرنے کے بعد لوگوں کی طرف رخ کر کے ایک بار بلند آواز سے ''سُبْحَانَ اللّٰہ'' کہا، سبھی لوگ آہستہ آواز سے ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ پڑھتے رہے، پھر امام صاحب نے بلند آواز سے ''اَلْحَمْدُ للّٰہ'' کہا، سب حضرات اپنی اپنی تسبیح ۳۳ مرتبہ آہستہ آواز سے پڑھتے رہے، پھر امام صاحب نے ایک بار زور سے ''اَللّٰہُ اَکْبَر'' کہا تو سبھی لوگ پڑھنے لگے، تینتیس مرتبہ اس کو پڑھنے کے بعد اخیر میں تسبیح کو مکمل کرتے ہوئے ایک بار ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ؛ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيْرٌ“ کہا، اس کے بعد درود شریف پڑھ کر امام صاحب نے دعا کی۔

نماز کے بعد پڑھنے کا ایک عمل، فُقرا والی تسبیح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز کے بعد ۳۳ ؍مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ، ۳۳ ؍مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلهِ، ۳۳ ؍مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھے، یہ کل ۹۹ ؍مرتبہ ہوا، اور سوویں مرتبہ میں یعنی ۹۹ ؍کو مکمل سو کرنے کے لیے ”لَآ اِلٰهَ اِلّا اللهُ وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ؛ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“ پڑھے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، چاہے سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسلم شریف: ۱/ ۲۱۹)

مساجد میں قراءت

پھر ایک اَور چیز جو پورے ازبکستان میں دیکھی، اور اس سے پہلے استنبول کے سفر میں بھی دیکھنے میں آئی تھی، کہ نماز کے بعد مجمع بیٹھا رہتا ہے اور امام صاحب یا مؤذن صاحب قرآنِ مجید کی چند آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، بہترین مصری انداز میں چند آیتیں پڑھی جاتی ہیں، پورا مجمع دھیان سے سنتا ہے، پانچ سے دس منٹ تک تلاوت سننے کے بعد مجمع باہر نکلنا شروع ہوا، ہم لوگ بھی مسجد کے باہر نکل آئے، اور امام صاحب کی اور دوسرے لوگوں کی ملاقات ہوئی۔

نماز کے اوقات کا بورڈ

مسجد کے باہر ایک بورڈ لگا ہوا تھا جس پر نماز کے اوقات لکھے ہوئے تھے، اوقات انگریزی ہندسوں میں ہی درج تھے؛ لیکن نمازوں کے نام کچھ اِس انداز سے لکھے

ہوئے تھے جو انگریزی کے حروف تو تھے؛ لیکن ملانے سے کوئی لفظ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ ایک صاحب سے معلوم کیا تو انھوں نے بتایا کہ: یہ انگریزی رسم الخط میں ازبک زبان میں نماز کے نام ہیں، اصل عربی اور فارسی کا رسم الخط جو اِس زبان کا تھا اس کو ختم کر کے نیا رسم الخط انگریزی کا جاری کر دیا گیا ہے، یہاں کی عام بات چیت مقامی زبان میں ہے، جیسے ان کی عادت پہلے تھی؛ لیکن لکھائی بدل دی گئی اور رسم الخط بگاڑ دیا گیا ہے۔ روسیوں کے تسلط کے زمانے میں دوسرا ایک خط روسی جاری کیا گیا، جس سے اب یہ لوگ بہت نفرت کرتے ہیں؛ مگر ساٹھ ستر سال تک چلائے گئے اور رواج دیے گئے اِس نظام کو یکسر یہ لوگ بدل نہیں سکے ہیں (تبدیلی آرہی ہے)۔

زبان کا اثر تہذیب پر

زبان کا بڑا اثر تہذیب پر پڑتا ہے؛ اس لیے جو قوم اپنی مذہبی، علاقائی، آبائی زبان کو باقی رکھتی ہے، تو اس قوم کا تعلق اپنی تہذیب سے باقی رہتا ہے؛ لیکن جب زبان بدلنے لگتی ہے تو تہذیب بھی بدلنے لگتی ہے۔

مختلف ممالک کے اسفار میں یہ بات خاص طور سے محسوس کی، کہ جس قوم نے اپنی اصلی زبان باقی رکھی وہ اپنی اصلی تہذیب پر باقی ہے، اور جن کی زبانیں بدل گئیں تو ان کو دیکھ کر اندازہ لگانا بھی مشکل ہوجاتا ہے، کہ ان کا اصل تعلق کہاں سے ہے؟ مختلف ممالک میں ہمارے عربی بولنے والے بھائیوں سے ملاقات ہوتی ہے، وہ اپنی عربی زبان بولتے ہیں تو ان میں عربوں جیسی زندگی اور اسلامی اثرات نمایاں نظر آئے۔ اگرچہ ضرورت کے پیشِ نظر جہاں جا کر بس گئے وہاں کی زبان بھی سیکھنا ہے؛ لیکن

گھروں میں اور آپس میں تو اپنی اصلی زبان کو باقی رکھنا چاہیے۔

ہمارے ہندوستان سے اور خاص کر گجرات سے جانے والے ہمارے دینی بھائیوں کے گھروں میں گجراتی زبان یا اردو زبان بولی جاتی ہے، تو ان کا وطن سے رشتہ باقی رہتا ہے، رشتے داروں سے بھی وہ جڑے رہتے ہیں، اور اصلی تہذیب بھی باقی رہتی ہے، جس کی وجہ سے بہت ساری خرابیوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ

ہمارے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم، حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ نقل فرمایا کرتے ہیں کہ: ساؤتھ افریقہ میں ایک سفر کے موقع پر حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوب تاکید سے فرماتے تھے، کہ گھروں میں گجراتی زبان باقی رکھو، اس کی برکت سے آپ کی اصلی تہذیب باقی رہے گی۔

اصلی زبان کو باقی رکھنے کا فائدہ اور باقی نہ رکھنے کا نقصان

اِس اردو، گجراتی کو باقی رکھنے کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ، ہندو پاک سے جانے والے اکابر عُلَما سے استفادہ بھی آسان رہتا ہے، اور اُن کی صحبت کی برکت سے فتنوں سے بڑی حفاظت ہوتی ہے۔

اور منفی پہلو بھی دیکھنے میں آیا کہ، جنھوں نے اپنی اصلی گجراتی یا اردو زبان گھروں میں باقی نہ رکھی، ان کے گھروں میں کھانے، پینے، رہن سہن، لباس وغیرہ کا انداز بھی انھیں جیسا ہو گیا ہے جہاں جا کر وہ بس گئے ہیں، اور وطن، رشتے داروں، خاندان اور اکابر سے بھی بے تعلقی ہو گئی۔

مدرسہ گوگل داس

آگے ہم تاشقند ہی میں ایک دوسری جگہ پر پہنچے، جس کا نام ''مدرسہ گوگل داس'' تھا، ہم سب کو یہ نام ہندوستانی انداز کا معلوم ہوا، بتایا گیا کہ پورے ملک میں صرف دو مدرسے ایسے ہیں جن میں اِس وقت اسلامیات کی تعلیم ہوتی ہے، (اب ماشاء اللہ کئی جگہوں پر یہ سلسلے جاری ہو گئے) اس میں سے ایک مدرسہ ہے: ''مدرسہ گوگل داس''، اور دوسرا مدرسہ ''مدرسہ میرعرب''؛ جس کا تذکرہ آگے بخارا کے ذیل میں اِن شاء اللہ آئے گا۔

چوں کہ شوال المکرم کا مہینہ چل رہا تھا؛ اس لیے مدرسہ بند تھا؛ لیکن مدرسے کے نائب مدیر سے ہماری ملاقات ہوئی، انھوں نے بتلایا کہ: ماشاء اللہ! ہمارے یہاں ''ہدایہ'' بھی پڑھائی جاتی ہے اور ''بخاری شریف'' بھی پڑھائی جاتی ہے۔

نصاب معلوم کرنے پر اندازہ ہوا کہ ۳۵ / فیصد یہاں اسلامیات کی تعلیم ہوتی ہے، باقی اکثر عصری تعلیم ہوتی ہے، (لیکن اب غالب یا کُل اسلامی تعلیمات کے سلسلے بھی ہیں۔) پھر بھی بڑی غنیمت ہے کہ نام رکھا گیا ہے کہ یہ دینی مدرسہ ہے، اور ہدایہ و بخاری شریف کے نام سننے کو مل جاتے ہیں، ہم اِس مدرسے کو دیکھنے کے بعد باہر نکلے۔

کمیونسٹوں نے بہت سے قرآن اور دینی کتابیں اور مسلمانوں کے قبرستانوں کو برباد کیا تھا، ''میرعرب'' میں بھی بہت سی کتابیں وغیرہ جلائی گئی تھیں جس کے اثرات اب تک وہاں موجود ہیں۔

ہندوستانی مطعم

کافی دیر ہو گئی تھی اور ناشتہ کیے کافی وقت ہو چکا تھا، تقریباً شام کے ۴/ بج رہے

تھے،ہم لوگ کھانا کھانے کے لیے ایک ہوٹل پہنچے،اُس ہوٹل کا نام''مہاراجہ ہوٹل''تھا، ہوٹل کا یہ نام سن کر ہمارے دل میں انس ہوا کہ یہ تو ہمارا ہندوستانی انداز کا نام ہے، ہمارے سفر کے مقامی ناظم بھائی عبدالرحمٰن صاحب نے ہمارا دوپہر کا کھانا اِسی ہوٹل میں طے کیا تھا۔اس ہوٹل میں ہماری دعوت بھائی عبدالرحمٰن صاحب کی طرف سے تھی، ہم نے ان سے بہت اصرار کیا کہ ہم دہلی سے بہت سارا کھانا اپنے ساتھ لے کر چلے ہیں،ہم ہوٹل میں کھانا نہیں چاہتے؛لیکن انھوں نے بہت اصرار کیا کہ آج آپ کو ہماری دعوت کھانی ہی کھانی ہے۔

سیاحت کے لیے جانے والوں کے غیر شرعی مطالبات

اصرار کی وجہ یہ تھی کہ،کچھ تکلیف وافسوس کی باتیں ہیں جو زبان پر لانے سے بھی شرم محسوس کرتا ہوں کہ:سفر سے پہلے ٹیلی فون پر اُن سے بھائی ساجد(دمن) کے جو مسلسل روابط ہورہے تھے،تو انھوں نے ہمارے ساتھ کچھ ایسے انداز سے گفتگو کی کہ ہم لوگ حیران رہ گئے،اِن ممالک میں سیاحت کی نیت سے جانے والوں کے جو غیر شرعی مطالبات ہوتے ہیں انھوں نے دوسروں پر قیاس کرکے ہمیں بھی اُن مطالبات میں شامل کرلیا تھا،پھر جب ان کو بتلایا کہ یہ آنے والا قافلہ ہندوستانی عُلما اور مشائخ کا قافلہ ہے،تو پھر وہ بہت ہی ادب واکرام کے انداز میں بات چیت کرنے لگے اور گفتگو کا انداز ہی بدل گیا۔

تاشقند میں پہلی دعوت

وہ کہنے لگے کہ:مَیں نے سوچ رکھا تھا کہ جس دن آپ لوگ یہاں پہنچیں گے سب

سے پہلے مَیں آپ لوگوں کی دعوت کروں گا، اور انھوں نے دورانِ سفر بار بار اس کا تذکرہ کیا کہ مَیں علُما و مشایخ کی میزبانی کر رہا ہوں، یہ میرے لیے بڑی سعادت کی بات ہے، آپ سے پہلے بہت سارے تفریحی گروپ آتے رہتے ہیں؛ لیکن مَیں نے کبھی کسی کی کھانے کی دعوت نہیں کی، سب سے اول آپ کی جماعت ہے کہ مَیں کھانے کی دعوت کر رہا ہوں؛ اس لیے ضرور قبول فرمالیں۔

حج وعمرے کا احترام

ہم نے بہت کہا کہ: ہمارے ساتھ بہت سارا کھانا ہے، آپ بھی ہمارے ساتھ کھالیں، تو ان کو یہ محسوس ہوا کہ شاید ہم کو ان کے کمائی کے بارے میں شک ہوگا، تو بھائی عبدالرحمٰن نے اخیر میں ہم سے کہا کہ: میرے کھانے اور کمائی کے متعلق کوئی شک نہ کرو، مَیں الحمدللہ! عمرہ کر چکا ہوں۔

انھوں نے بتلایا کہ: ویسے تو ہمارے یہاں نوجوانوں کو حج وعمرے کا ویزا نہیں ملتا، پورے ملک میں مشکل سے پانچ ہزار حاجیوں کا ویزا آتا ہے، اور وہ بھی صرف بوڑھے لوگ ہی حج میں جاسکتے ہیں؛ لیکن چوں کہ میری حکومت میں بہت پہچان ہے؛ اس لیے مَیں عمرہ کر چکا ہوں، اور ہمارے یہاں جو حج اور عمرہ کر لے وہ آدمی بہت ہی باعزت و باکرامت سمجھا جاتا ہے؛ اس لیے مَیں آپ کو اپنے عمرے کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ: آپ میری دعوت قبول کرنے سے انکار نہ کریں، قبول کرلیں، جب انھوں نے بہت اصرار کیا تو ہم اُن کی دعوت پر ''مہاراجہ ہوٹل'' میں پہنچے۔

وطنی بھائیوں کا ایک قافلہ

جس دن ہم دہلی سے چلے تھے اُس دن ازبکستان Air Line میں اٹھائیس آدمیوں کا ایک قافلہ ہمارے ساتھ تھا، وہ سب ہندوستان کی ایک مشہور ٹریکٹر کمپنی کے Dealer لوگ تھے، اور کمپنی نے اپنے مصارف پر ان کو وہ Tour کروائی تھی، اس میں ایک مسلمان بھی تھے، ہوائی جہاز میں اُن سے کچھ گفت وشنید ہوتی رہتی تھی، جب ہم دوپہر کا کھانا کھانے ''ہوٹل مہاراجہ'' پہنچے تو وہ اٹھائیس آدمی بھی اُس وقت اُس ہوٹل میں کھانا کھانے آئے ہوئے تھے۔

وہاں ہمیں ہندوستانی انداز کا کھانا مل گیا، اس ہوٹل کے مالک ایک ازبک نوجوان تھے، اُنھوں نے اچھی عصری تعلیم حاصل کر رکھی تھی، اور اس ہوٹل میں پکانے والے صدر باورچی (Cheif Cook) ایک ہندوستانی پنجابی تھے، کھانے سے فارغ ہوئے اور چائے کی محفل چل رہی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن میں اجنبی

میں نے ہوٹل کے مالک اور صدر باورچی کے ساتھ کچھ بات چیت شروع کی، وہ مجھ سے پوچھنے لگے: آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے تفصیلات بتلائی۔ پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ: آگے آپ کا کیا پروگرام ہے؟ بڑی عجیب درد کی بات مَیں آپ کو بتلانے جا رہا ہوں، میں نے ان سے کہا: آج اتوار کی شام کے جہاز سے ہم ''ترمذ'' جائیں گے (اس لیے کہ ''ترمذ'' وہاں سے کافی دور ہے، تاشقند سے ہوائی جہاز میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگتا ہے)، یہ سن کر وہ ہوٹل کا مالک اور صدر باورچی بہت تعجب سے پوچھنے لگے:

آپ ترمذ کیوں جا رہے ہیں؟ جب یہ سوال اُس نوجوان نے کیا، تو اس کے اس سوال نے میرے دل کو ہلا دیا، کہ آپ ترمذ کیوں جا رہے ہیں؟ میں نے دل میں کہا: اے اللہ! جس سرزمین میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم و باکمال انسان پیدا ہوئے، اور جن کا علمی احسان پوری دنیا پر ہے، ہمارے ملک کے بہت سارے بچے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے واقف ہیں، آج ترمذ شہر جس ملک میں واقع ہے، اس ملک کے ایک نوجوان کو معلوم نہیں کہ ترمذ شہر کیا ہے؟ اور یہ لوگ کیوں وہاں جانا چاہتے ہیں؟

واقعہ یہ ہے کہ: آج کل ازبکستان کو تفریح گاہ بنا دیا گیا ہے، لوگ تفریح اور عیاشی کی نیت سے وہاں آتے ہیں، تو ان کی تفریح گاہ کی جو فہرست (List) ہے، اس میں کہیں ترمذ نہیں آتا؛ اس لیے ہمارے ہندوستان سے روانہ ہونے سے پہلے فون پر ازبکستان کے جن جن شہروں میں ہم جانا چاہتے تھے، ان شہروں کی تعیین میں بھی ہماری بھائی عبدالرحمٰن سے بہت بحث ہوئی، کہ ”ہم لوگ فلاں جگہ نہیں جائیں گے، فلاں جگہ جائیں گے“، چوں کہ وہ تفریحی اعتبار سے پورا پروگرام بناتے ہیں اور ہم تاریخی مقامات اور اکابرین کی یادگاریں زیادہ سے زیادہ دیکھنے کے لیے جانا چاہتے تھے؛ اس لیے ہم نے سفر میں زائد اخراجات طے کر کے ”ترمذ“ شامل کیا تھا۔

بہرحال! اس نے پوچھا: آپ ترمذ کیوں جانا چاہتے ہیں؟ میں نے بیٹھ کر اس کے سامنے امامِ عالی مقام امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا اور آپ کی کتاب کا تعارف کروایا، وہ بہت حیرت سے میری بات سن رہے تھے، انھوں نے بہت غور سے میری بات سنی، اور اخیر میں اس نوجوان نے میرا شکریہ ادا کیا۔ میں نے کہا: اے اللہ! یہ ہمارے مسلمان نوجوان ہیں، جن کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نام تک سے واقفیت نہیں ہے۔ اے اللہ! کبھی

بھی ایسے برے دن ہمارے ملک کو نہ دکھانا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگ ایئر پورٹ پہنچے، وہاں عصر کی نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر ضروری کارروائی کے بعد تاشقند سے ترمذ جانے والے چھوٹے سے ہوائی جہاز میں ہم بیٹھے۔

تاشقند سے ترمذ روانگی، جہاز میں نماز کا عجیب قصہ

مغرب کی نماز کا وقت ہوائی جہاز میں ہوا، ہم نے جہاز کے عملے سے مغرب کی نماز کے لیے درخواست کی، تو انھوں نے سختی سے منع کر دیا، کہ آپ ہمارے جہاز میں بالکل نماز نہیں پڑھ سکتے۔ ہم لوگوں کی کوشش جہاز میں بھی یہ رہتی ہے کہ نماز جماعت سے ادا ہو جائے، اور کم از کم قیام، قعود، رکوع اور سجدے کی تکمیل کے ساتھ انفرادی نماز ادا ہو جائے، اور اکثر ممالک کے جہازوں میں اس کی اجازت مل جاتی ہے، فللہ الحمد!

یہاں بھی جہاز کے عملے سے درخواست کی گئی کہ ہم نماز پڑھنا چاہتے ہیں، نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں، انھوں نے قطعاً ممانعت کر دی، جس کی وجہ سے پریشانی لاحق ہو گئی، ایک رفیقِ سفر نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی تو عملہ کا جواب تھا: ''جہاز کے کپتان کی طرف سے مکمل ممانعت ہے؛ اس لیے ہم اجازت دینے سے معذور ہیں''۔

آخر کار حضرت مولانا ابراہیم صاحب مدظلہ نے مولانا محمود صاحب کھیر وازید مجدہ کو ہدایت دی کہ وہ جا کر کوشش کریں؛ لہٰذا اُنھوں نے جا کر عملہ کے سربراہ (Chief) کو سلام کیا، اور اپنا تعارف کرایا، اُس نے بھی خوشگوار لہجے میں اپنا تعارف کراتے ہوئے بتلایا کہ: میں ازبکستان کے علاقے: بخارا کا رہنے والا ہوں اور مسلمان ہوں،

اس پر مولانا محمود صاحب نے کہا کہ: ہم بھی مسلمان ہیں اور نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ: نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مولانا نے اس کو کہا کہ: میں ''جے پور'' کے علاقے کا رہنے والا ہوں، تم کبھی جے پور آئے ہو؟ وہاں پوری دنیا سے لوگ گھومنے آتے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ: جے پور کہاں ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ: جے پور ہندوستان میں ہے۔ ہندوستان کا نام سنتے ہی اس نے پوچھا: وہ ہندوستان جہاں کا ''راج کپور'' ہے؟ مولانا سمجھ گئے کہ اس بھولے بھالے مسلمان کو صرف فلمی دنیا کے ایک شخص کا تعارف ہے۔ مولانا نے فوراً کہا کہ: ہاں! وہی ہندوستان جہاں کے فلمستان سے تعلق رکھنے والا یہ راج کپور ہے۔

اب اس شخص کی آنکھوں میں خوشی اور چمک تھی، اس کا اِنقباض کچھ دور ہو چکا تھا، مولانا نے اسے گلے لگا کر اس کے ساتھ ایک دو باتیں اَور کیں، مولانا نے کہا کہ: تم راج کپور کو کیسے جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ: ٹیلی ویژن کے ذریعے جانتا ہوں۔ مولانا نے کہا: اَور بھی کسی کو جانتے ہو؟ چوں کہ وہ بے چارہ ٹی وی کی زندگی سے ہی واسطہ رکھتا تھا، تو اس نے فلمی دنیا سے تعلق رکھنے والے دوسرے شخص کا نام لیا یعنی شاہ رخ خان کا۔

اب مولانا نے کہا کہ: ہم مسلمان ہیں، ہم نماز پڑھنا چاہتے ہیں، نماز قضا ہو جائے گی، آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں؟

اب اُس کے مزاج میں نرمی آچکی تھی، اس نے جواب دیا کہ: ہمارے جہاز میں آپ نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں، اگر آپ نے نماز پڑھ لی تو ہمارے لیے پریشانی ہو جائے گی؛ لیکن ایک حل مَیں نکال سکتا ہوں، وہ یہ کہ: جہاز کے آخری حصہ میں جہاں جہاز سے نکلنے کی سیڑھی لگتی ہے، اس کے پیچھے جہاز کی دُم کی طرف میں ایک حصہ کھول

لیتا ہوں، اس چھوٹی سی جگہ میں ایک آدمی کھڑا ہوسکتا ہے، مَیں وہاں پر آگے کو کھڑا رہوں گا اور آپ لوگ پیچھے جا کر ایک ایک کر کے اپنی نماز ادا کریں، اکھٹے ہوکر نہ آئیں، جب ایک آدمی نماز ادا کر کے اپنی سیٹ پر واپس پہنچے تو دوسرا آدمی آئے، چناں چہ ایسا ہی کیا گیا، اِسی ترتیب پر جا کر ایک ایک کر کے نماز ادا کی گئی، اور مالکِ حقیقی کا شکر ادا کیا۔

اب وہ شخص اِس درجہ قریب ہوگیا کہ اُس نے تمام رفقائے سفر کو ایک ایک کر کے خود چائے بنا کر پلائی، جب کہ وہ اس سے قبل بات کرنے کو بھی تیار نہیں تھا۔

یقیناً بے نیاز ہے وہ پاک ذات جس نے اپنے غنی ہونے کا مظاہرہ اپنی مختلف شانوں کے ساتھ کیا ہے، وہ ''لم یزل ولا یزال'' نہ کسی کی عبادت کا محتاج ہے، اور نہ کسی کے انکار کی اُس کو پرواہے، وہ چاہے تو اس کے پاک گھر میں مکہ کے کفار تین سو ساٹھ بت رکھ دیں اور وہ اُن کو ڈھیل دے دے، اور کبھی چاہے تو ہاتھیوں کے لشکرِ جرار کو چڑیوں جیسی ادنیٰ مخلوق کے ذریعے چبایا ہوا بھوسہ بنا دے: ﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ﴾۔ وہ چاہے تو بت کدے میں اذان دلوا دے، اور اگر مرضی ہو جائے تو عبرت کے لیے خانۂ خدا میں کفار کے اسلام کے خلاف کیے جانے والے مشوروں پر تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرے۔

بہرحال! جہاز میں بقیہ وقت ہم اللہ تعالیٰ کی اِس شانِ غنا پر حیران و متعجب رہے، کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے کے باوجود نماز کے لیے اِس شخص کو نسبتِ ایمانی نرم نہ کر سکی؛ بلکہ ایک غیر مسلم فلمی شخص کا تذکرہ یہ کام کر گیا۔ مالکِ حقیقی کی ذات غنی ہے، کہیں ''إن اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر'' (مسلم:١١١) کا مظاہرہ فرماتے ہیں اور

بت کدے سے ایمان کے محافظ پیدا فرماتے ہیں: ع

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اَللّٰہُ الصَّمَدُ!

اسلام اپنوں میں اجنبی

جب ہوائی جہاز کے اسٹاف سے ہم نماز کی اجازت لے رہے تھے، تو وہ ہم کو حیرت سے پوچھنے لگے کہ: آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ کون ہیں؟ اور یہ سوال و جواب ازبکستان میں ایک جگہ نہیں، کئی جگہ ہم سے ہوئے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ داڑھی، کرتہ، اور اسلامی وضع قطع دیکھ کر ان کا پہلا سوال یہ ہوتا تھا کہ:

You Are Muslim (کیا آپ مسلمان ہیں؟)

اُن کے اِس سوال سے دل پر ایک چوٹ لگتی تھی کہ، آج مسلمانوں کے اپنے ملک میں بھی اسلامی پہچان اجنبی ہو چکی ہے۔

پھر دوسرا سوال یہ ہوتا تھا کہ: آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ اور بہت سی جگہوں پر یہ ہوا کہ ہم نے جن لوگوں کو بھی بتایا کہ: ہم ہندوستان سے آئے ہیں، تو لوگ جواب میں کہتے کہ: جہاں سے شاہ رخ خان اور راج کپور ہوا کرتے ہیں، اُس ہندوستان سے آپ آئے ہیں؟ یہ بات سنتے تو دل رونے لگتا کہ، یا اللہ! اس ملک کے نوجوانوں کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں؟ یہ معلوم نہیں ہے؛ لیکن ان کو ہندوستان کے فلمی اداکاروں کے نام معلوم ہیں، حالاں کہ ہوائی جہاز تاشقند سے ترمذ جا رہا تھا۔

ترمذ شہر میں

ہم عشا کے وقت شہر ترمذ پہنچے، بھائی عبد الرحمٰن صاحب کے ایک نمائندے بھائی منصور صاحب وہاں ہمارے استقبال میں گاڑی کے ساتھ موجود تھے، ان کی رہبری میں ہم Meridin ہوٹل کے لیے روانہ ہوئے، اس ہوٹل میں ہمارا رات کا قیام تھا۔ بھائی منصور ایک دینی سوچ وفکر کے نوجوان ہیں، سلسلۂ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے ہیں، دورانِ سفر نقشبندی اکابر کے کلمات سناتے رہے، اس سے پہلے ترکی اور ملیشیا کے عُلَما کی رہبری کی خدمت انجام دے چکے تھے، چوں کہ یہ شہر سرحدی علاقے میں واقع ہے؛ اس لیے بہت تفتیش ہوئی، نتیجتاً ہم لوگ رات کو بہت دیر سے ہوٹل میں پہنچے۔

دہلی سے حاجی منصور صاحب اور حاجی عبد اللہ صاحب کے گھر کا لیا ہوا کھانا، ناشتے میں بھی کام آیا تھا، اور آج ہوٹل میں بھی اسی کو گرم کر کے کھالیا۔ رات کو آرام کیا، اور فجر میں ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگ ''ترمذ'' شہر میں نکلے۔

ترمذ شہر

حضرت مولانا ذوالفقار صاحب نے اپنے سفرنامے میں ''ترمذ'' کا یوں ذکر فرمایا ہے:

دن کے دس بجے آمو دریا کے کنارے واقع ''ترمذ'' شہر پہنچے، یہ افغانستان کا دروازہ کہلاتا ہے، اور افغانستان کی جنگ میں روسی فوج کے حملے اور سپلائی لائن کا مرکز رہا ہے، یہاں پر سڑک کے دونوں اطراف میں ہزاروں ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں کو کھڑے ہوئے دیکھا، محب اللہ نے بتایا کہ: یہ سب گاڑیاں اور ٹینک خراب ہو چکے ہیں، افغانستان کی جنگ میں روس کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا، فقیر ٹینکوں کے

قبرستان کو دیکھ کر سوچ رہا تھا: ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (البقرۃ:۲۴۹)

(ترجمہ: کتنی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک چھوٹی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آگئی، اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

آگے تحریر فرمایا ہے کہ:

''ترمذ شہر چوں کہ فوجی اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے؛ لہٰذا یہاں غیر ملکی سیاحوں کو آنے کی اجازت بہت مشکل سے ملتی ہے''۔ (لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند)

خیر! یہ سب چیزیں پرانی تاریخی ہوگئیں اب یہ سب باقی نہیں رہا۔

ترمذ شہر کی صبح، پیر کا دن

ہم نے پوچھا کہ: آج سب سے پہلے کہاں جانا ہے؟ تو بتلایا کہ: ہم سب سے پہلے ترمذ شہر سے باہر حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جائیں گے، ہم ترمذ شہر سے باہر نکلے۔

جنتی نہر جَیْحُوْن کی زیارت

یہ ترمذ شہر ''آمو دریا'' نامی ندی کے کنارے پر واقع ہے، جس کا اسلامی نام حدیثِ پاک میں ''جَیحون'' آیا ہے۔ جن چار ندیوں کے متعلق حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ یہ چار نہریں جنت کی ہیں، ان میں سے ایک ''جیحون'' ہے، وہ حدیث پاک یہ ہے:

سَيْحُوْنَ وَجَيْحُوْنَ وَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ كُلٌّ مِّنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ. (مسلم:۲۸۳۹)

ترجمہ: سیحون، جیحون، نیل اور فرات یہ چاروں نہریں جنتی نہریں ہیں۔

بعض علما نے اس حدیث سے جیحون و سیحون مراد لینے کو صحیح نہیں قرار دیا ہے، اور

کہا ہے کہ: سیحون اور جیحون سے یہ نہریں مراد نہیں ہیں؛ بلکہ اُن کا نام ''سیحان'' اور ''جیحان'' ہیں، جو ملک شام میں ہیں۔ خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: شرح مسلم للنووی ۱/ ۳۸۰۔ العرف الشذی، ص: ۳۔ تکملۂ فتح الملہم ۶/ ۱۹۲۔ فیض القدیر ۴/ ۱۱۸۔

ماوراء النہر کا مطلب

اِس کا آج کل وہاں نام ''آمو دریا'' ہے، اس دریا کے پار افغانستان، پھر پاکستان، ہندوستان یعنی بِرِصغیر کا سارا علاقہ ہے، اور یہی وہ نہر ہے جس کی وجہ سے ہمارے فقہائے احناف کا ایک طبقہ ''عُلَمائے ماوراءُ النہر'' کے نام سے جانا جاتا ہے، اس کے کنارے پر ''ترمذ'' شہر واقع ہے۔

علمائے ماوراء النہر میں چند کے نام یہ ہیں: امام بخاری، امام ترمذی، فقیہ ابو اللیث سمرقندی، صدر الشہید عمر بن عبد العزیز بن عمر، (ولادت ۴۸۳ھ میں ہوئی اور صفر ۵۳۶ھ میں سمرقند میں شہید ہوئے اور بخارا میں مدفون ہیں۔ [فوائد: ۱۴۹])، صاحبِ ہدایہ، صاحبِ بدائع الصنائع، امام ماتریدی، خواجہ بہاء الدین نقشبندی، ابو نصر فارابی، ابن سینا، اور الغ بیگ رحمۃ اللہ علیہم۔ (یہ تیرے پر اسرار بندے، ص: ۳۰۱)

تابناک ماضی

کیا ماحول رہا ہوگا! جب یہ سرحدیں نہیں تھیں، ہر جانب مسلمانوں کی اسلامی سلطنتیں تھیں، عُلَما اور طلبہ کا علمی تشنگی کو بجھانے کے لیے اِدھر اُدھر آنا جانا ہوتا تھا، کبھی اِس علاقے والے اُس علاقے میں اور کبھی وہاں والے یہاں دین کی خاطر آتے جاتے

ہوں گے اور یہاں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ علمی تحقیقات کا تبادلہ، آپسی مذاکرے اور بعض مرتبہ مناقشے رہتے ہوں گے، یعنی کیا علمی ہلچل رہی ہوگی!!

اکتسابِ فیض کرنے والے کبھی یہاں کی خانقاہوں میں، کبھی وہاں کی خانقاہوں میں اور داعیانِ اسلام، اولیائے کرام کبھی اِس چوٹی پر، کبھی اُس چوٹی پر رختِ سفر باندھتے ہوئے صبح وشام، دن رات، اسفار میں مشغول رہے ہوں گے!!!

آج یہ حال ہے کہ سارا علاقہ کیا، ساری دنیا ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے؛ بلکہ ہر پڑوسی دوسرے سے برسرِ پیکار نظر آتا ہے۔

جیحون کے کنارے بدھسٹوں کے کھنڈرات

ہم سڑک سے آمو دریا کی زیارت کرتے کرتے آگے بڑھ رہے تھے، راستے میں بدھ مذہب کے ماننے والوں کے بہت سے کھنڈرات ہم دیکھ رہے تھے، یہ کسی زمانے میں بدھ مذہب کے ماننے والوں کی عبادت گاہیں تھیں، گاڑی سے ہی اس کو دیکھتے دیکھتے آگے بڑھ رہے تھے۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ اس ملک میں کسی زمانے میں بدھ مذہب عام رہا ہے، اور بتایا گیا کہ ہندوستان سے بدھ مذہب افغانستان آیا، افغانستان سے ازبکستان اور یہاں سے یہ مذہب چین اور اس کے اطراف میں پھیلا ہے۔ بدھ مندروں کے بہت سارے ٹوٹے ہوئے کھنڈرات ہم نے راستے میں دیکھے، بدھوں کی عبادت گاہوں کو ''پیگوڈا'' بھی کہتے ہیں۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

آگے چلتے ہوئے ہم لوگ ایک بہت ہی وسیع وعریض احاطے میں پہنچے، بتلایا گیا

کہ: یہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا احاطہ ہے۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف یہ ہے: ان کا مشہور نام ''حکیم ترمذی'' ہے، پورا نام ''ابوعبداللہ محمد بن علی بن بشیر بن ہارون'' ہے، علیٰ اختلاف الاقوال ان کی پیدائش سن ۲۰۵ھ میں ہوئی، اور وفات ۳۲۰ھ میں ہوئی، انھوں نے ۱۱۵ یا ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ: ان کی عمر ۹۰ رسال کی تھی۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف حضرت مولانا ذوالفقار صاحب کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے عُلما اور صلحا میں شمار ہوتے ہیں، ان کا مزار آمو دریا کے کنارے پر واقع ہے، دریا کی دوسری طرف افغانستان کا مشہور شہر مزار شریف ہے۔ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں کئی اساتذہ سے علمِ حدیث حاصل کیا، پھر طب کی دنیا میں اپنا نام پیدا کیا، خانقاہ کے متولی نے فقیر کو حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطب دکھایا، زیرِ زمین بنے ہوئے تہہ خانے دکھائے، جہاں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بعض مریضوں کو رکھتے تھے، یوں لگتا تھا کہ زیرِ زمین ہسپتال بنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو طبیبِ جسمانی کے ساتھ ساتھ طبیبِ روحانی بھی بنایا تھا، ہزاروں لوگ آپ کی خدمت میں آکر دردِ دل کی دوا لیتے رہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حسن وجمال سے بھی نوازا تھا۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

آپ کی جوانی کا واقعہ ہے کہ: ایک مرتبہ ایک جوان عورت آپ کے پاس آئی،

اور کہنے لگی کہ: مَیں آپ پر فریفتہ ہوں، ملنے کے لیے آئی ہوں، تنہائی ہے، آپ میری مراد پوری کریں۔ آپ کے دل پر خوفِ الٰہی اِس قدر غالب آ گیا کہ آپ رونے لگ گئے، عورت یہ دیکھ کر شرمندہ ہوگئی اور واپس چلی گئی، آپ چند دن کے بعد اس واقعہ کو بھول گئے۔

ایک مرتبہ آپ وضو کر رہے تھے، بڑھاپا آچکا تھا، کہ اچانک دل میں اُس عورت کا واقعہ یاد آ گیا، اور ساتھ ہی خیال آیا کہ مجھے چاہیے تھا کہ اس عورت کی خواہش پوری کر دیتا اور بعد میں گناہ سے توبہ کر لیتا۔ یہ خیال دل میں ایسا جم گیا کہ نکلنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا، آپ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے اور خوب رو رو کر دعا مانگی، حتیٰ کہ اسی حالت میں سو گئے۔ خواب میں حضرت نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حکیم ترمذی! اتنے مغموم کیوں ہو؟

عرض کیا کہ: اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جوانی میں خوفِ خدا غالب تھا، کہ دعوتِ گناہ کے باوجود گناہ کی طرف میلان پیدا نہ ہوا، اور اب بڑھاپے میں میری حالت اتنی بگڑ گئی ہے کہ نفس میں گناہ کی رغبت موجود ہے، دل کہہ رہا ہے کہ: تجھے اُس وقت گناہ کر لینا چاہیے تھا، افسوس کہ! مَیں اپنے بال سفید کر بیٹھا؛ مگر دل کو سیاہ کر لیا۔

حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بات یہ ہے کہ جب تم جوان تھے تو وہ وقت میرے زمانے سے قریب تھا؛ لٰہذا اُس میں خیر زیادہ تھی، اب تم بوڑھے ہو گئے تو اِس زمانے میں خیر کم ہوگئی، ماحول کی نورانیت میں کمی کی وجہ سے تمھارا خیال گناہ کی طرف چلا گیا، تمھارا رونا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔ پھر آنکھ کھلی تو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دل کو مطمئن پایا۔ (لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند)

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ حدیث

حدیثِ پاک کے مشہور رسالہ "رسالة الأوائل: للشيخ محمد سعيد بن سنبل رحمه الله"۔جس میں چالیس سے زائد مختلف کتابوں کی پہلی پہلی حدیثیں جمع کی گئی ہیں، ان کو پڑھا کر محدثین مختلف سندوں سے اس کی اجازت دیتے ہیں، اس- میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت: عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْه قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا نِمْتُ الْبَارِحَةَ، قَالَ: مِنْ أَيِّ شَيءٍ؟ قَالَ: لَدَغَتْنِيْ عَقْرَبٌ، فَقَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَوْ قُلْتَ حِيْنَ أَمْسَيْتَ: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّكَ شَيْءٌ. منقول ہے، جو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "نوادر الأصول في معرفة أحاديث الرسول" سے لی ہے۔

اس کتاب کا جدید نسخہ ہمارے جامعہ ڈابھیل کے کتب خانے میں بھی موجود ہے۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں بہت ہی مشہور ومعروف بزرگ گذرے ہیں۔

سلطان آباد

جہاں ان کا مزار ہے، یہ "سلطان آباد" نام کا ایک چھوٹا سا دیہات ہے۔کہا جاتا ہے کہ: سلطان آباد کسی زمانے میں بہت بڑا شہر تھا؛ لیکن چنگیزی فتنے کے زمانے میں اس شہر کو پورا ویران وکھنڈر کر دیا گیا، یہاں قتلِ عام کیا گیا اور شہر کو ختم کر دیا گیا۔

ہم احاطے میں داخل ہوئے تو ایک طرف میوزیم (Musiam) ہے، جس میں پرانے زمانے کی بہت ساری یادگار چیزیں بھی ہیں، جن کو دیکھ کر اُس دور میں کیسا آسان، تکلف سے خالی زندگی گذارنے کا طریقہ تھا وہ سمجھ میں آتا ہے، جب کہ آج

ترقی یافتہ کہے جانے والے دور میں گھریلو سامان کی بہتات کے باوجود جدید انداز نے ہماری زندگیوں کو مشکل، مہنگا اور پُرتکلف بنا دیا ہے، گھریلو سامان خریدنے میں بہت بڑی مقدار میں مال و دولت اور وقت خرچ ہوتا ہے، جو اسراف کی ایک شکل ہے۔

عمارتوں کے احاطے ہی میں باہر بہت خوب صورت باغیچہ بھی ہے۔ چلتے چلتے ہم لوگ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے پاس پہنچے، یہ مسجد ایک تہہ خانے میں واقع ہے۔

حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہسپتال

کہتے ہیں کہ: حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تہہ خانے میں ہسپتال (Hospital) بنایا تھا جس میں مریضوں کو داخل کرتے تھے۔ جس زمانے میں دنیا میں ہسپتال کا کوئی تصور نہیں تھا، اس وقت انھوں نے تہہ خانے میں یہ ہسپتال بنایا تھا جس میں باقاعدہ مریضوں کا علاج و معالجہ کیا جاتا تھا۔

ایصالِ ثواب کا انوکھا طریقہ

وہیں پر مسجد بھی ہے اور وہیں پر اُن کا مزار بھی، مسجد اور مزار کے پاس ایصالِ ثواب کا ایک عجیب و غریب طریقہ دیکھا کہ: وہاں کے عام لوگ بیچارے قرآنِ مجید کی تلاوت سے بالکل واقف نہیں، قرآنِ مجید ناظرہ پڑھنا عام لوگوں کو بالکل نہیں آتا (اس سلسلے میں مزید بات مَیں اِن شاءاللہ! آگے کروں گا)، وہاں ایصالِ ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ مزاروں پر مجاور حضرات بیٹھے رہتے ہیں، مجمع آتا رہتا ہے، جس میں اکثریت عورتوں کی ہوتی ہیں، پچیس پچاس عورتیں جمع ہوتی ہیں، مجاور ایک دو آیتیں پڑھتے ہیں، لوگ سنتے ہیں، اور اُس سنی ہوئی آیت کا ثواب صاحبِ قبر کو ایصال کر دیا جاتا ہے،

اس کے بعد دعا کی جاتی ہے،اور اِس کے بعد مجاور حضرات کو نذرانے دیے جاتے ہیں۔

ذکر کی جگہ

ہم وہاں سے باہر نکلے تو بتایا گیا کہ:سامنے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر گاہ ہے، ذکر و مراقبہ کی یہ عجیب و غریب جگہ ہے،تقریباً ۳۵ /سیڑھی اتر کر ہم زمین میں نیچے پہنچے، یہ جگہ بالکل کچی ہے اور آج تک ہو بہ ہو ویسی ہی ہے۔مَیں تو اس کو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سمجھتا ہوں، کہ گیارہ سو، بارہ سو سال کے بعد بھی کچی مٹی رکی ہوئی ہے، نیچے گڑھا ہے،اُس گڑھے میں ہم لوگ اترے، ابھی اس گڑھے کے اوپر چھت بنائی گئی ہے،ہم آہستہ آہستہ نیچے اترے،اترنے کے بعد دیکھا کہ وہاں پانی ہے۔

ایک زندہ کرامت

بتایا گیا کہ:حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جب ۶۳ /سال کی عمر کو پہنچے تو انھوں نے اپنی خلوت گاہ بنوائی تھی ،اس میں روشنی بھی نہیں آتی تھی ،اور ۷۵ /سال تک اس گڑھے میں آپ نے ذکر و مراقبہ کیا ہے،ذکر کے آثار و برکات اس طریقے سے ظاہر ہوئے کہ ایک مرتبہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ماہِ رمضان میں ذکر میں مشغول تھے تو قدرتی طور پر گڑھے میں پانی نکل آیا۔کہا جاتا ہے کہ: آج تک ہر رمضان کے مہینے میں وہ پانی نکلتا ہے، اور جب ماہِ رمضان ختم ہوجاتا ہے تو پانی خشک ہوجاتا ہے،ہم چوں کہ شوال کے مہینے کے بالکل شروع میں گئے تھے؛اس لیے ہم کو اُس پانی کے دیدار اور اس کو پینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

جب ہم باہر نکلے تو وہاں پر ایک دوسرے مجاور صاحب بیٹھے ہوئے تھے، وہاں پر

بھی پچاس سو عورتوں کا آنا جانا، تلاوت اور ایصالِ ثواب کا سلسلہ جاری تھا۔ وہاں کے جو مجاور صاحب تھے ہم ان کے پاس جا کر بیٹھے، حضرت دامت برکاتہم کے نورانی چہرے کو دیکھ کر انھوں نے خود درخواست کی کہ: دعا آپ کروائیں گے، تو حضرت نے وہاں پُرسوز دعا کروائی، ایک بہت بڑا مجمع اِس دعا اور آمین میں شریک ہوا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرف روانگی

ہم وہاں سے باہر نکل کر ”شیر آباد“ جانے کے لیے گاڑی میں سوار ہوئے، شیر آباد وہ مبارک جگہ ہے جہاں امامِ عالی مقام: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما رہے ہیں، تقریباً ۲۰ رکلومیٹر ہماری گاڑی چلی ہوگی کہ راستے پر ایک اونچا گیٹ آیا، اس میں ہماری گاڑی داخل ہوئی اور ایک کچے راستے پر چلنے لگی، تقریباً ڈیڑھ دو کلومیٹر کچے راستے پر چلنے کے بعد ایک بڑے قبرستان میں ہم داخل ہوئے، جس میں چاروں طرف دور دور پہاڑیاں تھیں، کھیت تھے، قبریں تھیں، عجیب سناٹا تھا، دور دور تک نہ کوئی انسان، نہ کوئی مکان، نہ کوئی بستی، نہ کوئی آبادی وہاں نظر آ رہی تھی؛ البتہ رحمت کے فرشتے ضرور ان کی اِس آخری آرام گاہ پر آتے جاتے ہوں گے۔ اسی قبرستان کے بیچ میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں۔

ماضی کے تخیلاتی مناظر

جس زمانے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ وہاں رہتے تھے، کتنے عاشقانِ علمِ حدیث طلب و جستجوئے علم میں؛ بلکہ اِس سے آگے بڑھ کر بہت سے عُلَما، صُلَحا، فُضَلا، صاحبِ سند محدثین محض اپنی سند کو عالی کرنے کے لیے اِس حال میں یہاں آتے رہے ہوں گے

کہ نورانی مخلوق یعنی فرشتے اُن کے قدموں کے نیچے اپنے نورانی پر بچھا کران کا استقبال کرتے ہوں گے، اور رحمتِ الٰہی اُن کو اوپر سے ڈھانپ لیتی ہوگی، اور ایک جماعت ان کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہوگی، "حفتهم الملائكة" کا نورانی منظر رہتا ہوگا، کتابوں کا تو زیادہ دستور نہیں تھا؛ تاہم قلم و کاغذ لے کر کتنے ہی علم کے متوالے امام عالی مقام کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے ہوں گے۔

اور جس وقت امامِ ہُمام مجلس میں آتے ہوں گے، یہ منتظر مجمع مضطرب ہوجاتا ہوگا، کوئی پہلی نظر والا دیدار کرتا ہوگا، کوئی محبت کے القاب سے پکارتا ہوگا، کوئی خاص شاہانہ انداز میں "جاء الشيخ الثقة الأمين" کا اعلان کرتا ہوگا۔

اور جس وقت امامِ حدیث اپنے مبارک لبوں کو کھولتے ہوں گے، رحمتِ الٰہی بھی جوش مارتی ہوئی اُن نفوسِ قدسیہ پر ٹپکتی ہوگی اور جوں جوں یہ سند "حدثنا" اور "أخبرنا" کے تسلسل کو لے کر "قال قال رسول الله ﷺ" پر منتہی ہوتی ہوگی، اور محبوبِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک کو اِس دور دراز علاقے سے اِس درود شریف اور اِس کے بعد متواتر درودوں کی خبر اِس کام پر مامور جماعتِ ملائکہ پہنچاتی ہوگی، تو سید الثقلین، امام المعلمین حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ پُرفتوح کی جانب سے ملنے والی دعاؤں اور مسرتوں کا کیا ٹھکانہ رہتا ہوگا، اللہ اللہ!!!

پھر جس قدر آگے سلسلہ چلتا رہا ہوگا، طلبہ کے استفسارات، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات، بعض سینہ بہ سینہ اور بعض کاغذ و قلم لے کر اس خزانے کو سمیٹ کر جب مجلس سے اٹھتے ہوں گے، تو قلب وجگر کا کیا حال رہا ہوگا!!!

آج بھی حدیث شریف کے برکات

دنیا دیکھنا چاہے تو تنزل کے اِس دور میں بھی آج دارالحدیث کے مناظر کو دیکھنے آئے ''حدثنا و أخبرنا'' اور ''قال قال رسول اللہ ﷺ''کو مکمل سند کے ساتھ، آدابِ علم کی رعایت کرتے ہوئے پڑھنے سے صرف ایک سال میں اساتذہ اور شاگردوں کے درمیان محبت ومحبوبیت کا کیا رشتہ پیدا ہوجاتا ہے، کہ رخصت اورالوداعی مجالس میں آنکھوں سے جاری ہوکر نہ تھمنے والا سیلاب تو ایسا پیارا اور مؤثر ہوتا ہے کہ اس کے ذکر کے وقت آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔

حاضری کے وقت مزار مبارک کے دل دوز مناظر

(جس وقت ہماری حاضری ہوئی اس خاص وقت کی منظر کشی ہے)

اے مالک! آپ حکیم، داتا اور دانا ہیں، اپنی رحمتوں کو خود جانتے ہیں۔

کہاں گیا اِس جگہ کا وہ منظر؟

کہاں گئیں وہ مجالس؟

کہاں گئے وہ ''قرأت علی الشیخ'' کہنے والے؟

وہ ''حدثنا'' اور ''أخبرنا'' کی سند کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے والے!

یہ کیا ہوگیا؟

آج تو یہاں کچھ بھی نہیں!

کوئی آواز نہیں!

کوئی طالب علم نہیں!

کوئی استاذ نہیں!

مسجد تو ہے؛ لیکن کوئی اذان دینے والا یا اقامت کہنے والا نہیں!

مالک آپ غنی ہیں، یہ کیا ہوگیا؟

وضو کے وقت استاذ کے لیے پانی کا لوٹا لانے کے لیے دوڑنے والے خوش نصیب شاگردان!

وہ استاذ کے جوتے سیدھے کرنے میں ایک دوسرے سے جھگڑنے والے سعادت مند تلامذہ!

وہ ایک دوسرے سے پہلے حدیث شریف کی عبارت پڑھنے کی کوشش کرنے والے خوش الحان طالبانِ علمِ حدیث!

وہ "لو قلت من کتابك" کہہ کر کاپی سے حدیث سننے کے شائقین!

وہ استاذ کی کاپی لانے اور لے جانے سے قبل ہی شوقِ علم میں زبانی سنانے کی درخواست کرنے والے طلبۂ عزیز!

کہاں گئے؟

کہاں چلے گئے؟

اس جگہ پر یہ سناٹا کیسا؟

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بہر حال! فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة، بندہ کیا دخل دے مالک کی حکمتوں میں! اس کی تکوین میں! وہ جانے اس کا کام! بندہ اپنی حدود سے باہر کیوں جائے!۔ وہ پروردگار اُس وقت بھی اعلیٰ و برتر اور احد و صمد تھے جب یہاں گلستانِ حدیث کی

ہزاروں بلبلیں چہکتی تھیں، اور آج بھی اتنے ہی یکتا و بے نیاز ہیں جب یہاں قبرستان میں دور دور تک کسی انسان کے نام ونشان نہیں، سبحان وصمد ہے اس کی ذات!

وہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے، ہم گاڑی سے اتر کر اس مسجد میں گئے، سب نے چاشت کی نماز پڑھی۔ مسجد کے متصل امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں، مسجد کے باہر ایک بڑے پتھر پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کندہ کیے گئے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

مزار والے کمرے میں داخل ہوتے ہی مولانا رحمت اللہ صاحب زید مجدہ نے وجد کے عالَم میں ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایک چھلنی رکھتے تھے، اور سندوں کو سامنے رکھ کر فیصلے فرمایا کرتے تھے کہ: یہ حدیث صحیح ہے، یہ حسن ہے، وغیرہ وغیرہ۔

پھر ہم سب امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس بیٹھ گئے، اور حضرت شیخ مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے ترمذی شریف کا پہلا باب اور اس کی حدیثیں اور بعد میں ترمذی شریف کے پورے ایک صفحے کی عبارت تلاوت فرمائی، جب حضرت نے خطبہ شروع کیا اور اس جملے پر پہنچے: "وبالسند المتصل منا إلى الإمام الهمام الحافظ الحجة أبو عيسىٰ الترمذي" اُس وقت سب کی چیخیں نکل گئیں، اور سب بے اختیار زاروقطار رونے لگے، پھر جب ترمذی شریف کی عبارت پڑھتے پڑھتے باب پورا ہوا، اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ شروع ہوا: "قال أبو عيسىٰ: هذا حديث حسن صحيح"، تو کوئی بھی اپنے آپ پر قابو نہ کرسکا، اور سب دھاڑیں مار مار کر اس موقع پر رونے لگے، ہر ایک پر ایک عجیب گریہ کا سماں طاری ہوگیا۔

پھر حضرت دامت برکاتہم نے دعا شروع کی، اِس دعا میں سب کو بہت رونا آیا، خاص طور پر حضرت کی دعا کے اِس جملے پر کہ: اے اللہ! جس سرزمینِ بابرکت سے پوری دنیا کو علوم نصیب ہوئے، احادیث کا مجموعہ ملا، آج اس سرزمین کے انسان کس حالت میں زندگی گذار رہے ہیں!!

ان کے لیے خوب دعائیں کی گئیں، پھر ہم لوگوں نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو ایصالِ ثواب کیا۔

ترمذی شریف کی چند حدیثیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر لکھی گئی ہیں۔ آپ کا پورا نام "أبو عيسٰى محمد بن عيسٰى بن سورة بن موسٰى الترمذي" بھی آپ کے مزار پر کندہ ہے۔

پھر حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مدظلہ بانڈی پورہ نے فارسی کا ایک شعر پڑھا، بڑا عجیب شعر تھا؛ چوں کہ ابھی کل ہی ہم قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے آئے تھے، اور آج صبح حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے آئے تھے، ان کے مقابلے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بالکل سناٹا تھا، نہ عورتوں کی بھیڑ، نہ مَردوں کی بھیڑ، نہ کوئی زیارت کرنے والا، نہ کوئی دیکھنے والا، وہ شعر یہ تھا:

بر مزارِ ما غریباں نہ چراغ نہ گُلے	نہ پروانہ سوزد، نہ صدائے بلبلے

ہم غریبوں پردیسیوں کی قبر پر نہ پھول ہے، نہ چراغ، نہ کوئی رونے والا ہے، نہ کوئی آنے والا ہے، نہ کوئی چراغ ہے کہ اُس پر کوئی پروانہ آکر گرے، نہ کوئی چمن ہے کہ اس پر کوئی بلبل آکر چہکے، بس ایسی ویرانی میں ہم سو رہے ہیں۔

ہم سب امتِ مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی پر افسوس کرتے ہوئے اس جگہ سے باہر آئے، سبھی حضرات اس موقع پر ٹھنڈی آہیں بھر رہے تھے کہ حضرت شیخ الحدیث مفتی صاحب دامت برکاتہم نے برموقع اقبال کا یہ شعر پڑھ کر قلوب میں توحیدِ الٰہی اور مالک الملک کی شانِ بے نیازی کا استحضار کروادیا:

یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند	بہار ہو کہ خزاں لاالہ الا اللہ

عجیب میٹھے تربوز اور خربوزے

جب ہم باہر نکلے تو قلب پر عجیب کیفیت کا سماں تھا، مزارِ مبارک سے نکل کر سڑک پر آئے، بھوک اور پیاس بھی لگی ہوئی تھی۔ جب چند قدم آگے چلے تو ایک گاڑی دیکھی، جس میں کھیتوں کے تازہ تازہ خربوزے اور تربوز بیچے جارہے تھے، ہم نے فوراً گاڑی رُکوادی اور سب حضرات شہتوت کے درخت کے جھنڈ میں بنی ہوئی ایک جگہ میں بیٹھ گئے، سامنے کھیتوں کا ایک بہترین منظر تھا، تازہ تازہ گیہوں ابھی کٹے ہوئے تھے، دور دور تک پیارا منظر تھا۔

آپ یقین مانیے! زندگی میں اتنے میٹھے، اتنے نرم اور ملائم، رس دار نہ تربوز کھائے اور نہ خربوز، عجیب قسم کے تربوز اور خربوز، مَیں اس کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا، رس سے بھرے ہوئے اور عجیب وغریب مٹھاس، ایسا لگتا تھا کہ اس میں شکر گھولی ہوئی ہے، رس اس میں سے اتنا نکل رہا تھا کہ گلاس کے گلاس بھر جائے۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب نعمت تھی، سب کھا رہے تھے اور بار بار زبان سے الحمد للہ کا ذکر ہو رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو پھلوں کی فراوانی کی نعمت سے مالا مال فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا حال

جب وافر مقدار میں پھلوں سے سیر ہوئے تو حضرت مدظلہ العالی نے ایک نکتہ ارشاد فرمایا: ’’خربوزہ: فارسی زبان میں ’’خر‘‘ گدھے کو کہتے ہیں، اور تربوز ’’بز‘‘ بکری کو کہتے ہیں، آج کھانے میں ہمارا حال ’’خر‘‘ اور ’’بز‘‘ جیسا ہوگیا اور ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا‘‘۔ یہ جملے اِس درد سے حضرت نے ارشاد فرمائے کہ، ہمارے لیے ایک بڑی نصیحت بن گئے۔ اگر کھانا اللہ تعالیٰ کے لیے کھایا جاوے، اچھی نیت سے کھایا جاوے تو وہ بھی عبادت ہے۔

قیمت بھی معمولی

جب سارے حضرات کھا کر فارغ ہوگئے تو اخیر میں مَیں نے پوچھا: کُل کتنے پیسے ہوئے؟ تو قیمت سن کر بھی آپ کو حیرت ہوگی کہ ہمارے حساب سے ایک ڈالر میں اتنے سارے خربوزے اور تربوز ہم نے کھائے (ہمارے ہندوستان میں ایک امریکی ڈالر کا آج کل بھاؤ ۶۲ یا ۶۳ روپیے ہیں)، اتنے روپیے میں ہم نے تقریباً بارہ- تیرہ تربوز اور خربوزے کھائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب زیدمجدہ جو قلندر اور زندہ ولی صاحبِ نسبت بزرگ ہیں، مجمع البحرین ہیں: ایک تو فقیہ الامت سیدی حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، اور ساتھ ہی حضرت اقدس مولانا ذوالفقار نقشبندی مدظلہ سے بھی اجازت ہے، ان کی زبان سے ایک بات نکلی جو واقعی بالکل صحیح تھی کہ: ’’یہ امامِ عالی

مقام امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے ہماری دعوت ہے"۔

یہ واقعہ تھا کہ پھر پورے ازبکستان کے سفر میں ہم نے خربوزے اور تربوز بہت کھائے، دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی بہت مرتبہ کھانا نصیب ہوا؛ لیکن جو مٹھاس اور لذت اُس خربوزے اور تربوز میں تھی پورے ملک کے سفر میں کہیں پر ایسی لذت اور مٹھاس ہم کو نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت دامت برکاتہم نے عجیب تشریح فرمائی، مجھ سے فرمایا کہ: بات دراصل یہ تھی کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر (عامۃً) کوئی آتا جاتا نہیں، ہم آئے؛ اس لیے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری دعوت کی، اور ان کی توجہ ہم کو حاصل ہوئی۔

حضرت نے فرمایا: حضرت شیخ زکریا صاحب نَوَّرَ اللہُ مَرقَدَہ نے اپنی "آپ بیتی" میں لکھا ہے کہ: شہدائے خیبر کی قبور پر حاضری ہوئی تو جتنی کشش اور دل بستگی ان قبور پر تھی، اتنی حرمین کے کسی قبرستان میں نہیں ہوئی، اس پر بڑی حیرت بھی ہوئی اور کئی دنوں تک اس کا اثر بھی رہا، اکابرِ ہند: علی میاں، مولانا انعام الحسن صاحب (حضرت جی ثالث) وغیرہ سے بندے نے اس کی وجہ دریافت کی، کہ بقیع اور جنت المعلیٰ میں اتنی کشش نہیں، جتنی یہاں ہوئی، مدینہ پاک کے کئی ماہ قیام میں ان قبور پر بار بار جانے کا تقاضا رہا، ان اکابر نے جاذبیت کی وجوہ مختلف بتلائیں، اِس سیہ کار کے خیال میں وجہ یہ ہے کہ وہاں حاضر ہونے والے بہت کم ہیں، حاضری کی نوبت دور ہونے اور جنگل کی وجہ سے کم آتی ہے؛ اس لیے وہاں کی مقدس ارواح کی توجہ آنے والوں کی طرف زیادہ ہوئی۔ (آپ بیتی: ۱/ ۵۲۸، ۵۲۹)

حضرت نے فرمایا کہ: جس طرح کسی کے یہاں اگر کوئی نہ جاتا ہو، اور وہاں کوئی

جائے تو اعزاز و اکرام بڑھ جاتا ہے، یہاں پر بھی ہم لوگوں کو یہی بات محسوس ہوئی۔

شیر آباد سے بخارا کی طرف

شیر آباد- جہاں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے وہاں- سے ہم روانہ ہوئے، تو ہم نے بھائی منصور سے پوچھا کہ: ہماری اگلی منزل کونسی ہے؟ انھوں نے کہا: اب ہمیں بخارا جانا ہے۔ میرے پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ: چھ سو پچاس کلومیٹر ہے، زیادہ نہیں ہے۔ ہم نے ہندوستانی اعتبار سے اندازہ لگایا کہ ان شاء اللہ پانچ یا چھ گھنٹے میں تو ہم پہنچ جائیں گے، اور عصر کی نماز ان شاء اللہ بخارا جاکر ادا کریں گے؛ چوں کہ گاڑی بھی ماشاء اللہ عمدہ تھی، ایئر کنڈیشن بھی اچھا چل رہا تھا، اب تک کے راستے بھی اچھے تھے، ہم اِس زعم میں گاڑی میں سوار ہوئے؛ لیکن ہماری گاڑی کچھ ہی کلومیٹر آگے چلی تھی کہ اب ایسا راستہ آیا کہ دل کہنے لگا: اِس سے بہتر تو یہ تھا کہ پختہ راستہ بنا ہی نہ ہو، ایسا راستہ کہ بس خدا کی پناہ، اور اس کو طے کرنے میں اتنی تاخیر ہوئی کہ تقریباً گیارہ گھنٹے لگ گئے، اور کافی دیر سے رات گئے ہم لوگ بخارا پہنچے۔

اصلی دیہاتی زندگی

راستے میں ایک گاؤں میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے لیے ہم رکے تھے، وہاں ایک بڑا عجیب واقعہ پیش آیا: بالکل پرانے انداز کا ایک گاؤں تھا، سیدھی سادی وہاں کی زندگی تھی، ظہر کی نماز کے لیے ہم رُکے اور مسجد میں نماز کے لیے گئے، بالکل پرانے انداز کی مسجد تھی، اس کا وضوخانہ بھی بڑا عجیب تھا، اس میں قدیم انداز کے کافی وزن دار لوٹے تھے، اور پرانی لکڑیوں کی نشست گاہیں بنی ہوئی تھیں، ایک لمبا گڑھا بنایا گیا تھا

جس کے چاروں طرف بیٹھک بنادی گئی تھی، اور مستعمل پانی اس گڑھے میں جارہا تھا، اس میں ریت ہونے کی وجہ سے پانی جذب ہوجاتا تھا، استنجا خانے بھی بہت سادے بنے ہوئے تھے۔ مسجد کے چاروں طرف بہت ہی خوب صورت درخت اور بیلیں تھیں، اور پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا، جس کا پانی بہت ہی ٹھنڈا تھا، جیسے کسی کولر سے پانی آرہا ہو، بہت ہی عمدہ آب وہوا تھی۔

ہم ضروریات اور وضو سے فارغ ہوکر مسجدِ شرعی میں داخل ہوئے، دیہات کے لوگوں نے ہمارے قافلے کو دیکھا، وہ بڑی حیرت سے ہم کو دیکھنے لگے، امام صاحب کو اطلاع ہوئی تو وہ فوراً مسجد میں تشریف لے آئے، گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ اِس امام صاحب کے والد بڑے عالم تھے، ان کے دادا بھی بڑے عالم تھے، اور ان کے دادا مرحوم کی یاد میں ان کے والد نے یہ مسجد بنا رکھی ہے، وہ امام صاحب چند سورتوں اور آیتوں کے حافظ تھے۔ ہم نے ظہر کی نماز جماعت سے ادا کی، پھر امام صاحب نے قرآنِ پاک کی چند آیتیں سنائیں، اور انھوں نے حضرت دامت برکاتہم سے درخواست کی کہ: آپ میرے والد اور مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے دعا کروادیجیے۔ حضرت دامت برکاتہم نے وہاں مسجد میں بیٹھ کر پُرسوز دعا کروائی۔

قرآنِ مجید کی تعلیم

امام صاحب سے تعلیمِ قرآن کے سلسلے میں مذاکرہ ہوا، تو انھوں نے بتایا کہ: یہاں مکتب یا مدرسے کا نظام تو بہت ہی دشوار ہے؛ بلکہ مَیں نے اندازہ لگایا کہ اِس موضوع پر بات چیت کرنے سے بھی ڈر رہے ہیں۔

نکلتے نکلتے ہم نے آہستہ سے اُن سے درخواست کی کہ: کم سے کم آپ اپنے بچوں کو تو قرآنِ پاک پڑھایئے، اِس چھوٹے سے دیہات میں تو آپ قرآنِ مجید کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیجیے، یہاں پر کہیں بھی قرآن کی تعلیم کا رواج نہیں ہے۔

اِس پر امام صاحب نے بڑے درد سے کہا کہ: معاف کیجیے! کہ ہم اپنے ملک میں اپنے بچوں کو بھی قرآن نہیں پڑھا سکتے، ہم پر قانونی پابندی ہے، قرآنِ پاک کی تعلیم سے ہم لوگ محروم ہیں، آپ دعا کر دیجیے۔ ہم ان کی یہ درد بھری بات سن کر دل میں حسرت لیے آگے بڑھے۔

(اب الحمدللہ کافی سہولت ہو رہی ہے، اور قرآن مجید اور دینی تعلیم کے سلسلے جاری ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب ترقیات سے نوازے۔)

باری تعالیٰ کا نظامِ رزق

باہر نکلے تو تازہ پھل، سبزیاں اَور بھی چیزیں بڑی مقدار میں چھوٹے چھوٹے راستوں پر واقع فرشی دکانوں میں مل رہی تھیں، کچھ چیزیں خرید کر کھانے بیٹھے، ہمارے ساتھ ہندوستان سے جو کھانا تھا اس میں امام صاحب اور دوسرے وہاں کے مسلمانوں کو بھی شامل کیا، اُس وقت دل میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ کے رزق کا نظام دیکھو! کہاں دہلی اور کہاں ازبکستان کا ایک چھوٹا سا دیہات؟ خود پکانے والے کو نہیں معلوم کہ یہ کھانا کون کون کھائے گا؟ کھانے والے کو نہیں معلوم کہ میرے پاس آج کہاں سے کھانا آئے گا؟ سب باری تعالیٰ کا نظامِ رزق ہے:

﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا﴾ (هود:٦)

ترجمہ: اور زمین میں کوئی چوپایہ نہیں؛ مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے اس کی روزی ہے۔

امام صاحب اور وہاں کے مسلمانوں سے الوداعی سلام ومصافحہ کرکے ہم پھر گاڑی میں سوار ہوگئے۔

بخارا کے راستے میں عصر کی نماز

پھر راستے میں ایک اَور جگہ عصر کی نماز کے لیے رکنا ہوا، ایک قصبہ تھا، وہاں ایک ہوٹل تھی، وہاں گاڑی رکوائی، اور جب ہم گاڑی سے اترے تو وہاں بڑی تعداد میں بچے اور جوان لڑکیاں ہماری طرف بڑی تعجب کی نگاہوں سے دیکھنے لگے، کہ یہ کونسی نئی مخلوق ہے، حسبِ سابق یہاں پر بھی سوالات ہوئے کہ کیا آپ مسلمان ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ وغیرہ۔

بات چیت میں مشکلات

اِس ملک میں عام طور پر بات چیت میں بڑی مشکلات پیش آئیں:

(۱) ازبک زبان ہم نہیں جانتے، اس کے کچھ الفاظ فارسی زبان سے ملتے جلتے ہیں؛ اس لیے بعض بوڑھے لوگ، فارسی زبان بولنے سے بات کا کچھ خلاصہ سمجھ لیتے ہیں۔

(۲) عام لوگ انگریزی نہیں جانتے؛ البتہ ہوٹل اور بڑے شہروں میں انگریزی سے کام چل جاتا ہے۔

(۳) مساجد کے ائمہ میں سے بعض حضرات قدرے عربی سے واقفیت رکھتے ہیں؛ اس لیے کبھی کبھی کچھ کام اس سے بھی چل جاتا ہے، البتہ مقامی رہبر بھائی منصور صاحب انگریزی زبان جانتے تھے؛ اس لیے ترجمانی میں وہ معاون بنے، اور بڑی مشکل بات

یہ ہے کہ دکان، ہوٹل ہر جگہ لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں، عام کام کاج وغیرہ میں اس قدر عورتیں دوسری جگہ کم دیکھنے میں آئیں۔ (یہ اِس سفر کے وقت کا حال لکھا گیا ہے۔)

سیراب زمین کے پیاسے باشندے

خیر! ہم ایک جگہ عصر کی نماز کی نیت سے ٹھہر گئے، وہاں بہترین بغیر دودھ والی چائے سے اور ہمارے ساتھ جو ذخیرۂ طعام تھا اس سے پورا قافلہ محظوظ ہوا، اور کچھ مقامی حضرات بھی شامل ہو گئے، ہوٹل کے پچھلے والے حصے میں ایک ندی بہہ رہی تھی، جس کا پانی بہت ہی ٹھنڈا اور وافر مقدار میں تیزی سے بہہ رہا تھا، اور اس کے کنارے پر بہت خوب صورت نشست گاہیں بنی تھیں، جہاں بیٹھ کر کھانا وغیرہ کھایا جا سکے۔

تمام حضرات نے وضو کیا، پھر ندی کے کنارے ایک کشادہ جگہ پر اذان کہی گئی، اور نماز کی صفیں لگیں تو مقامی لوگ بہت حیرت سے اس منظر کو دیکھنے لگے، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جس چیز کی ان کے نفوس کو تلاش تھی وہ ایک طویل عرصے کے بعد ملی، وہاں کے موجود لوگوں کو نماز کی دعوت دینے پر ہی اکتفا کرنا پڑا، وہاں پر بھی بہت سارے بچے تھے، ان کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کی سعادت حاصل ہوئی۔

البتہ! شہروں سے دور اِس قصبے میں ہوٹل پر ہندی فلمی گانے بج رہے تھے، جو ہماری درخواست پر کچھ دیر کے لیے بند کر دیے گئے، ہم حسرت و تعجب کے ساتھ دعا کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے۔

”کرش یا کرشی“ شہر میں

گزرتے ہوئے راستے میں ایک شہر آیا جس کا نام ”کرش“ بتایا گیا، وہاں ایک

خوب صورت عمارت تھی، اس پر عربی زبان میں کچھ عبارتیں لکھی تھیں، وہ عمارت دیکھ کر ہم نے گاڑی رکوادی، پتہ چلا کہ یہ عمارت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی یاد میں بنائی گئی تھی، ان کا مزار تو دمشق میں ہے؛ لیکن ان کی قبر کی مٹی لاکر ان کی یاد میں یہ عمارت بنائی گئی ہے۔

ہم اندر داخل ہوئے، عمارت میں عیسائیوں کا کافی رش نظر آیا، اس عمارت کے منتظم کو تلاش کیا گیا، بالآخر وہ مل گیا تو اس نے ہم کو پوری عمارت میں گھمایا پھرایا، ایک کمرہ نہایت اہتمام سے دکھایا، جس میں کچھ کتابیں رکھی ہوئی تھیں، ان کتابوں میں سے ایک پرانی کتاب بہت اہتمام سے دکھائی کہ یہ نوادرات میں سے ہے، وہ خود نہیں جانتے تھے کہ یہ کتاب کیا ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ کس فن کی ہے؟ اس کو یہاں کیوں رکھا گیا ہے؟ قدیم کاغذ اور شکستہ تحریر ہونے کی وجہ سے وہ اس کو نوادرات میں سے سمجھ رہے تھے، ہم نے غور سے دیکھا تو وہ منطق کی کتاب ''قطبی'' تھی اور لکھنؤ کی چھپی ہوئی تھی، اوپر کی عبارت کے ساتھ جملہ منسلک ہونے کی بنا پر اور المسمٰی کے بعد ''بالقطبي'' کی شکل میں لکھا ہوا ہونے کی بنا پر شاید کوئی عجیب چیز تھی۔

خیر! اس میوزیم میں ہم نے ہندوستان کی مطبوعہ دو کتابیں دیکھیں: ایک ''قطبی'' جو فرنگی محل لکھنؤ کی مطبوعہ تھی، اور دوسری کتاب ''التِبیان'' جو نول کشور لکھنؤ سے چھپی ہوئی تھی۔

نَوَل کِشُوَر

یہ مطبع نول کشور کسی زمانے میں لکھنؤ کا مشہور مطبع رہا ہے، اس کا نام تو غیر مسلموں

جیسا ہے، یہ منشی نَول کِشور لکھنوی کا قائم کردہ مطبع تھا جو اسلامی کتابوں کی اشاعت کے لیے قائم کیا گیا تھا، باقی حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس کتب خانے کے مالکان نے دینی واسلامی بہت سی کتابیں شائع کی ہیں۔ ان نول کشور صاحب کے بہت سارے واقعات ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ: یہ کتابوں کا بہت زیادہ ادب واحترام کرتے تھے، سنا ہے کہ جن پلیٹوں میں کتابیں چھپتی تھی، ان پلیٹوں کو دھونے کے لیے گنگا ندی کے کنارے بھیجتے تھے؛ تاکہ ان پلیٹوں کے اندر سے جو روشنائی نکلے، اس کی بے ادبی نہ ہو، اور دکان میں بھی کتابیں نہایت باادب انداز میں رکھی رہتی تھیں۔

باقی آج کل مسلمان کتاب فروخت کرنے والوں کا حال بھی بہت برا ہے، نہایت گندی نالیوں کے قریب حدیث، تفسیر کی کتابیں رکھی رہتی ہیں، قرآن، حدیث اور دیگر کتابیں جہاں رکھی ہوں وہاں بیٹھ کر بیڑی، سگریٹ پیتے ہیں، قرآن اور کتابوں کے بیچ میں ٹی وی رکھا ہوا ہوتا ہے اور فلم دیکھی جاتی ہے، گانا بجتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، آمین۔

ایک یادگار عمارت اور اس کی تعمیر کا سبب

الغرض! جب اس میوزیم میں موجود عملے سے مَیں نے بات چیت کی کہ: آپ کی لائبریری میں رکھی ہوئی یہ کتاب انڈیا کی چھپی ہوئی ہے، تو وہ حیرت میں پڑ گئے کہ یہ کتاب جو ہمارے یہاں رکھی ہے وہ انڈیا سے کیسے آ گئی؟ وہ بھی حیران تھے، کافی وقت ہو چکا تھا؛ اس لیے ہم وہاں سے روانہ ہونے لگے۔

پوری عمارت وغیرہ کے نظارے سے فارغ ہونے کے بعد روانگی سے قبل جب رہبر سے کہا گیا کہ: وہ ہمیں کسی ذمے دار سے ملائے، تو ایک صاحب سے ملاقات کروائی، جب ان سے استفسار کیا گیا کہ یہ عمارت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیوں ہے؟ باہر بہت نمایاں تحریر بھی دروازے کے اوپر کندہ کرائی گئی ہے، یہاں ایسی کیا چیز ہے؟ انھوں نے بتایا کہ: امیر تیمور یا ان کے لوگ جب کبھی عربوں یا بزرگ شخصیات کے دربار میں گئے، تو وہاں اگر ان کو تبرکات میں سے کوئی چیز ملی یا وہاں کی خاک میسر ہوئی، تو اس کو ساتھ لا کر انھوں نے ان ہی شخصیات کے نام سے منسوب عمارت تیار کروا کے ان آثار یا تبرکات یا مٹی کو اِس طرح اہتمام کے ساتھ محفوظ کیا۔ ان ہی مقامات میں سے یہ جگہ بھی ہے، کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے منسوب مٹی اِس جگہ پر رکھی گئی، تو اس پر یہ یادگار بنائی گئی ہے، اسی عقیدت کی وجہ سے زائرین اور سیّاحوں کا یہاں آنا جانا رہتا ہے۔

”نسف“ شہر

یہاں ایک بات اَور معلوم ہوئی کہ ”نسف“ شہر یہاں سے ۵۰ رکلومیٹر دور ہے اور جب نسف شہر کا نام آیا تو ہمارے ذہن میں امام ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ اور شمس الائمہ علامہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں تازہ ہوگئیں، شرحِ عقائد کے ماتن اور ”العقائد النسفیۃ“ کے مصنف: علامہ عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ ذہن پر چھا گئے۔

راستے کے خوب صورت پہاڑ اور سدِّ ذوالقرنین کی یاد

راستے میں ہم لوگ خوب صورت مختلف رنگ کے پہاڑ دیکھتے ہوئے اور ازبکستان

کی اصلی دیہاتی زندگی کا نظارہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، بعض جگہ پر پہاڑ ایسے عجیب وضع کے تھے جیسے کہ باقاعدہ دیوار بنائی گئی ہو، جب ان پہاڑوں کو دیکھا تو گاڑی میں یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ: سدِّ ذوالقرنین کہاں پر واقع ہے؟ اس لیے کہ ''قصص القرآن'' میں مولانا سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اور دوسرے مفسرین نے جو متعدد رائیں لکھی ہیں، اس میں ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ روس کے اِس علاقے میں اُس دیوار کے ہونے کا امکان ہے۔

اِس سفر میں ہم نے دیکھا کہ پتھر کے بنے ہوئے کچے مکانات ہیں، گدھے اور خچر پر لوگ سواریاں کر رہے ہیں، راستے میں ایک جگہ پر دیکھا کہ پہاڑ پر ٹرین کا انجن ہے، بتایا گیا کہ یہ روسی حکومت کے زمانے کا انجن تھا، بہ طورِ یادگار پہاڑ پر رکھا گیا ہے۔

بخارا شہر میں حاضری

رات دیر گئے ہم بخارا پہنچے، ہمارے قیام کے لیے جو ہوٹل تجویز کی گئی تھی، وہاں جا کر ہم کو پتہ چلا کہ الحمدللہ! ہم لوگ بہت ہی خوش نصیب ہیں کہ جس جگہ پر ہماری ہوٹل واقع ہے، یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا محلہ تھا، جہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رہا کرتے تھے، آپ کا خاندان جہاں آباد تھا، اسی محلے میں الحمدللہ! یہ ہوٹل واقع تھا۔

پھر دوسری عجیب بات یہ تھی کہ اِس ہوٹل کے سامنے وہ مسجد ہے جس کو مسجد ''جامع امام بخاری'' کہا جاتا ہے، جس میں نہ جانے کتنی مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کا درس دیا ہوگا، وہ مسجد بالکل ہوٹل کے سامنے ہے، اور مدرسہ ''میر عرب'' وہ بھی بالکل اسی مسجد کے سامنے تھا۔

مدرسہ میرِ عرب

یہ ''مدرسہ میرِ عرب'' ازبکستان کا مشہور مدرسہ ہے، پانچ سو سال پہلے کوئی امیر یمن سے آئے تھے، ان کا نام تھا عبداللہ یمنی، ۱۵۳۰ء تا ۱۵۳۶ء میں انھوں نے یہ مدرسہ بنایا تھا۔ کمیونسٹوں کے آنے کے بعد جب تمام دینی درسگاہوں پر پابندی لگادی گئی، تو پورے ملک میں یہی ایک مدرسہ تھا جس میں کچھ نہ کچھ دینی تعلیم باقی رہی۔ اِس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سمجھنا چاہیے کہ کمیونسٹوں کے ظلم وتشدد کے دور میں بھی اس مدرسے میں کچھ نہ کچھ دینی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔

''میرِ عرب مدرسے'' کے بلند وبالا دروازے پر یہ حدیثِ پاک لکھی ہوئی ہے:

من كان في طلب العلم كانت الجنة في طلبه.

ترجمہ: جو شخص علم کی تلاش میں ہوتا ہے تو جنت اس کی تلاش میں ہوتی ہے۔

آج کل اِس مدرسے میں تقریباً دو سو طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام ہے، یہ دو منزلہ خوب صورت مدرسہ روسی انقلاب کے ہاتھوں سے بچا رہا۔

اِس وقت پورے ازبکستان میں صرف دو مدرسے ہیں: ایک مدرسہ میرِ عرب اور دوسرا مدرسہ گوگل داس، جو ہم نے تاشقند میں دیکھا تھا، باقی پورے ملک میں کہیں دینی تعلیم کا نظام نہیں رہا۔ (اب الحمد للہ دینی علمی سلسلے بڑھ رہے ہیں۔)

منگل کا روز بخارا شہر میں

ہم نے رات کو عشا کی نماز ہوٹل ہی میں ادا کی، اور صبح صبح اکابرین کی معیت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں نماز پڑھنے گئے، تو سخت حیرت ہوئی کہ فجر کی نماز کا وقت

ہونے کے باوجود مسجد شریف میں نہ آدم، نہ آدم زاد۔ یہ حضرات مسجد میں گھومے پھرے، اسی اثنا میں ازبکستان کے ایک دور دراز علاقے کے تین افراد اور آ گئے، وہ بھی باجماعت نماز کی طلب کی نیت سے مسجد میں آئے تھے۔

کسی زمانے میں ہزاروں مسلمانوں کی حاضری دیکھنے والے یہ منبر ومحراب، جس کے نمازیوں میں علُما، طلبہ، صلحا، مشائخ اور اولیا شامل ہوا کرتے تھے، آج فجر کی اذان کو ترس رہے تھے، اسی صورتِ حال کو دیکھ کر شاعرِ مشرق علامہ اقبال کا وہ تاریخی جملہ دل و دماغ میں گھومنے لگا، جس کو حکیم احمد شجاع نے اپنی کتاب: ''خون بہا'' میں یوں نقل کیا ہے، علامہ لکھتے ہیں:

مکاتب و مدارس کی اہمیت

اِن مکتبوں کو اسی حال میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو اِن ہی مدارس میں پڑھنے دو، اگر یہ مُلّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں، اگر برِ صغیر کے مسلمان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح ہوگا، جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا وہاں اسلام کے پیرووں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دہلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔ (بہ حوالہ ماہنامہ الرشید لاہور، دارالعلوم دیو بند نمبر)

اللہ تعالیٰ حفاظت فرماوے، آمین۔

اللہ تعالیٰ کا فضل اور مولانا رحمت اللہ صاحب زید مجدہ کی کرامت

فجر کی نماز میں ایک عجیب کرامت سامنے آئی، ہم لوگ راستے میں تذکرہ کر رہے تھے، مولانا رحمت اللہ صاحب سے عرض کیا کہ: آپ کا ''النور'' رسالہ پوری دنیا میں جاتا ہے، اِس ملک میں کہیں آتا ہے؟ انھوں نے بانڈی پورہ فون کیا اور پوچھا کہ: اپنا ''النور'' رسالہ ازبکستان میں کہیں آتا ہے؟ بتایا گیا کہ: ازبکستان میں ایک صاحب پر یہ رسالہ جاتا ہے۔ انھوں نے بانڈی پورہ ''النور'' کے دفتر سے ٹیکس میسج کے ذریعے اس خریدار کا پتہ منگوایا، فون نمبر تو نہ مل سکا۔ اتفاق کی بات کہ وہ رسالہ مرغینان جاتا تھا، جہاں صاحبِ ہدایہ رہا کرتے تھے؛ لیکن فون نمبر نہ ہونے کی وجہ سے مسئلہ یہ تھا کہ اب کیسے اس آدمی کو تلاش کیا جائے۔

جامع امام بخاری

یہ حضرات جامع امام بخاری میں فجر کی نماز پڑھنے گئے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس مسجد میں درس دیتے تھے، وہاں کبھی کبھی ۲۰-۲۵ ہزار کی تعداد میں طلبہ شرکت کرتے تھے، وہ مسجد اِس وقت اتنی عالیشان اور وسیع ہے کہ تقریباً بیس ہزار آدمی بہ یک وقت اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں؛ لیکن اس وقت مسجد کے حي علی الصلاۃ والے ایک چھوٹے سے حصے میں نماز ہوتی ہے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ فجر کی نماز میں صرف چھ سات زائرین ہی مصلی تھے، باقی پوری مسجد نمازیوں سے خالی تھی۔

ان اکابر کے علاوہ تین مصلی اَور بھی تھے، ان میں ایک ''النور'' رسالے کے خریدار جو مرغینان کے رہنے والے ہیں- مرغینان وہاں سے بہت دور ہے- وہ بھی

وہیں اس مسجد میں نماز کے لیے موجود تھے، نماز کے بعد گفتگو سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہی ''النور'' رسالے کے خریدار ہیں، کسی زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں حضرت الاستاذ حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوریؒ کے پاس ترمذی شریف پڑھنے آئے تھے۔ حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور مدظلہ ان صاحب کو اور ان کے دو مقامی رفیقوں کو اپنے ساتھ ہوٹل پر لائے، ان کے ساتھ امام صاحب بھی آ گئے اور کافی دیر تک وہاں کے حالات کے متعلق بات چیت ہوئی، ان کے ذریعے بہت ساری خفیہ معلومات حاصل ہوئیں۔ ساتھ میں ناشتہ ہوا، وہ حضرات وہاں کی خاص چیزیں لے آئے، جانبین سے ''تھادوا تحابوا'' والی حدیث شریف پر عمل کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر ہوٹل سے نکلتے وقت مشورہ ہوا کہ کون کونسی تاریخی جگہوں کی زیارت کے لیے جانا ہے؟ اسی مشورے کے بعد حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم اور مولانا رحمت اللہ صاحب زید لطفہ اور بندہ محمود غفرلہ ہم تین حضرات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کو دیکھنے کے لیے گئے۔

مسجد کے درمیان میں ایک چبوترہ ہے، بتایا گیا کہ اس چبوترے کے نیچے کنواں ہے، جب چنگیز خان کے زمانے میں حملے ہوئے اور اس مسجد میں سینکڑوں لوگوں کو شہید کیا گیا، تو ان تمام شہدا کو اس کنویں میں ڈالا گیا اور اس پر چبوترہ بنا دیا گیا۔

جامع امام بخاری میں درسِ بخاری

وہ چبوترہ اِس ''مسجدِ جامع امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ'' کے صحن میں واقع ہے، ہم اس

چبوترے کے اوٹے پر بیٹھے، مولانا رحمت اللہ صاحب نے حضرت سے درخواست کی کہ: یہاں بیٹھ کر درس ہو جائے تو تبرک حاصل ہو جائے، چناں چہ فوراً حضرت نے بخاری شریف کی پہلی حدیث تلاوت فرمائی، اور حدیث شریف کی سند پڑھی، اور پُرسوز دعا کروائی۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس جگہ جہاں بیٹھ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہ جانے کتنے انسانوں کو صحیح بخاری کا درس دیا ہوگا، آج اُسی جگہ بیٹھ کر بخاری کی پہلی حدیث مع سند پڑھنے اور دعا کرنے کی سعادت ہمیں حاصل ہوئی۔ (بندہ کو درسِ بخاری کی سعادت بفضل اللہ تعالیٰ اِس وقت حاصل ہے، شاید اِس میں اِن ساری متبرک نسبتوں کا بھی حصہ ہو۔)

مسجد سے واپسی پر ہوٹل آ کر ہم سب ساتھی تیار ہوئے اور گاڑی میں بیٹھ گئے، اس وقت میں نے عرض کیا کہ: میں نے سنا ہے کہ بخارا کے باہر حضرت کعبِ احبار رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے؛ لہٰذا ان کے مزار کی زیارت کے لیے بھی چلیں گے، شہر سے باہر کافی دور ایک بنجر و ویران جگہ پر ہم پہنچے، وہاں کعبِ احبار رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہونا بتلایا جاتا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ رمزی ہو، اس کی زیارت کے بعد ہم شہر بخارا واپس آئے۔

''قصرِ عارفاں'' میں

پرانے زمانے کا یہ بڑا وسیع و عریض احاطہ ہے جس میں بہت سارے اولیا و عُلَما مدفون ہیں۔ عالیشان مسجد، خانقاہ، مدرسہ اور قیام گاہ قدیم طرز سے بنی ہوئی ہیں، ان تمام عمارتوں میں بہت ہی مضبوط اور اعلیٰ قسم کی لکڑی استعمال ہوئی ہے، اور صدیاں

گزرنے کے بعد بھی ان عمارتوں میں شکستگی اور ویرانگی معلوم نہیں ہوتی، بہت ہی خوب صورت نقش ونگار ہیں، اور ایک ہی درخت کی اونچی طویل مضبوط لکڑیوں کے بنے ہوئے ستون ہیں۔ یہ پورا احاطہ ظاہری اور باطنی دونوں طرح حسن سے معمور معلوم ہوتا ہے، اسی احاطے میں ایک طرف خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے اور اسی احاطے کو آپ کے مولَد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

شیخ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

''قصرِ عارفاں'' کے اسی احاطے میں حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، جو سلسلۂ نقشبندیہ کے بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

نقشبندی کی وجہ تسمیہ: خود خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ: مَیں اور میرے والد کمخاب (ایک قسم کا ریشمی کپڑا، جو زری کے تاروں کو ملا کر بُنا جاتا ہے) بُنتے اور نقش بندی کا کام کرتے تھے۔

اِن کے حالات میں اُن کے شاگرد خواجہ ابوالقاسم کا ایک رسالہ ''رسالۂ بہائیہ'' بھی ہے، جس کا قلمی نسخہ احمد آباد، گجرات کے کتب خانہ ''شاہ پیر محمد'' میں آج بھی موجود ہے۔ ان کے مزار پر حاضری ہوئی، ان کی قبر نظر نہیں آتی؛ کیوں کہ وہ دیوار کے پیچھے ہے۔ مولانا رحمت اللہ صاحب نے بتلایا کہ: ان کے خاندان کے ایک آدمی ڈاکٹر عاشق نقشبندی سری نگر کشمیر میں رہتے ہیں۔

حضرت شاہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے اَوراد واَذکار حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ — والدِ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ — نے فارسی زبان میں جمع کیے ہیں، اس

کا اردو ترجمہ بھی ہوا ہے۔

حضرت شیخ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت یہ بتلائی جاتی ہے کہ: وہ ایک مرتبہ حج کے سفر میں تشریف لے گئے تو ریگستان میں کسی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے، رات کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، اور خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لکڑی عنایت فرمائی۔ صبح جب وہ بیدار ہوئے تو واقعۃً ان کے سامنے وہ لکڑی رکھی تھی، وہ لکڑی خواجہ صاحب لے آئے اور اپنی خانقاہ کے پاس لگا دی، بعد میں وہ لکڑی ہرا بھرا شہتوت کا درخت بن گئی، اور صدیوں تک وہ درخت سلامت رہا۔

اِس وقت درخت کا تنہ وہاں موجود ہے، لوگ آتے ہیں اور حسبِ عادت اس میں سے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے وغیرہ توڑ کر لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی خانقاہ کے علاقے کو ''قصرِ عارفاں'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان کے مزار کی زیارت کے بعد ہم لوگ آگے بڑھے۔

فتاویٰ قاضی خان اور المبسوط کے مؤلف

ہم یہاں سے نکل کر فقہِ حنفی کی مشہور کتاب ''فتاوی قاضی خان'' کے مؤلف: قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کا نام حسن بن منصور بن محمود اوزجندی فرغانی رحمۃ اللہ علیہ اور لقب فخر الدین ہے، ۵۹۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

اِن کے دادا محمود بن عبد العزیز اوزجندی رحمۃ اللہ علیہ، شمس الائمہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے،

قاضی خان نے اپنے دادا کے علاوہ علامہ ظہیر الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ شہر ''مرغینان'' -جو صاحبِ ہدایہ کا بھی وطن ہے- یہاں سے بہت قریب ہے۔ ''فتاویٰ قاضی خان'' کے علاوہ فقہ میں اِن کی اَور بھی متعدد تالیفات ہیں، جن میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ''جامعِ صغیر'' کی شرح اور علامہ خصاف رحمۃ اللہ علیہ کی ''ادب القضاء'' بھی داخل ہے۔

''اوزجند''، فرغانہ کے قریب ''اصبہان'' کے آس پاس ایک شہر کا نام ہے، اِس شہر کو ''اوزگند'' بھی کہا جاتا ہے۔ یوں تو اس شہر میں بڑی نامی گرامی شخصیات پیدا ہوئی ہیں؛ لیکن ان میں سب سے زیادہ مشہور شخصیت علامہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ان کے علاوہ مشہور حنفی فقیہ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی شہر میں مدتوں قید رہے ہیں، اور یہیں پر انھوں نے اپنی مشہور کتاب ''المبسوط'' تالیف کی ہے، ان کی قبر بھی اسی شہر میں ہے۔

اِس شہر میں ایک مینار ہے جو قدامت کے باوجود اپنے شکوہ سے ہر دیکھنے والے کو متأثر کرتا ہے، اس مینار کے سامنے کھدائی کے نتیجے میں ایک وسیع وعریض مدرسے کے آثار برآمد ہوئے ہیں، جس کے بارے میں گمان یہ ہے کہ وہ علامہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ تھا، اور شاید یہ مینار اُسی مدرسے یا اُس سے متصل مسجد کا مینار رہا ہو۔

قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

بتایا گیا کہ: یہاں بخارا میں ایک جگہ ہے جس کو ''چار مینار علاقہ'' کہا جاتا ہے، وہاں قاضی خان کا مزار ہے۔ ہم ان کے مزار پر پہنچے، یہاں پر وہی حال، نہ کوئی زیارت کرنے والا، نہ کوئی سیّاح، نہ کوئی آنے جانے والے، بالکل سناٹا۔ ایک محلے

کے بیچ میں قاضی خان کا مزار ہے۔

شمعِ مزار ہے، نہ کوئی سوگوار ہے		تم جس پہ رو رہے ہو وہ کس کا مزار ہے!

وہاں بیٹھے، ایصالِ ثواب کیا اور پھر ہم وہاں سے نکل آئے۔

مساجد و مدارس کا شہر

بخارا کے متعلق ایک عجیب بات یہ ہے کہ، اس شہر میں کسی زمانے میں ایک سو تیس (۱۳۰) مدارس تھے؛ بلکہ مفتی محمد رفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: صرف بخارا شہر میں آٹھ سو مدارس تھے، جن میں تقریباً ۴۰ ہزار طلبہ دینی تعلیم مفت حاصل کر رہے تھے۔ لیکن ان تمام مدارس کو کمیونسٹوں کی حکومت آنے کے بعد اسکول (school) میں تبدیل کر دیا گیا ہے، اور آج بھی وہ اسکول اور یونیورسٹیوں کی حالت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ازبکستان کے مسلمانوں کو توفیق عنایت فرمائیں کہ وہ ان اسکولوں کو دوبارہ مدرسوں میں تبدیل کریں؛ تاکہ ایک بار پھر یہاں سے "قال اللہ، قال الرسول" کی صدائیں گونجے۔ بخارا شہر میں آج بھی تین سو (۳۰۰) مساجد ہیں؛ اسی لیے اس کو "مساجد و مدارس کا شہر" کہا جاتا ہے۔

امام ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

امام حسن بن منصور قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے بعد ہم آگے ایک بہت بڑے قبرستان میں گئے، اس میں سینکڑوں عُلما اور مشائخ کے مزارات ہیں، خاص طور پر جو چیز اِس قبرستان میں کشش کی تھی وہ امام ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ (ولادت: ۱۵۰ھ، وفات: ۲۱۷ھ) کا مزار تھا، جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں

سے ہیں۔ حضرت دامت برکاتہم نے تاریخ کے اعتبار سے مجھے یہ بتایا کہ: بخارا اور اِس علاقے کے یہ سب سے پہلے عالمِ دین ہیں، جن کی برکت سے اس علاقے میں علمِ دین کی نشر و اشاعت ہوئی۔

ان کے حالات میں لکھا ہے کہ: یہ روزانہ دو دفعہ قرآنِ مجید ختم کرتے تھے۔ ایک دفعہ فجر کے بعد دیکھا کہ طلبہ نہیں ہیں، تو اشراق کے وقت چار رکعات پڑھی، ان میں سورۂ بقرہ، آلِ عمران، نساء اور مائدہ پڑھی۔ سلام پھیر کر دیکھا کہ ابھی بھی طلبہ نہیں آئے، تو پھر کھڑے ہو گئے اور ۱۲ ررکعات میں سورۂ رعد تک پڑھ لیا۔ (تاریخِ بخارا، ص: ۸۷)

یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ بھی ہیں، ان کے مزار پر ہم پہنچے۔

دو گنبد والی مسجد

وہاں ایک عجیب مسجد دیکھی، جس پر دو حصوں میں گنبد بنایا گیا تھا، آدھا گنبد نیچا اور آدھا گنبد اونچا ہے، ایک ہی گنبد کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اونچا نیچا بنایا گیا ہے، یہ ایک عجیب فنِ تعمیر کا نمونہ دیکھا۔ مسجد نہایت خوب صورت ہے، اس کے ارد گرد چمن بھی بہت ہی پُر کیف ہے، مسجد میں ہندوستان کی Ajanta کمپنی کی بنی ہوئی گھڑی لگی تھی۔

وہاں کے جو امام صاحب تھے ان کے ساتھ بھی بہت ساری بات چیت اور گفتگو ہوئی، اِس گفتگو کے دوران ہم نے ان سے بھی قرآنِ مجید کی تعلیم اور مکتب کے سلسلے میں بات کی، تو وہ اخیر میں کہنے لگے کہ: ''سوال کو سوال ہی رہنے دو، بہت سے سوالوں کے جواب ہم سے طلب مت کرو، اس ملک کے حالات کچھ ایسے ہیں کہ ہم بہت سے سوالوں کے جواب آپ کو نہیں دے سکتے، یہاں کون آدمی جاسوس ہو، کہہ نہیں سکتے؟

اور اِس سلسلے کی گفتگو بند ہی کر دو۔

امام صاحب بہت اکرام کے ساتھ پیش آئے، ہماری گاڑی تک رخصت کرنے آئے اور پھر ہم گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

سمرقند کی طرف روانگی

چوں کہ بخارا سے آگے ہمارا سفر سمرقند کا تھا، مشورہ ہوا کہ کیسے جانا ہے؟

یہ منگل کا دن تھا، اور ہم لوگ آگے سمرقند کے لیے روانہ ہونے والے تھے، پہلے یہ طے ہوا کہ ٹرین سے جائیں؛ لیکن پھر میں نے آہستہ سے کہا کہ: ٹرین سے جانے میں ایک دو اہم زیارت چھوٹ جائے گی؛ اس لیے کہ ٹرین بخارا سے سیدھا سمرقند پہنچا دیتی ہے، کار سے جانے ہی میں فائدہ ہے، الحمدللہ! یہی طے ہوا اور ہم لوگ بہ ذریعۂ کار شام کے وقت بخارا سے سمرقند کے لیے روانہ ہوئے۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں

بخارا سے تقریباً ہم لوگ پچاس (۵۰) کلومیٹر آگے چلے تو سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک اَور بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر "غجدوان" میں پہنچے، اور ان کی خانقاہ پر حاضری ہوئی، ان کی خانقاہ، مزار، مسجد اور مدرسے کا ایک بہت بڑا وسیع احاطہ ہے۔
خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

خواجۂ جہاں یعنی حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ذوالفقار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اِن الفاظ میں کیا ہے:

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بڑے نمایاں بزرگوں میں سے گزرے ہیں، آپ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنی مقبولیت عطا فرمائی تھی کہ لوگ ''خواجۂ جہاں'' کے لقب سے پکارتے تھے۔ آپ کو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک سبق تلقین فرمایا تھا، جو سلسلۂ نقشبندیہ کا مکھن کہلاتا ہے، اوراس کا نام ''تہلیلِ خفی''، یعنی ''حبسِ دم کا ذکر'' ہے، آپ کے شش کلمات سلسلۂ نقشبندیہ کی بنیاد بنے ہیں:

خلوت	در	انجمن		سفر	در	وطن
نظر	بر	قدم		ہوش	در	دَم

وغیرہ اصطلاحات آپ نے جاری کیں۔ (لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند: ۱۰۸)

بھائی عبدالرحمن کی طرف سے بھائی منصور جو اِس علاقے کے مقامات کے ہمارے رہبر تھے، وہ بھی نقشبندیہ سلسلے سے جڑے ہوئے ہیں، ان سے مزید ایک جملہ یہ بھی سنا: ''دست بہ کار، دل بہ یار''، یعنی ہم کسی بھی کام میں ہوں ہمارا دل یار (اللہ تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ وہاں ایصالِ ثواب اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد ہم پھر گاڑی میں سوار ہوئے۔

خواجہ بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ

غجدوان سے صرف پانچ کلومیٹر آگے چلے کہ ایک قبرستان سے ہمارا گزر ہوا، قبرستان میں ایک ٹیلے پر خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے، وہاں ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت سے فارغ ہوئے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم المرتبت بزرگوں میں سے تھے، ان کے متعلق جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا مقام اولیاء اللہ میں ایسا ہے جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام کا مقام ملائکہ میں‘‘

بخارا سے سمرقند جاتے ہوئے ایک جگہ ’’کارن پٹہ‘‘ کہلاتی ہے، یہاں پر ایک شہر آباد ہے، اس شہر کے بڑے قبرستان کے ایک ٹیلے پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُرانوار واقع ہے، وہاں فیضان کی بارش ہورہی تھی۔ وہاں بھی عورتوں کی بھیڑ تھی، وہاں چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اور بچیاں تھیں، ہم نے ان کو قریب کرنے کی کوشش کی، اور کلمۂ طیبہ پڑھانے کی بھی کوشش کی، مَیں بہت دکھ سے کہوں گا کہ: اس پورے سفر میں جتنے مسلمان بچے اور بچیوں سے ملاقات ہوئی، ان میں سے نوے (۹۰) فیصد بچے اور بچیوں کو کلمہ پڑھنا نہیں آتا تھا۔ جب ہم ان کو کلمہ پڑھانے کی کوشش کرتے تو بہت مشکل سے وہ ’’لا إلٰہ إلا اللہ‘‘ پڑھ پاتے تھے؛ لیکن ’’محمد رسول اللہ‘‘ والا جز تو زیادہ بچے پڑھ ہی نہیں پاتے تھے، بڑی مشکل سے بعضوں کو پورا کلمہ یاد ہوا۔ (الحمدللہ اب دینی فضا بن رہی ہے۔)

سمرقند شہر میں حاضری

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے نکل کر ہم پھر گاڑی میں سوار ہوکر آگے سمرقند کے لیے روانہ ہوگئے، منگل کی رات دیر گئے ہم سمرقند پہنچے، وہاں جا کر ہم لوگ سو گئے، جب صبح ہوئی تو یہ بدھ کا دن تھا، سمرقند میں آج سب سے پہلے سب سے بڑا اشتیاق کا کام یہ تھا کہ ہمیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دینی ہے، یہ آج کی

زیارات میں سب سے زیادہ طلب اور تڑپ کی چیز تھی۔

سمرقند کی مختصر تاریخ

’’سمر‘‘ کے معنیٰ اُزبکی زبان میں ’’قلعہ‘‘ کے، اور ’’قند‘‘ کے معنیٰ ’’زمین اور شہر‘‘ کے ہیں؛ چوں کہ اِس شہر میں کثرت سے قلعہ نما عمارتیں بنائی گئی ہیں، غالباً اِسی وجہ سے اس کو ’’سمرقند‘‘ کا نام دیا گیا۔

کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ ’’گھرک کند‘‘ تھا، جس کے معنیٰ ’’نیلے شہر‘‘ کے ہیں، شاید اِسی لیے یہاں کثرت سے نیلے گنبد مختلف تعمیرات کا حصہ ہیں۔

مشہور سیاح: ابنِ بطوطہ نے بھی اِس شہر کے حسن و جمال کی تعریف کی ہے۔ یہ دنیا کے قدیم ترین شہروں میں ہے۔ یونیسکو کے ریکارڈ کے مطابق یہ ۲۷۵۰ رسال قدیم شہر ہے، جس کا قدیم نام ’’اسمارا‘‘ تھا، قُتیبہ بن مسلم باہلی نے ۸۷ھ مطابق ۷۰۵ء میں اِس شہر کو فتح کیا، پھر اس کا قبضہ ہاتھ سے نکل گیا تو دوبارہ ۹۲ھ میں فتح کیا۔

اس شہر کے لوگوں کے دامنِ اسلام میں آنے کی تاریخ بہت دل چسپ بھی ہے اور سرمایۂ عبرت بھی، جب قتیبہ نے اس شہر کو فتح کیا تو یہاں عیسائیت کا بول بالا تھا، جو شہر کا سب سے بڑا کاہن تھا اس نے قاضیِ شہر کے پاس قتیبہ کے خلاف دعویٰ دائر کیا کہ: اس کی فوج نے شہر کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے؛ لیکن نہ ہمیں اسلام کی دعوت دی گئی اور نہ ہمیں غور کرنے کی مہلت دی گئی، قاضی نے جب قتیبہ سے جواب طلب کیا تو انھوں نے کہا کہ: جنگ تو چالبازی کا نام ہے، یہ تو بڑا شہر ہے، اس کے قرب و جوار میں جو شہر ہیں وہ مقابلے ہی پر اَڑے رہے، نہ مسلمان ہونا قبول کیا اور نہ جزیہ دینا؛ اس لیے مجھے ان

کے اسلام قبول کرنے کی امید نہیں تھی۔

قاضی نے پوچھا: کیا تم نے ان کو اسلام یا جزیے کی دعوت دی تھی؟ قتیبہ نے کہا: نہیں، قاضی صاحب نے کہا: پھر تو تم نے مدعی کے دعویٰ کا اقرار کرلیا، قاضی نے قتیبہ سے کہا: اللہ نے انصاف قائم کرنے اور دھوکے سے بچنے کی وجہ سے اس امت کی مدد کی ہے: ما نصر الله هذه الأمة إلا للدين وإقامة العدل. چناں چہ مدعی کے حق میں فیصلہ ہوا، کہ تمام مسلمان چاہے وہ سرکاری افسر ہوں یا فوجی، مرد ہوں یا عورتیں ہوں یا بچے؛ سب کے سب شہر خالی کردیں، دُکانات ومکانات کو اپنی حالت پر چھوڑ دیں، اور سمرقند میں کوئی مسلمان نہ رہے۔ کاہنوں کے لیے یہ بات ناقابلِ یقین تھی؛ مگر اس کا اعلان کردیا گیا، اور رات ہونے سے پہلے پہلے سارے لوگ شہر سے باہر نکل گئے۔

سورج ڈوبنے کے بعد سمرقند کے ویران راستوں پر کتے بھونکنے لگے، اور مسلمانوں جیسی رحم دل قوم کے شہر سے چلے جانے پر لوگوں کو اتنا صدمہ ہوا کہ ہر گھر سے آہ وبکا کی آوازیں آنے لگیں، یہاں تک کہ کاہنوں کا گروہ بھی اس کو گوارا نہ کرسکا، اور سمرقند کے لوگ فوج درفوج اِس حال میں مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی کی طرف بڑھے کہ بڑا کاہن آگے آگے تھا، اور لوگوں کا جمِ غفیر پیچھے پیچھے، سب کی زبانوں پر کلمۂ شہادت تھا۔ شاید ہی تاریخ میں ایسی مثال ملے کہ فاتح کے اخلاق سے متأثر ہوکر مقدمہ اپنے حق میں فیصل ہونے کے باوجود ایک پوری قوم نے فاتح کا مذہب قبول کرلیا ہو۔

افسوس! کہ مسلمان فاتحین نے اِس بات پر کم توجہ دی، کہ زمینیں تو فولادی تلوار سے فتح کی جاتی ہیں؛ لیکن دل ودماغ اخلاق کی تلوار سے فتح کیے جاتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کا عجیب خواب

صبح ناشتے کے لیے ہوٹل کے تہہ خانے میں انتظام تھا، ناشتے کے دسترخوان پر حضرت مولانا ابراہیم صاحب، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب، حضرت مولانا محمود صاحب کھیرواوالے زیدمجدہم؛ یہ سب حضرات تشریف فرما تھے، اور مختلف تاریخی و علمی موضوعات پر بات چل رہی تھی، بھائی عابد ڈنگمار صاحب اور مولانا محمود کو اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں کی خدمت کا موقع نصیب ہوتا رہا، اِسی دوران حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے اپنا ایک عجیب خواب بیان فرمایا، تمام حضرات ہمہ تن متوجہ ہوکر سننے لگے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا: یہ خواب میں نے آج سے چالیس (۴۰) سال پہلے دیکھا تھا؛ لیکن کسی کو نہیں بتلایا۔ خواب یہ تھا کہ:

''مَیں نے دیکھا کہ علمائے کرام کی ایک جماعت جس میں مولانا قمرالدین اور مولانا شمس الدین ہیں، سب کے ساتھ مَیں بخارا و سمرقند کا سفر کررہا ہوں، الحمدللہ! آج چالیس سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ خواب پورا فرمایا''۔

اور یہ شمس الدین اور قمرالدین دونام لغوی معنیٰ میں ہیں۔ اللہ کے ایک ولی کے خواب کی تعبیر والے سفر میں مجھ جیسے فقیر کی شمولیت یہ باری تعالیٰ کا محض فضل ہے۔

ساتھ میں حضرت یوسف علیہ السلام والی بات یاد آگئی کہ، حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں جو خواب دیکھا تھا، جس کا تذکرہ خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَٰٓأَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَٰجِدِينَ﴾ (یوسف:٤)

ترجمہ: (وہ واقعہ سنو) جب کہ یوسف (علیہ السلام) نے اپنے ابا سے کہا کہ: اے میرے ابا! یقیناً میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو دیکھا کہ وہ میرے سامنے سجدہ کر رہے تھے۔

اِس خواب کے متعلق بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ: یہ خواب بھی چالیس سال کے بعد پورا ہوا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ''خرتنگ'' جانے کے لیے سوار ہوئے۔ ''خرتنگ'' کسی زمانے میں سمرقند سے باہر رہا ہوگا، اب تو سمرقند شہر اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ ''خرتنگ'' خود سمرقند شہر میں آ گیا ہے۔

خرتنگ کی تحقیق

حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''خر'' کے معنیٰ ہے: گدھا، اور ''تنگ'' کے معنیٰ ہے: کمی۔ یہ سمرقند سے دس میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہے، یہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، مزار کے ساتھ ایک خوب صورت مسجد بھی ہے، مَیں نے اس مسجد میں نماز پڑھی ہے۔

کہتے ہیں: حضرت الامام رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سن کر اتنی بڑی تعداد میں لوگ وہاں پہنچے کہ سواری کے گدھے کم پڑ گئے، اس وجہ سے اس گاؤں کا نام ''خرتنگ'' پڑ گیا، یا اَور کسی بڑے آدمی کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی ہوگی؛ اس لیے یہ نام مشہور ہو گیا۔

(تحفۃ القاری: ۱/ ۴۰)

ہم لوگ روانہ ہوئے، ایک عجیب شوق تھا، اور امیدوں اور آرزوؤں کے خواب میں ہم مشغول تھے اور اِسی حال میں ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی جانب ہم بڑھ رہے تھے۔

ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار والی جگہ پر پہنچے جس کو ''خواجہ آباد'' کہتے ہیں۔ بخاری پڑھنے والے جانتے ہوں گے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جب ''خلقِ قرآن'' کے مسئلے میں آزمائش کا دور آیا، تو ادھر بخارا والوں نے آپ کو نکالا، اور اُدھر سمرقند والوں نے آپ کو آنے سے روکا، آپ پر پابندی لگادی تو آپ سمرقند سے باہر ''خرتنگ'' میں اپنی خالہ جان کے یہاں پہنچے، اور وہیں زندگی کے آخری ایام گزارے، اور یہیں آپ کا انتقال ہوا۔ غریب الوطنی میں آبائی وطن سے دور آپ نے شہادت کی وفات پائی۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

مَنْ مَاتَ غَرِيْباً أَوْ غَرِيْقًا مَاتَ شَهِيْداً. (حلية الأولياء)

یعنی جس کا انتقال اپنے وطن کے علاوہ دوسری جگہ ہوجائے یا پانی میں ڈوب کر مر جائے وہ شہید ہے۔

آئینِ جواں مردی حق گوئی و بے باکی

یہ بھی مسلمانوں کی تاریخ کا ایک ناخوشگوار واقعہ ہے کہ، بہت سے اہلِ علم کی نہ صرف یہ کہ قدر و منزلت نہیں کی گئی؛ بلکہ ان کے ساتھ بدسلوکی روا رکھی گئی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اُنھیں لوگوں میں تھے۔ یہ علمائے اسلام کی استقامت کی ایک مثال بھی ہے، کہ انھوں نے حکومت کے عتاب کا شکار ہونا تو گوارا کیا، اور ابتلاؤں اور آزمائشوں کی

راہ میں کود جانا تو قبول کیا؛ لیکن دینِ حق کی تشریح واشاعت میں ادنیٰ درجے کی بھی مداہنت اور کوتاہی کو گوارا نہیں فرمایا، اور حکومتِ وقت کے سامنے سر نہ جھکایا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے، اور ہر دور کے اہلِ علم کو اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عزیمت کا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مزار شریف کا احاطہ

ہم وہاں پہنچے، ایک بہت بڑا وسیع احاطہ ہمارے سامنے تھا! ہمارے جامعہ ڈابھیل کے احاطے سے بھی بڑا احاطہ، بہت خوب صورت بنا ہوا؛ لیکن یہ دیکھ کر بہت ہی افسوس ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے امامِ عالی مقام محدث کا مزار جس احاطے میں واقع ہے، آج اس کو تفریح گاہ بنا دیا گیا ہے، سینکڑوں عورتیں اور مرد، کپڑے بھی ان کے ایسے کہ میں اس کو بیان نہیں کرسکتا، جیسے یورپ کی کوئی تفریح گاہ ہو اس انداز میں لوگ گھوم پھر رہے تھے، بلا مبالغہ نو جوان لڑکے اور لڑکیاں اُس بابرکت جگہ پر ایسی حرکتیں کر رہے تھے، جو دینِ اسلام سے دور، حیا وشرم سے خالی، بالکل عیاشانہ انداز، اس کو دیکھ کر بہت ہی دکھ ہوا۔

ہم آہستہ آہستہ اندر داخل ہوئے، دروازے کی دونوں جانب بہترین ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کی نہریں چل رہی ہیں، خوب صورت درخت، بیلوں کے طویل سلسلے کی وجہ سے بڑا ہی خوب صورت اور پُر کیف منظر ہے، ہم دھیرے دھیرے داخل ہوئے، سامنے ایک احاطہ آیا، وہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار نظر آنے لگا۔ پہلا احاطہ پورا ہوا، پھر دوسرے احاطے میں داخل ہوئے، اس میں ایک طرف مسجد اور دوسری طرف

مزار ہے، ہم سب سے پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے، اس مزار پر گنبد ہے، اور اس گنبد کے نیچے زمین سے تھوڑی اونچائی پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بنا ہوا ہے۔

ایصالِ ثواب کا انوکھا طریقہ

یہاں پر لوگ آتے ہیں، یہاں ایصالِ ثواب کا نیا طریقہ دیکھنے کو ملا، پورے ازبکستان میں ایصالِ ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ: وہاں جو قبور کے مجاور ہوتے ہیں وہ قرآنی آیت پڑھتے ہیں اور دعا ہوتی ہے، یہاں پر جو دو مجاور تھے وہ صحیح بخاری کی پہلی اور آخری حدیث کی تلاوت کرتے ہیں، اور اس کا ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور دعا کی جاتی ہے، عورتوں اور مَردوں کی بھیڑ آتی ہوئی نظر آئی، ہم ایک طرف ہو کر چھاؤں میں بیٹھ گئے۔

نمائشی مزار اور اصلی مزار

ہم کو پتہ چلا کہ یہ جو مزار نظر آرہا ہے وہ تو بس نظیر ہے، اصل مزار تو تہہ خانے میں ہے، اور یہ چیز دوسری جگہوں پر بھی دیکھنے کو ملی، جیسے آگرہ شہر میں تاج محل دیکھنے کے لیے لوگ آتے جاتے ہیں، وہاں مزار اوپر بتایا جاتا ہے؛ حالاں کہ کافی نیچے گہرائی میں جب سیڑھیوں سے اتر کر جاتے ہیں، وہاں اصلی مزار ہے، اسی طرح برما کے رنگون شہر میں بہادر شاہ ظفر کے مزار پر حاضری ہوئی، تو وہاں بھی اسی طرح کا ہے، اوپر صرف نمائشی مزار ہے اور نیچے تہہ خانے میں اصلی مزار ہے۔

الغرض! مختصر کوشش کے بعد ہم کو نیچے تہہ خانے میں جانے کی اجازت مل گئی، چابی لے کر ایک ذمے دار صاحب حاضر ہوئے، تالا کھولا اور الحمد للہ! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار جس تہہ خانے میں ہے اس میں جانے کا اللہ تعالیٰ نے ہم کو موقع عنایت فرمایا۔

تہہ خانے میں اصلی مزار پر حاضری

ہم سیڑھیوں سے اتر کر نیچے قبر کے پاس پہنچے، جہاں یہ عظیم ہستی اِس وقت آرام فرما ہیں، وہ امام جس کو ''أمیر المؤمنین في الحدیث'' کا لقب ملا، جس کے شاگرد حدیث میں سینکڑوں ہزاروں نہیں؛ بلکہ لاکھوں ہیں، جب کہ اُس زمانے میں محدثین کے ہجوم میں حدیث کا اِملا کرنے والوں کی روشنائی کی دواتوں کی تعداد ہی ہزاروں میں ہوا کرتی تھی، رہتی دنیا تک کے لیے جس عظیم شخصیت نے وہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا جس سے آج تک عُلَما، صلحا، ائمۂ دین، مجتہدین، محدثین، محققین، فقہا، مفسرین اور صوفیا فیض حاصل کر رہے ہیں، وہ آج یہاں اِس حال میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نورانی مخلوق ملائکہ کے جلو میں آسودۂ خواب ہیں، کہ آس پاس دور دور تک ان کے کارنامے کا کوئی سلسلہ اور نام ونشان نظر نہیں آتا، نہ ہی ان باتوں کا کوئی تذکرہ کرنے والا!!!
(اب الحمدللہ شکلیں جاری ہو رہی ہیں۔)

دنیا جیسے باقی سیاحتی مراکز کو دیکھنے جاتی ہے، پلوں کو، تعمیرات کو، آثارِ قدیمہ میں مختلف انداز کی عمارتوں کو، بالکل اسی انداز میں آج یہاں آنے والے آتے ہیں، تصویر کھینچتے اور کھنچواتے ہیں، یہاں کی انتظامیہ نے بھی عام تفریح گاہوں کی طرح طویل وعریض خوب صورت پارک، اس کے آس پاس حسین وجمیل درخت اور پھول، پانی، کرسیوں اور سایوں کا انتظام کر رکھا ہے، دور دور تک راستے اور آمد ورفت کی سہولتیں بنا دی ہیں، وضو اور حاجتِ بشریہ کے لیے مناسب انتظام بھی ہے، اور آنے والا ہجوم ان تمام چیزوں سے استفادہ بھی کر رہا ہے؛ لیکن وہ یہاں سے کیا لے کر جا رہا ہے؟ یہاں

کون آرام فرما ہیں؟ کوئی ان کے سامنے بیان کرنے والا نہیں، اس سلسلے کا کوئی تعارف، رسالہ پمفلٹ نہیں، نہ ہی اِس مشن کے کوئی جانشین: عُلَما، طلبہ، مدرسے یا درسگاہ۔

ہاں! یہ وہی امام بخاری ہیں جن کی روایاتِ حدیث کو مالکِ کائنات نے پورے عالَم میں امتیاز بخشا ہے۔

وہی امام جن کی مجلس میں جب شاگرد حاضر ہوتے ہوں گے، تو کبھی سماعتِ حدیث کے لیے حاضری دیتے ہوں گے تو کبھی قرأت علی الشیخ کے لیے۔

کتنے لوگ صرف دعا یا مصافحہ یا زیارت کے لیے حاضری دیتے ہوں گے۔

طالبانِ علومِ نبوت کا ہجوم ہر وقت پروانہ وار اُن پر نثار ہوتا رہا ہوگا۔

لیکن آج یہ مقام تماشہ گاہِ عالَم ہے اور بس۔

بس! اِس منظر کو مَیں الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں، جیسے ہی ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے، خدائے پاک کی قسم! انوار کی بارش ہو رہی ہے، اور جیسے ہی ہم داخل ہوئے سب کے دل کانپنے لگے، سب سے پہلا جملہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کی زبان سے زور سے نکلا کہ: ''یہ وہ عظیم انسان ہے جس کا پوری انسانیت پر احسانِ عظیم ہے''۔ ہم سب وہاں بیٹھ گئے، خادم نے دروازہ بند کر دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر درسِ بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم نے صحیح بخاری شریف کی تلاوت شروع کی، سب سے پہلے خطبہ پڑھا اور پھر خطبے کے بعد جب سند پڑھی اور سند میں اِس جملے پر پہنچے:

”وبالسند المتصل منا إلى الإمام الهمام الحافظ الحجة أمير المؤمنين في الحديث: أبي عبدالله محمد بن إسماعيل“ توسب کی چیخیں نکل گئیں، سب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، پھر حضرت نے بخاری شریف کی عبارت پڑھنا شروع کی، پہلی آیت اور پہلی حدیث آپ نے تلاوت کی، سب ساتھی دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔حدیث کی تلاوت کے بعد حضرت دامت برکاتہم نے پُرسوز و پُرکیف دعا شروع کی، حال یہ تھا کہ سب اِس دعا میں رو رہے تھے، بہت ساری چیزیں مانگی گئیں، خاص ایک بات یہ کہی گئی: اے اللہ! جس سرزمین سے پوری دنیا کو علوم اور معرفت کی دولت نصیب ہوئی، آج یہ سرزمین علم وہدایت اور معرفت کی پیاسی ہے۔ اے اللہ! پھر یہاں وہ دن دکھا دیجیے کہ مدارس، مساجد، خانقاہیں آباد ہوجائیں، اور قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں پھر سے گونجنے لگے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے؛ اس لیے اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ ہماری دعائیں بھی قبول ہوئی ہوں گی۔

ہم کو جتنا وقت اندر رہنے کی اجازت ملی تھی وہ وقت ختم ہوگیا، ہم تہہ خانے سے باہر آئے اور پھر سے تالا لگ گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی مزار پر حاضری یہ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کی کرامت تھی؛ ورنہ ہر کسی کے لیے وہ دروازہ نہیں کھلتا ہے، الحمدللہ! ہمارے لیے دروازہ بھی کھل گیا، اور بخاری شریف کی تلاوت بھی ہوئی اور دعا بھی ہوئی، ہم دیر تک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سامنے باہر والی جانب کرسی پر بیٹھ کر ذکر و تلاوت کرتے رہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے احاطے کی مسجد میں

پھر مزار کے قریب ایک بڑی مسجد ہے، وہاں حاضری ہوئی، وہاں پر مولانا رحمت اللہ صاحب مدظلہ نے آہستہ سے حضرت دامت برکاتہم سے درخواست کی کہ: حضرت! آپ کی جو عالی سند ہو، اِس موقع پر اس سند سے بھی ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں تو ''مسلسل بالأولیت'' والی حدیث پڑھ کر حضرت نے سب کو عالی سند سے اجازت مرحمت فرمائی۔

اور سند اس طرح بیان فرمائی: (مولانا مفتی) احمد خانپوری عن مولانا مفتی عبدالغنی کاوی عن حافظ عبدالرحمن امروہی (المعروف بہ بابا عبدالرحمٰن) عن الشاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی عن الشاہ عبدالعزیز الدہلوی۔

بخارا شہر میں صبح سویرے ''مرغینان'' کے جس صاحب سے ملاقات ہوئی تھی- جو مولانا رحمت اللہ صاحب کے مقبول رسالہ ''النور'' کے قاری ہیں- وہ اور دوسرے بہت سارے حضرات ان کی وساطت سے ملاقات کے لیے آ گئے، ان حضرات نے ملاقات کی اور یہ بھی عرض کیا کہ: یہ مجمع اِس طرح جمع ہو رہا ہے، مناسب نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہاں حکومتی جاسوسی عملہ غیر متعارف افراد پر گہری نگاہیں رکھتا ہے۔

یوں اِس مقام پر حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر نہایت شاداں وفرحاں تھے؛ لیکن ساتھ ہی موجودہ صورتِ حال پر حسرت کناں بھی!

مسجد میں نماز سے فارغ ہو کر ذرا سُستانے بیٹھے، مسجد میں بیٹھ کر پانچ دس منٹ خیر خبر لے کر ابھی آپس میں گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ان کے کسی رفیق نے ان کو کچھ

اشارہ کیا، انھوں نے بتایا کہ: اب ہمارا یہاں بیٹھ کر گفتگو کرنا مناسب نہیں، اس کی یہاں قانوناً اجازت نہیں، صرف سیاحت کے لیے یہاں آسکتے ہیں، کوئی مجلس نہیں جما سکتے؛ اِس لیے فوراً اُٹھ کر منتشر ہوجانا چاہیے؛ کیوں کہ آپ لوگ مسافر ہیں اور ہم لوگ مقامی؛ اس لیے احتیاط کرنی چاہیے، چناں چہ فوراً یہ مجلس برخاست ہوگئی۔

ایک نوجوان لڑکی کا واقعہ

ہم نے مسجد کے باہر ایک نوجوان لڑکی دیکھی، لگتا تھا کہ کسی کالج کی لڑکی ہوگی، ایک دم ماڈرن (Modern) انداز کی، ادھورے ناقص باریک کپڑوں میں، دیکھنے کی بھی ہمت نہ ہو، اتفاقیہ نظر پڑگئی، آپ کو حیرت ہوگی کہ ایسی لڑکی مسجد کے دروازے پر جتنی چپلیں تھیں ان کو سیدھا کر رہی تھی اور سب کو سلام کر رہی تھی۔

یہ منظر دیکھ کر خیال آیا کہ: اے اللہ! ان کے دل میں اسلام کی عظمت تو کچھ نہ کچھ باقی ہے، خدا کرے کہ یہاں سیاسی، حکومتی پابندیاں ختم ہوجائے، اور صحیح نہج سے محنت ہوتو اِن شاء اللہ ایمانی بہار دوبارہ آسکتی ہے۔

امام صاحب کی طرف سے ضیافت

اِس دوران ہمارے رہبر صاحب نے یہاں کے مفتیِ اعظم صاحب- جو اس احاطے کی مسجد کے امام بھی تھے، ان- سے ہماری ملاقات کے لیے وقت حاصل کرلیا تھا، چناں چہ ہم مفتیِ اعظم صاحب کے دفتر میں پہنچے، اِس حال میں کہ وہاں سے کچھ لوگ نکل رہے تھے۔ رہبر نے بتایا کہ: یہ لوگ نکاح خوانی کے لیے آئے تھے۔

دلہن مغربی عیسائی طرز کا لباس پہنے ہوئے، اور ایک دو مستورات اس کے چوغے

کو اٹھائے ہوئے تھیں۔ رہبر نے بتایا کہ: اس سے یہ نیک فال لیا جاتا ہے کہ جنھوں نے دلہن کا چوغہ اٹھایا ہے ان لڑکیوں کا نکاح جلدی ہو جائے گا۔

مفتیِ اعظم صاحب نے نہایت گرم جوشی سے خوش آمدید کہا، اپنی کرسی سے اٹھ کر وہ ہم سے ملے، تعارف ہوا، سلام ودعا ہوئی، روایتی قہوے سے انھوں نے ضیافت فرمائی، گفتگو کے دوران انھوں نے یہ شعر سنا دیا کہ:

سمرقند صیقلِ روئے زمین ست		بخارا قوتِ دینِ اسلام ست

مفتیٔ اعظم کی طرف سے گروپ فوٹو کی درخواست اور ہمارا انکار

قہوہ سے فارغ ہوکر انھوں نے بہت اصرار کیا کہ ان کے ساتھ ہمارا قافلہ گروپ فوٹو بنوائے۔ حضرت شیخ مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے معذرت چاہی، اِس پر وہ اپنی کرسی پر تشریف لے گئے، اپنی میز سے چند فوٹو نکال کر دکھلانے لگے کہ فلاں فلاں اسلامی ملک کے اِن اِن عُلَما ومشاہیر کے میرے ساتھ فوٹو ہیں، آپ کو بھی اعتراض نہیں ہونا چاہیے؛ لیکن ہم لوگوں نے نہایت معذرت کے ساتھ تصویر کشی سے احتراز کا موقف دُہرایا، اللہ کا شکر ہے کہ اِس پر وہ اپنے مطالبے سے دست بردار ہوگئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب میوزیم

کتابوں میں پڑھا تھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ایک بڑا میوزیم (Museum) ہے، ہم اس کو دیکھنے گئے، اس میں قرآنِ مجید کے بہت سے مختلف نسخے تھے، جو دنیا کے مختلف نامور عُلَما اور مسلمان بادشاہوں اور وزیروں نے ہدیے کے طور پر بھیجے تھے، فلاں ملک سے یہ نسخہ آیا، فلاں ملک سے یہ نسخہ آیا۔ نیز ایک کمرے

میں مخطوطات بھی تھے،ان میں صحیح بخاری کے مخطوطات بھی ہیں۔

جب ہم یہ نسخے دیکھ رہے تھے تو ایک عجیب بات ہوئی، جو مَیں آپ حضرات کو بتانا چاہتا ہوں کہ: مرد،عورت، جوان، بوڑھے، بچے: سب اس کو ہاتھ لگاتے،اس کو چومتے،بوسہ لیتے،اپنی آنکھوں سے لگاتے،اس سے زیادہ کچھ نہیں کر پاتے ہیں، عامۃً ان بے چاروں کوقرآن پڑھنا ہی نہیں آتا،قرآنِ مجید کی تعلیم کا کوئی ماحول نہیں، نہ کوئی مکتب، نہ کوئی مدرسہ، نہ کوئی انفرادی قرآن مجید کی تعلیم کا ماحول۔آج اُس ملک میں قرآن مجید کے نسخے بہت کم ہیں، اور وہ نسخے بھی پڑھنے کے لیے نہیں، وہ صرف زیارت، دیدار، چومنے اور حصولِ برکت کے لیے رکھے جاتے ہیں۔(اب الحمدللہ حالات میں خوش گوار تبدیلی آرہی ہے۔)

رُلادینے والا واقعہ

وہاں پر کعبۃ اللہ کے غلاف کا ایک ٹکڑا بھی ہے، جوسعودی حکومت نے اعزازاً بھیجا تھا، وہاں ''روضۂ مبارک'' کی تصویریں بھی لگی ہوئی ہیں۔ مَیں آپ کو کیا بتلاؤں! ہمارے یہاں گھر گھر میں گنبدِ خضرا کی تصویریں ہوتی ہیں،مواجہہ شریف کی تصویریں ہوتی ہیں، ہمارے یہاں کا بچہ بچہ اس کو جانتا ہے کہ یہ گنبدِ خضرا ہے، یہ مواجہہ شریف ہے،وہاں یہ چیزیں بھی نادر سمجھی جاتی ہیں۔

جہاں ''مواجہہ شریف'' اور''جالی مبارک'' کی تصویریں تھیں،وہاں بہت ساری ازبک عورتیں اورمرد بھیڑ لگا کر پوچھ رہے تھے: یہ کس چیز کی تصویر ہے؟ان کوانگریزی میں بتایا گیا کہ: یہ ''مواجہہ شریف'' ہے۔پھر وہ پوچھتے ہیں: یہ مواجہہ شریف کیا ہے؟

جب ان کو سمجھایا گیا تو وہ مارے خوشی کے فوراً اپنے موبائل میں ان کی تصویریں لینے لگے، کہ یہ وہ مبارک جگہ ہے جہاں حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرما ہیں۔

یہ بات جب آکر میں نے حضرت دامت برکاتہم کو سنائی، تو سب کو رونا آگیا کہ یا اللہ! آج جہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں، وہاں لوگوں کو گنبدِ خضرا اور مواجہہ شریف اور روضۂ مبارکہ سے بھی واقفیت نہیں ہے! لوگ اِس سے بھی بے خبر ہیں! اے اللہ! آج ہمارے شعائر اپنوں میں کیسے اجنبی ہو گئے ہیں!!!۔

بالآخر ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے احاطے سے باہر نکلے، کہ اب ہم کو آگے جانا چاہیے؛ البتہ چوں کہ یہاں کافی دیر ہو گئی تھی، تقریباً ساڑھے تین گھنٹے ہو گئے تھے، اور کھانے کا تقاضا بھی تھا؛ مگر ساتھیوں نے سوچا کہ ایک اَور زیارت کر لیتے ہیں۔

خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے نکل کر سمرقند شہر میں آئے، وہاں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بہت بڑے بزرگ ''خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ'' کی خانقاہ اور مزار ہے، ان کی ولادت رمضان ۸۰۶ھ میں اور وفات ۲۹/ربیع الاول ۸۹۵ھ میں ہوئی، (ان کا ایک عجیب واقعہ بھی ہے، جو اخیر میں حضرت دامت برکاتہم کے بیان میں آئے گا)۔ ہم ان کے مزار پر پہنچے، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ والی مسجد میں ہم نے ظہر کی نماز ادا کی۔ مزار پر ایصالِ ثواب، دعائے مغفرت وغیرہ کیا، عجیب روحانی پُر کیف منظر تھا، بڑا اطمینان اور سکون کا ماحول تھا۔ پرانے انداز کا ایک حوض وہاں ہے، لگتا ایسا ہے کہ بہت قدیم زمانے سے یہ حوض چلا آ رہا ہے، یہاں مسجد بھی بالکل قدیم دور کی، مضبوط لکڑیوں کی بنی

ہوئی ہے اور خانقاہ و مدرسہ بڑے وسیع و پُرسکون ماحول میں واقع ہے۔

خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

حضرت مولانا ذوالفقار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''خواجہ صاحب'' کا ایک واقعہ نقل کیا ہے: آپ سلسلۂ نقشبندیہ کے کبار مشائخ میں سے تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا مال و دولت اتنا عطا کیا تھا کہ آپ کے اونٹ گھوڑے، سونے چاندی کی کیلوں سے باندھے جاتے تھے، مولانا جامی جب بیعت کے ارادے سے حاضر ہوئے تو محفل کی یہ شان و شوکت اور طمطراق دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے اُن کے دل میں تردُّد پیدا ہوا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سونے چاندی کی میخیں زمین میں گاڑنے کے لیے ہوتی ہیں، دلوں میں گاڑنے کے لیے نہیں ہوتیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: اگر مَیں پیری مریدی کرتا تو دنیا سے کسی پیر کو کوئی مرید نہ ملتا؛ مگر مجھے تو بلند مقصد یعنی سنت کے اِحیا کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ وقت کے سلاطین بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب میں ایک شاہی مسجد بنی ہوئی ہے۔ (لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند: ۹۱)

زعفران سے لکھی ہوئی یٰس شریف

وہاں پر ایک کتب خانہ تھا، اس میں ازبک زبان میں ترجمہ کیا ہوا قرآنِ مجید تھا، ازبک اور عربی زبان کی لغات بھی وہاں پر دست یاب تھی، مولانا رحمت اللہ صاحب نے وہ خرید لی، اور بندے نے بھی وہاں سے ازبک زبان میں قرآنِ مجید کا ترجمہ لیا۔

وہاں پر ایک عجیب چیز دیکھی، کہ یٰس شریف ایک پتلے کاغذ پر زعفران سے لکھی

ہوتی ہے، جو وہاں بہت زیادہ تعداد میں رکھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟ بتایا کہ: یٰس شریف زعفران میں لکھی جاتی ہے، لوگ اس کو خریدتے ہیں، گھر لے جاتے ہیں، اور پانی میں دھوکر اس کو پیتے ہیں، اس کو بہت متبرک سمجھتے ہیں، ہم نے بھی یادگار کے طور پر کچھ عدد خرید لی۔

لکھی ہوئی یٰس شریف پینے کی برکت

جلالین شریف کے حاشیے میں ایک روایت لکھی ہے: جو آدمی سورۂ یٰس شریف لکھ کر اس کو پی لیوے، اس کے پیٹ میں ایک ہزار دوائیں (شفا)، ایک ہزار نور، ایک ہزار برکتیں، ایک ہزار رحمتیں داخل ہوں گی، اور ہر بیماری اور کھوٹ نکل جاوے گی۔

حضرت مفتی صاحب نے بخاری پلاؤ کی دعوت کروائی

وہاں سے فارغ ہوکر ہم شام کا کھانا کھانے کے لیے ایک ریسٹورنٹ میں پہنچے، اُس دن سمرقند میں ''بخاری پلاؤ'' کی عجیب دعوت تھی، کہ وہاں سمرقند میں بخاری پلاؤ کا انداز بڑا نرالا ہے، ایک بڑے طشت میں چاول پھیلائے ہوتے ہیں، چاول کو ہمارے ہندوستانی انداز کے مقابلے میں کچھ کم پکا کر قدرے کچا رکھا جاتا ہے، پھر اس پر بڑے جانور کے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے اور چھوٹے جانور کے گوشت کے چند ٹکڑے بہترین گلے ہوئے رکھ دیے جاتے ہیں، پھر آلو کی طرح کی ایک سبزی ہوتی ہے وہ خاص انداز میں کاٹ کر چاروں طرف جمائی جاتی ہے، اور مختلف قسم کے ہرے پتے اور مختلف سبزیاں اس کے حسن اور لذت کو بڑھاتی ہیں۔

ساتھ میں خاص قسم کا دَہی جس میں کھٹا پن کا نام ونشان نہیں ہوتا، اس میں بھی کچھ

مسالے ملائے ہوئے ہوتے ہیں، اس سب کے ساتھ جو لطف کو بڑھانے والی چیز تھی وہ یہ کہ سالم ٹماٹر میں اوپر سے ذرا سا سوراخ کر کے خاص قسم کے ہرے مسالے بھر کر اس کو ابال دیا جاتا ہے، اور آٹھ دس اِس طرح کے ٹماٹر ایک پلیٹ میں رکھ کر پیش کیے جاتے ہیں، اس خاص مسالے کے ساتھ ابالنے کی وجہ سے اس میں سے نکلنے والا پانی اور وہ ٹماٹر دونوں ہی بہت لذیذ معلوم ہوتے ہیں، اِس طرح کی پُرتکلف دعوت سے محظوظ ہوئے۔

کھاتے وقت یہ نیت رہی کہ اللہ تعالیٰ اس غذا سے حاصل ہونے والی قوت کو اپنے دین کی خدمت میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جسم کا حق بھی ادا ہو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کو بھی ہم ادا کریں۔

کھاتے کھاتے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے چلتے رہے، جب کھانے کے لیے ہوٹل پر پہنچے، تو دیکھا کہ وہاں انگور کے بیلوں سے چھت بنائی گئی ہے، وہاں کے ہوٹلوں میں عام طور پر استقبالیہ میں انگور کے بیلوں کی چھت ہوتی ہے، اور جو کھلے ریسٹورنٹ ہوتے ہیں، جس میں پختہ چھت نہ ہو، وہاں خاص کر انگور کی بیلوں کو پھیلا کر سایہ اور چھت بنائی جاتی ہے۔ آپ مبالغہ سمجھیں گے؛ لیکن سچی بات یہ ہے کہ انگور کی بیل میں پتے کم تھے اور خوشے زیادہ تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دینے کے بعد انگور کی بیلوں کے نیچے بیٹھ کر "بخاری پلاؤ"! وہ بھی صاحبِ بخاری (حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم) کی دعوت!! وہ منظر بڑا ہی عجیب و پُرسرور تھا۔

صاحبِ بخاری اوران کی طرف سے دعوت

بندے نے دورۂ حدیث شریف کے سال بخاری شریف جلد اول مکمل حضرت شیخ الحدیث مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، اور جلد ثانی مکمل مشفقی حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، اور اسی سال (۱۴۳۴ھ میں) پھر تدریس کے ساتھ بخاری شریف (جلدِ اول از شروع تا جز ۱۰ر ختم ص: ۳۷۶، اور جلد ثانی از کتاب المغازی تا کتاب فضائل القرآن) شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آج کی دعوت حضرت کی طرف سے تھی جو ہمارے لیے بڑی سعادت تھی۔

قبرستانِ محمدین اور اُس کی زبوں حالی

دعوت سے فارغ ہونے کے بعد مشورے سے ایک قبرستان میں جانا طے ہوا۔ آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ سمرقند میں ایک قبرستان ہے، جس کا تذکرہ ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں "قبرستانِ محمدین"، اِس کے متعلق مشہور ہے کہ اِس میں اُس دور کے "محمد" نام کے محدثین، مفسرین عُلَما کو دفن کیا جاتا تھا۔

اس قبرستان میں دفن ہونے کے لیے دو شرطیں تھیں: (۱) ان کا نام محمد ہونا چاہیے۔ (۲) وہ اپنے زمانے کے مشہور محدث، مفسر اور فقیہ ہونے چاہییں۔ پہلی شرط کی وجہ سے فقہِ حنفی کی مشہور کتاب: "ہدایہ" کے مؤلف: علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ تک کو اس قبرستان میں جگہ نہ مل سکی، اور ان کو قبرستان سے باہر ایک جگہ دفن کیا گیا ہے۔ تحقیق کی تو بتایا گیا کہ اس قبرستان میں تقریباً چار سو (۴۰۰) محمد نام کے مشہور عُلَما کو دفن کیا گیا ہے۔

ہم کو اس قبرستان میں جانا تھا، جب وہاں جا کر دریافت کیا تو بتایا کہ: اب وہ قبرستان نہیں ہے۔آپ کو حیرت ہو گی کہ جب ہم اس قبرستان کے علاقے میں گئے،اس کا نام ہے ''چکاردیزا'' تو وہاں جا کر پتہ چلا کہ کمیونسٹوں کی حکومت آنے کے بعد ان ظالموں نے اس قبرستان پر بُلڈوزر چلا دیا، اور ان تمام محدثین کی قبروں کو مٹا کر ختم کر دیا۔بعض محدثین کی قبروں پر مسلمانوں نے چالاکی کر کے اپنے مکان بنا دیے، اور مکان کے کمروں میں چند قبریں باقی بچ گئیں؛ ورنہ باقی پورے قبرستان کو کمیونسٹوں نے مٹا کر ختم کر دیا۔

امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ ''علمِ عقائد'' کے مشہور امام ہیں،ان کی پیدائش کی تاریخ تو معلوم نہ ہو سکی؛ البتہ ان کی وفات ۳۳۳ھ میں ہوئی ہے۔یہ ''علمِ عقائد'' کے بڑے امام مانے گئے ہیں، عام طور پر حنفیہ کے یہاں اعتقادات میں ان ہی کی اتباع کی جاتی ہے،اور معتزلہ اور اشاعرہ کے درمیان اِن کی رائے کو ایک معتدل رائے سمجھا جاتا ہے۔اِن کا مزار رحمہ اللہ! وہاں سلامت ہے،جس پر اِس وقت گنبد اور چاروں طرف بہترین باغیچہ بنا ہوا ہے، کہا جاتا ہے کہ گنبد کے اندرونی حصے میں سونے کے کام میں بیس پچیس کیلو سونا استعمال کیا گیا تھا؛ لیکن روسیوں نے ان سب کو کھرچ کر نکال لیا، ابھی بھی چار پانچ کیلو سونا گنبد کی اندرونی سطح میں موجود ہے اور نظر بھی آتا ہے۔

ہمیں نماز بھی پڑھنی تھی؛ لہٰذا جب ہم وضو کرنے کے لیے پہنچے تو بلا مبالغہ برف پگھلا کر جو پانی نکالتے ہیں، اتنا ٹھنڈا پانی وہاں پر تھا،اس ٹھنڈے ٹھنڈے پانی سے ہم نے

وضو کیا، اور عصر کی نماز باجماعت ادا کی۔

امام ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے ارد گرد بہت سارے پتھر رکھے ہوئے تھے، تقریباً ۲۴ یا ۲۶ کے قریب پتھر رکھے ہوئے تھے، اور ان پتھروں پر تاریخِ پیدائش اور وفات کے ساتھ اکابر عُلَما کے نام لکھے ہوئے تھے۔ بتایا گیا کہ کمیونسٹوں نے جب اس قبرستان کو ختم کیا تو قبروں پر جو پتھر لگے ہوئے تھے، ان میں سے کچھ پتھر بعد میں لوگوں کو مل گئے، لوگ وہ پتھر اٹھا لائے، اور امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے ارد گرد رکھ دیے۔ کہتے ہیں کہ: امام ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو بھی کسی مسلمان نے وہاں اپنا مکان بنا کر محفوظ کر لیا تھا۔

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کے مزار پر

پھر وہاں سے فارغ ہو کر ہم آگے ''شاہ زندہ'' کے مزار کے لیے نکلے۔ یہ ''شاہ زندہ'' کون ہیں؟ یہ حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور مفسر الامۃ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے چھوٹے بھائی حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کی والدہ بھی ایک ہی ہیں یعنی ام الفضل۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ کی امارت میں آنے والے لشکر میں یہ بھی شامل تھے۔ ۴۵ھ میں ان کی شہادت ہوئی ہے، یہ وہ مقدس انسان ہیں جو اِس علاقے میں سب سے پہلے اسلام کی دعوت لے کر تشریف لائے، ان کی برکت سے اِس پورے علاقے میں ایمان واسلام کی بنیاد پڑی۔ عید کے دن یہ نماز پڑھ رہے تھے اور دورانِ نماز کافروں نے شہید کر دیا تھا؛ اس لیے وہاں

''شاہ زندہ'' کے نام سے ان کو پہچانا جاتا ہے۔

اِن کی وفات کی خبر ملنے پر اُن کے بڑے بھائی: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ان کی جائے ولادت اور جائے وفات میں کتنا فرق وفاصلہ ہے! پھر نماز پڑھنے لگے، کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا؟ ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ (فتح البلدان ۳۹۸، اسد الغابہ ۴/ ۹۳)

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کا مزار ایک اونچے ٹیلے پر ہے، ہم ان کے مزار والے ٹیلے پر آہستہ آہستہ چڑھ کر گئے، مجھے بہت فکر تھی کہ حضرت دامت برکاتہم کیسے اوپر آئیں گے؟ لیکن الحمد للہ! حضرت دامت برکاتہم بھی آہستہ آہستہ اوپر تشریف لے آئے، خاندانِ رسالت کی نسبت کی برکات اور حضرت کے قلب میں عشقِ اہلِ بیتِ نبوی! کہ اِس قدر ضعف اور بڑھاپے کے باوجود بالآخر آہستہ آہستہ تشریف لے آئے۔

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت ہے کہ: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن میں شریک تھے، حالاں کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر نو-دس سال رہی ہوگی، اور سب سے آخر میں قبر مبارک سے نکلنے والے بھی یہی تھے۔

دروازے کی ایک جانب ایک بڑے پتھر پر آپ کا نام کندہ تھا، اور ساتھ ہی یہ حدیث بھی لکھی ہوئی تھی:

عن رسول الله ﷺ: أشبه الناس بي خَلقًا وخُلقًا.

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخلاق میں اور شکل وصورت میں سب سے زیادہ مشابہ تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر جب پہنچے تو انوار کا عالم کچھ اَور ہی تھا، قبر پر لکھا ہوا تھا:

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾ (اٰل عمران: ۱۶۹)
آپ ہرگز مردہ شمار نہ کریں اُن لوگوں کو جو قتل کر دیے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔

یہی وہ جگہ تھی، جہاں ہمارے اکابرین: شیخ بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات مراقبہ کیا کرتے تھے، اور قریب میں ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

جہاں حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کا مزار ہے وہ بھی ایک بند جگہ ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کی برکت سے چابی آ گئی اور وہ کمرہ بھی کھل گیا، ہم کمرے میں داخل ہوئے، وہاں ہزاروں انسان تفریح کے لیے یا زیارت کے لیے آتے ہیں؛ لیکن وہ کمرہ نہیں کھلتا ہے۔

ہم مزار کے اندرونی حصے میں بیٹھے، ایصالِ ثواب کیا، پھر میں نے آہستہ سے مولانا رحمت اللہ صاحب مدّظلہ سے درخواست کی کہ: حضرت! اِس جگہ آپ دعا کروا دیجیے، تو مولانا نے دعا کروائی اور ہم وہاں سے باہر نکلے۔

ان کا مزار تقریباً دس منزل کے بہ قدر اونچائی پر بنا ہوا ہے، اور وہاں تیموری خاندان اور دوسرے عُلما اور مشائخ کے مزار ہیں۔

وہاں سے جب نیچے اترے تو دیکھا کہ پرانے انداز کے بیت الخلا، غسل خانے، پرانے مٹکوں وغیرہ کی یادگار باقی ہے، پانی گرم کرنے کا پرانے زمانے میں جو طریقہ تھا وہ بھی وہاں موجود ہے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مدّظلہ مجھ سے مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ: ہدایہ پڑھانے والے حضرات ہدایہ کی عبارت سے اِس کو تطبیق دیں، یہ پرانے زمانے کے مٹکے وغیرہ رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہما

حضرت سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما یہ بھی وہ مبارک انسان ہیں، جن کی برکت سے اس علاقے میں اسلام پہنچا۔ آپ رضی اللہ عنہما کا مزار اِس وقت ریگستان میں کسی جگہ واقع ہے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ ولید بن عبدِ شمس تھا۔

آپ ابتدا میں بخارا تشریف لائے، پھر کچھ عرصے کے بعد سمرقند ہجرت کر گئے، یہاں بہت سے لوگوں نے آپ سے دینِ اسلام کی روشنی پائی، سمرقند کے مضافات میں آپ کا قیام رہا، ایک مرتبہ آپ کے گھر سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر کفار نے موقع پا کر آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی قبر مبارک آپ کے گھر ہی میں بنائی گئی، قریب ہی ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی گئی، جس کے اِرد گرد اونچی دیوار والی فصیلیں ہیں۔

تیمور لنگ

اور اِسی سمرقند شہر میں تیمور لنگ کا مزار بھی ہے، امیر تیمور لنگ کی تاریخ پیدائش ۷۳۶ھ مطابق ۱۳۳۶ء ہے۔ امیر تیمور کو بچپن ہی سے سپاہیانہ کارناموں اور مردانہ کھیلوں کا شوق تھا، اُس کو ہر جگہ کامیابی ملی، اس کا راز یہ تھا کہ وہ ایک شجاع ترین سپاہی، بلند حوصلہ انسان، مستقل مزاج، جفاکش اور مشکل پسند شخص تھا، دوسروں سے زیادہ متحرک اور باعمل تھا، اور اتنی متوازن صفات و کردار کا حامل تھا کہ وقت کے تقاضے پر پورا اُترتا تھا۔

مشہور مغربی محقق سر پرسی سائیکس کا تیمور کے بارے میں خیال یہ ہے کہ، زمانۂ تاریخ میں کسی انسان نے اپنے زور سے ایسے کارنامے انجام نہیں دیے، کوئی دوسرا شخص

اس کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا، بعض اوقات تو اس کی کامیابیاں انسانی طاقت سے بلند نظر آتی ہیں۔

تیمور کا ہم عصر مؤرخ شریف الدین اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ: شجاعت اور اولوالعزمی نے اسے چین سے لے کر یونان کی سرحدوں تک پورے ایشیا کا مالک وسرتاج اور شہنشاہ بنادیا تھا۔

اِس کی وفات ۱۷/شعبان ۸۱۰ھ بروز چہارشنبہ رات کے وقت ہوئی تھی۔

دولت لنگڑے کے گھر آئی

ایک خطرناک لڑائی میں اس کی ٹانگ ضائع ہوگئی تھی، تب سے وہ لنگڑا ہوگیا تھا، اس پر درسِ نظامی کی ابتدائی فارسی کتاب ''حکایاتِ لطیف'' میں ایک بہت لطیف حکایت لکھی ہے کہ:

امیر تیمور لنگ جب ہندوستان پہنچا تو اُس نے گویّوں (گانے والوں) کو بلایا اور کہا: میں نے بڑے بوڑھوں سے سنا ہے کہ: اِس شہر میں ماہر گویّے رہتے ہیں۔ یہ سن کر ایک نابینا گویّا امیر کے پاس گیا اور گانا شروع کیا، امیر بہت خوش ہوا اور اس کا نام پوچھا، گویے نے کہا: میرا نام ''دولت'' ہے۔ امیر نے کہا کہ: دولت بھی اندھی ہوتی ہے؟ گویّے نے جواب دیا: اگر دولت اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے گھر نہ آتی۔ امیر نے اس جواب کو بہت پسند کیا اور اُس کو بہت انعام دیا۔

تیمور نام کی کثرت

ازبکستان کے سفر میں یہ دیکھا کہ بہت سارے بچوں کے نام تیمور ہوتے ہیں، اور

وہاں تیمور نام رکھنا بہت اچھا سمجھا جاتا ہے۔ بہرحال! تیمور لنگ کا مزار بھی ہم نے باہر سے دیکھا۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

شام کافی ہو چکی تھی، آفتاب غروب ہونے جا رہا تھا، ہم نے طے کیا تھا کہ اب یہاں کی زیارتوں میں امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت باقی رہ جاتی ہے، گاڑی والے سے بات کر کے ہم امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی جانب آگے بڑھے۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۸۱ھ میں ہوئی، اِسی سال حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔ امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاذ ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: ''الادب المفرد'' میں اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اِن سے روایات نقل کی ہے۔ان کی وفات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سال قبل ہی ہوئی تھی۔ سمرقند شہر سے بالکل باہر دیہات میں امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں، جہاں تقریباً ۲۰ رکلومیٹر کا سفر طے کر کے ہم پہنچے اور آپ کے مزار کی زیارت کی۔

کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے جائے وفات ''مرو'' لکھا ہے، ہوسکتا ہے کہ ''مرو'' میں وفات ہوئی ہو، پھر ''سمرقند'' میں لاکر دفن کیا گیا ہو۔

یہاں کتبے پر مرقوم ہے:

إمام محمد بن عبد الله بن عبد الرحمن بن مفضل بن أجرام الدارمي السمرقندي ولد ۱۸۱ھ ۷۹۸ م، هو من شيخ مسلم والبخاري والترمذي.

نیز کتاب دارمی کے بارے میں لکھا ہے: وهو مقدم عند المحققين على

سنن ابن ماجہ، توفی ۲۵۵ھ ۸۶۹م.

جہاں پر آپ آرام فرما ہیں وہاں ایک عجیب منظر تھا: انگور کی بیلیں، ناسپاتی اور بہت سارے پھلوں کے کھیت، ایک چھوٹا سا خوب صورت دیہات۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان والوں کی طرف سے دعوت

ہم شام کے وقت وہاں پہنچے، وہاں حیرت کی بات یہ معلوم ہوئی کہ اِس مزار کے ارد گرد جو چند مکانات ہیں، وہ امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے لوگوں کے مکانات ہیں، اور ان ہی کے خاندان کے لوگ وہاں آباد ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے محدث امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے افراد ہونے کا حق ادا کر دیا۔

جب ہم وہاں پہنچے تو نہ کوئی جان پہچان، نہ پہلے سے کوئی اطلاع، ہم امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس جا کر بیٹھے، ایصالِ ثواب وغیرہ سے فارغ ہوئے، اتنے میں تو اُنھوں نے ہماری میزبانی کی تیاری کر ڈالی، عجیب میزبانی، تھوڑی دیر میں تو بہت بڑی مقدار میں تازے تازے، میٹھے میٹھے انگور توڑ کر لے آئے، ناسپاتی اور دوسرے بہت سارے پھلوں کا ڈھیر ہمارے سامنے لا کر رکھ دیا، اتنی بڑی مقدار میں کہ ہم کھا نہیں سکتے؛ جب کہ ان بے چاروں کی غربت کا حال یہ تھا کہ، انھوں نے جو کپڑے پہنے ہوئے تھے ان پر بھی پیوند لگے ہوئے تھے، اور گدھے کی سواری اور پرانے انداز کے اُن کے مکانات تھے۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے باہر ٹھنڈے پانی کے چشمے جاری تھے، ہم نے وہاں وضو کیا، پھر ہم سمرقند شہر کی طرف واپس آئے۔

فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

مغرب کی نماز کا وقت قریب تھا، ہم نے اپنے سفر کے ناظم سے کہا کہ: ہم نے سنا ہے کہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی یہاں پر ہے؟ بہت تلاش و جستجو اور کئی گلیوں میں گاڑی گھمانے کے بعد ہم ایک مسجد پر پہنچے، اتنے میں مغرب کی نماز کی جماعت ختم ہو چکی تھی۔

بتایا گیا کہ: یہیں فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، اور یہ ان کی مسجد ہے۔ اِن کا پورا نام نصر بن محمد بن احمد ابو اللیث سمرقندی ہے۔ ان کا شمار بڑے فقہا میں ہے، فقہائے احناف میں ان کو بہت اعلیٰ مقام حاصل ہے، مسائل میں ان کی ترجیحات کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ جدید اجتہادات پر ان کی مشہور کتاب "نوازلِ ابو اللیث سمرقندی" ہے، ان کی تفسیر "تفسیر السمر قندی" بھی ایک بلند پایہ تفسیر شمار کی گئی ہے۔ صحیح قول کے مطابق ان کی وفات ۱۱/ جمادی الاخریٰ ۳۷۳ھ بہ روز منگل ہوئی۔

وہاں جا کر ہم نے سب سے پہلے مغرب کی نماز با جماعت ادا کی، بعد میں مزار پر حاضری ہوئی، وہاں دعا، ایصالِ ثواب وغیرہ سے فارغ ہوئے۔

فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ سمرقند سے اٹھنے والی ایک ایسی شخصیت ہے، جنھوں نے "تنبیہ الغافلین" کتاب لکھ کر غافل دلوں کو جگا دیا، جن کا تقویٰ لوگوں میں بہت معروف تھا۔

دوسروں کے مال کے متعلق بے مثال احتیاط

ایک مرتبہ سفر پر روانہ ہوئے تو ان کے سامان سے زیادہ اُن کے پاس مٹی کے ڈھیلے تھے، کسی نے پوچھا کہ: آپ اتنا بوجھ کیوں اٹھائے پھرتے ہیں؟ انھوں نے

جواب دیا کہ: یہ مجھے اپنی طہارت کے لیے استعمال کرنے ہوتے ہیں، اور مَیں نہیں چاہتا کہ کسی کے کھیت سے بغیر اجازت کے مٹی کا ڈھیلا بھی اٹھاؤں۔

(لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند: ۹۰)

اسی کے قریب میں صاحبِ ہدایہ علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی بتایا جاتا ہے، وہاں بھی حاضری ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی سعادت حاصل ہوئی۔

سمرقند سے تاشقند

آج سمرقند کی تمام زیارتوں سے ہم فارغ ہو چکے تھے، اب ہمیں تاشقند کے لیے روانہ ہونا تھا۔ سمرقند سے تاشقند جانے کے لیے رات دیر سے ہوائی جہاز میں ہمارا ٹکٹ بنا ہوا تھا، تاشقند کی فلائٹ کے لیے ہم ایئرپورٹ پہنچے، ہوائی جہاز تاخیر سے تھا، کافی رات گئے ہم تاشقند پہنچے۔

حضرت دامت برکاتہم کی تہجد

اُس رات کی عجیب حالت بیان کروں؛ تاکہ چھوٹوں کا حوصلہ بڑھے اور عمل کی توفیق ہو۔

بدھ کے روز سمرقند کی پورے دن کی مسلسل مشغولیات اور تھکان، پھر رات دیر سے تقریباً دو بجے تاشقند پہنچے، تمام حضرات اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے، اللہ تعالیٰ کی اِس بندے پر مہربانی ہے، کئی مرتبہ ملک و بیرونِ ملک میں حضرت دامت برکاتہم کی معیت میں ایک کمرے میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی، اِس پورے سفر میں ہر جگہ ہوٹل کی ترتیب اس طرح تھی: بندے کو حضرت کے ساتھ دو آدمی والے کمرے میں

رہنے کا موقع ملتا، اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب، بھائی عابد اور بھائی ساجد حفظہم اللہ ایک ساتھ تین والے کمرے میں ہوتے، اور حضرت مولانا ابراہیم صاحب اور مولانا محمود صاحب کھیرواوالے مدّظلہما ایک ساتھ دو والے کمرے میں ہوتے۔

جب ہم انتہائی تھک کر اور بالکل چور ہوکر ہوٹل کے کمرے میں پہنچے، ساتھ ہی ذہن میں صبح کا فکر سوار تھا، کہ کل صبح ''مرغینان'' کا سفر کیسے ہوگا؟ بندے نے نہایت تھکاوٹ کی وجہ سے ضروریات سے فراغت کے بعد بستر پر لیٹنے کی تیاری کرلی؛ بلکہ بندہ تو اپنی عادت کے مطابق بستر پر پڑ بھی گیا؛ لیکن یہ منظر دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اِس قدر تھکاوٹ کے باوجود حضرت مصلے پر کھڑے ہوگئے، اور تہجد کی نماز کی نیت باندھ لی، دل میں آیا کہ: اے اللہ! یہ آپ کے کیسے بندے ہیں، بڑھاپا ہے، ضعف ہے، تھکان ہے، پھر بھی رات کے وقت آرام کے بہ جائے مصلے پر آ گئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو راتوں کی عبادت پر ایسی استقامت نصیب فرمائے۔

نماز سے فراغت کے بعد بہت ہی شفقت سے ارشاد فرمایا کہ: کافی دیر ہوچکی ہے، صبح صادق سے قبل آنکھ کھلے نہ کھلے؛ اس لیے کہ اب صرف دو ہی گھنٹے صبح صادق میں باقی ہیں؛ اس لیے تہجد ادا کرلی، صبح صادق کے بعد اٹھ کر فجر پڑھ لیں گے۔

حضرت دامت برکاتہم کا تہجد کے لیے ایک طریقہ

بیرون کے ایک سفر کے دوران جب رات ہم کمرے میں آرام کے لیے گئے تو ایک عجیب بات ارشاد فرمائی، کہ: جب سفر میں رات کے وقت دیر ہوجاتی ہے اور اسفار اور مجالس کی کثرت کی وجہ سے تھکان بھی ہوجاتی ہے، تو رات کو سوتے وقت پیشاب

نہیں کرتا ہوں؛ تا کہ پیشاب کے تقاضے سے آنکھ کھل جائے اور تہجد بھی ادا ہو جائے۔

اِس سلسلے میں ایک دوسرا مجرب طریقہ یہ بھی ہے کہ: سوتے وقت پانی زیادہ پی لیا جائے؛ تا کہ پیشاب کا تقاضا ہو، اور آنکھ کھل جائے اور تہجد کی نماز چھوٹنے نہ پائے۔

بندے نے جب یہ بات سنی تو دنگ رہ گیا کہ، اے اللہ! ہم تیرے کیسے بندے ہیں کہ زیادہ سونے کے لیے تدبیریں اپناتے ہیں، اور یہ آپ کے مخلص بندے تہجد اور عبادت میں کمی نہ آئے اس کے لیے تدابیر اپناتے ہیں۔

ویسے تو سفر وحضر میں بہ کثرت مشاہدہ کیا کہ: صبح صادق سے تقریباً ڈھائی تین گھنٹے پہلے بیدار ہونے، ضروریات سے فارغ ہو کر طویل تہجد، پھر انفرادی طویل دعا، گریہ وزاری، پھر بارہ تسبیح کا ذکرِ جہری، پھر مسنون وظائف کا اہتمام اور صبح صادق ہوتے ہی دو رکعت سنت ادا کرنے اور فوراً مسجد جانے کا حضرت دامت برکاتہم کا سالہا سال سے معمول رہا ہے۔

نوٹ: یہاں پر مَیں حضرت دامت برکاتہم کا ایک اَور عمل بتلا دوں:

حضرت دامت برکاتہم کا سفر میں قیام کے لیے مسجد یا مدرسے کو پسند فرمانا

حضرت دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: کسی کا ذاتی مکان کیسا بھی ہو، کتنی بھی وسعت والا ہو، اور صاحبِ مکان کے دل میں کتنی بھی وسعت کیوں نہ ہو؛ لیکن دوسرے لوگوں کو وہاں آنے جانے میں تکلُّف ہوتا ہے، اِسی طرح کچھ خاص لوگوں سے کچھ خاص لوگوں کو ناراضگی بھی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے استفادہ اور افادہ دونوں

میں کمی آتی ہے، جب کہ مسجد، مدرسہ عام جگہ ہے، کوئی بھی آ جا سکتا ہے؛ اِس لیے بیرون ممالک کے اکثر و بیشتر اسفار میں پہلے سے ہدایت ہوتی ہے کہ: مسجد یا مدرسے میں قیام طے کیا جائے۔

جب اندلس کا سفر ہوا تو وہاں بھی قرطبہ شہر میں ایک رات ہوٹل میں گزاری، باقی اشبیلیا میں ایک مصلیٰ مل گیا، وہیں دو روز قیام کیا، جس کی تفصیل اِن شاء اللہ اندلس کے سفر نامے میں آئے گی؛ حالاں کہ وہاں بھی پہلے ایک ہوٹل قیام کے لیے طے تھی؛ لیکن بندے نے وہاں پہنچ کر حضرت دامت برکاتہم کے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے اس کو کینسل کروا دیا، جس میں کچھ پیسے بھی ضابطے کے مطابق ہوٹل والوں نے واپس نہیں دیے۔

ترکی کے پہلے سفر کے موقع پر پانچوں دنوں کا مکمل قیام استنبول کے تبلیغی مرکز ''مسجدِ سلام'' میں رہا، اور روزانہ فجر کے بعد اشراق تک ہم میں سے کسی کا بیان مرکز پر ہو جاتا؛ حالاں کہ مرکز شہر سے کافی دور ہے۔

ابھی ''گیانا'' کے ایک سفر میں ہمارے میزبان مفتی رمضان صاحب زید مجدہ نے اپنے مکان کے ایک شاندار حجرے میں حضرت دامت برکاتہم کے قیام کا انتظام کیا تھا؛ مگر حضرت ان کو راضی کر کے دار العلوم کی مسجد میں منتقل ہو گئے اور وہیں قیام فرمایا۔

بخارا اور سمرقند کے سفر میں دلی چاہت اور کوشش کے باوجود مسجد مدرسے کا قیام ناممکن رہا، بادلِ ناخواستہ ہوٹلوں میں ہی قیام کرنا پڑا۔

جمعرات کا دن، صاحبِ ہدایہ کے دیار میں

آج کے دن یہ طے تھا کہ صاحبِ ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کا گاؤں دیکھنے کے واسطے ''مرغینان'' جانا ہے۔ واقعی اس دن کا سفر ہمارے لیے بڑے امتحان کا سفر تھا؛ اس لیے کہ رات تقریباً دو بجے ہم اپنی ہوٹل پر پہنچے، اور صبح فجر کی نماز پڑھ کر مرغینان کی طرف روانگی ہوئی، کل سفر سے تھکے ہارے بالکل چور ہو گئے تھے اور آج پھر صبح سویرے سفر۔

فرغانہ، مرغینان اور رُشدان کا محلِّ وقوع

تقریباً تاشقند سے ۴۰۰ رکلومیٹر کی دوری پر ''مرغینان'' کا علاقہ واقع ہے، اور تاجکستان کی سرحد (Border) کے قریب- یعنی ازبکستان کے بالکل سرحدی علاقہ میں- فرغانہ واقع ہے۔

''فرغانہ'' پورے ضلع کا نام ہے، اور ''مرغینان'' چھوٹا سا شہر ہے، جیسا کہ ہمارے یہاں تعلقہ ہوتا ہے، پھر جیسا کہ ہمارے یہاں بڑے شہر وسیع ہوتے جا رہے ہیں اور اس میں اطراف کی آبادی بھی ضم ہو جاتی ہے، اسی طرح کا کچھ منظر یہاں بھی ہے۔ ''رشدان'' ایک دیہات ہے، جہاں پر صاحبِ ہدایہ علامہ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ خود صاحبِ ہدایہ کے ہم وطن بادشاہ بابر نے صاحبِ ہدایہ کے گاؤں کا نام ''رشدان'' بتایا ہے۔ (ظفر المحصلین: ۱۷۷)

سفر کے دوران معمولات

فجر کے بعد ہم فرغانہ کی طرف نکلے۔ سہانی صبح، خوشگوار ہوا، صاف فضا اور شفاف

موسم کے دوران فراٹے بھرتی ہوئی گاڑی میں جملہ ساتھیوں نے حضرت دامت برکاتہم کے حکم سے فجر کے بعد کی تسبیحات، تلاوت اور اذکار و معمولات گاڑی میں ہی پورے کیے، گویا باطنی اور ظاہری دونوں طرح کے پُرسکون اور اطمینان بخش ماحول نے سکینت کا سماں پیدا کر دیا۔ قافلے والے اپنے اپنے معمولات سے فارغ ہوتے ہی یکے بعد دیگرے سبھی آرام اور طمانینت وسکینت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

سفر کے مناظر

اِس دوران آفتاب کی شعائیں بھی اپنا جلوہ بکھیرتی ہوئی ماحول کو منور کرتی گئیں، گاڑی نے ہموار میدان کو الوداع کہہ دیا، اور پھر نہایت حسین وجمیل پہاڑیوں کا سفر طے کرنا شروع کر دیا۔

ایک دریا (Rezak say) نامی سڑک کے کنارے نظر آیا، ان کی زبان میں دریا کو ''سائی'' کہتے ہیں، اور اس کے بعد خوب صورت سرنگ سے گاڑی کا گزر ہوا، وہ سرنگ اپنی بناوٹ، صفائی اور خوبصورتی میں کافی دل کش تھی، اس کا رکھ رکھاؤ بہت ہی عمدہ تھا، روشنی کا اعلیٰ انتظام، گندگی کا نام ونشان نہیں، اس کی ''لچک'' نامی ٹنل کی لمبائی ۸۰۰ رمیٹر لکھی ہوئی تھی۔

بتایا گیا کہ یہاں قریب میں ''ازبکستان'' کی سرحدیں کئی علاقوں سے ملتی ہیں: دائیں طرف تاجکستان ہے اور بائیں طرف کرزغستان، اور چاروں طرف پہاڑ، پتھر، سبزہ اور درخت سب مل کر ایک خوب صورت نظارہ پیش کرتے تھے۔ ایک دو گھنٹے کے بعد نہایت عمدہ طرز پر سجے ہوئے ایک بازار سے گزرنا ہوا، قصبہ (Town) کی طرح

یہاں نہایت سلیقے سے عارضی دکانوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں، اوران دکانوں میں عورتیں سوداسُلَف بیچ رہی تھیں۔

انوکھا سلام

ہمارے دیار میں جیسے صبح کے وقت بیکری، روٹی، نان، پایے وغیرہ دکانوں پر نمایاں نظر آتے ہیں، اسی انداز سے یہاں پر ''شیر مال'' نما ایک عمدہ اور خوب صورت روٹی تقریباً سبھی دکان پر سجی ہوئی تھی۔ ہمارے رہبر کی ہدایت کے مطابق راستے میں ایک جگہ ہم لوگ ضروریات سے فراغت اور ناشتے کے لیے اترے، دکانوں پر بیٹھی ہوئی کم کپڑوں میں ملبوس مستورات شاید ہماری اسلامی وضع قطع کو دیکھ کر نہایت محبت اور عقیدت سے ''السلام علیکم'' کہنے لگیں؛ لیکن تعجب اس وقت ہوا جب ایک دو خاتون نے ہم سے سوال کیا: عربستان؟ یعنی کیا آپ لوگ عربی ہیں؟

ہمارے ایک ساتھی نے جواب دیا: عربستان نہیں، دہلی، ہندستان۔ تو سلام کرنے والی ان عورتوں نے مسکراتے ہوئے کہا: نمستے، شاہ رخ خان۔

تحقیق کرنے پر رہبر نے بتلایا کہ: ہندوستانی فلموں کو دیکھنے کا چوں کہ یہاں کافی زیادہ رواج ہے؛ اس لیے ہندوستان کے نام سے فلموں میں دیکھا ہوا وہاں کا نمستے اور وہاں کے فلمی ہیرو کے نام آپ کو خوشی میں بتلا رہی ہیں۔

یہ معاملہ نہایت فکرمندی کا تھا؛ لہٰذا ہم نے فارسی زبان میں -جس کو وہ قدرے سمجھتی تھیں- ان سے کہا: ''السلام علیکم'' سلامِ اسلام است؛ لیکن ''نمستے'' سلامِ کفار است۔ تو وہ شرمندگی کے ساتھ نہایت ندامت کا اظہار کرنے لگیں۔

صاحبِ ہدایہ کے حجرے میں

خیر! یہاں ہم لوگ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً مزید دو گھنٹے سفر طے کر کے ’’مرغینان‘‘ پہنچے، یہاں پر قصبہ نما ایک آبادی میں سڑک سے ذرا فاصلے پر ایک مختصر سا کمرہ ہے، جس پر عالیشان گنبد بنایا گیا ہے، ایک صاحب ڈیوٹی پر متعین ہے، جو اس کمرے کے گائیڈ اور نگراں ہیں، اُن کے سامنے ٹیبل پر رحل ہے جس پر چھوٹے سائز کی مطبوعہ سورۂ یاسین رکھی ہوئی ہے، چاروں طرف سیاحوں اور زائرین کے بیٹھنے کے لیے بنچ لگے ہوئے ہیں۔

جی ہاں! یہ وہ کمرہ ہے جس میں عالمِ اسلام کے عظیم الشان فقیہ علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’ہدایہ‘‘ نامی وہ مایۂ ناز کتاب لکھی ہے، جس سے اُس وقت سے لے کر آج تک امتِ مسلمہ کے فقہا استفادہ کر رہے ہیں، اور عرب وعجم میں اسلامی عدالتوں میں اس کی جزئیات کے مطابق اسلامی قاضی اور جج فیصلے صادر کرتے ہیں۔

ہدایہ کتاب لکھنے کا واقعہ

یہ کتاب صاحبِ ہدایہ نے اِس حال میں لکھی کہ مستقل ہر روز روزہ رکھتے، اور گھر والوں کو بھی ان کے روزہ رکھنے کا علم نہ ہوتا، گھر سے وقتِ متعینہ پر دوپہر کا کھانا آتا جو کونے میں رکھا جاتا، اور علامہ موصوف بعد میں پورے اخفا کے ساتھ کسی فقیر کو دے دیا کرتے، اِس طرح سے روزہ رکھنے کا علم ان کے گھر والوں تک کو بھی نہیں ہوا، تاہم شاگرد اور خدام ایسی باتوں سے واقف ہوتے ہی ہیں۔ ۱۳؍سال تک مسلسل (ایامِ ممنوعہ کو چھوڑ کر) روزے رکھے۔

محدث علامہ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے علم میں ان کو وہ درجہ دیا کہ وہ اپنے اساتذہ سے بڑھ گئے ہیں، اِن کے علمی تفوّق و برتری کی سب سے بڑی دلیل اُن کی کتاب ہدایہ ہے، جس کو سمجھ کر پڑھا دینا آج عالم ہونے کی دلیل ہے۔

(اعیان الحجاج ص: ۳۴۶، کراچی)

جامعہ ڈابھیل کے ایک طالب علم کا روزے کے ساتھ ہدایہ پڑھنا

ہمارے یہاں بارڈولی میں حضرت مولانا غلام محمد دیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، طویل عرصے تک انھوں نے دینی خدمات انجام دیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ان کے ایک صاحب زادے عزیزم مولانا مصباح صاحب (حال مقیم: لیسٹر، برطانیہ) زمانۂ طالب علمی سے ہی نیک طبیعت ہیں، جب انھوں نے سنا کہ: صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳/سال روزے رکھ کر کتاب لکھی، تو انھوں نے خود عزم کرلیا کہ میں بھی روزے کے ساتھ ہدایہ کتاب پڑھوں گا، اور اس پر عمل کیا؛ چناں چہ پورے ۲/سال ہدایہ کی چاروں جلدیں روزے کے ساتھ پڑھیں۔ یہ تو ایک واقعہ ہے جو علم میں آیا، ایسے نہ جانے کتنے واقعات ہوتے ہوں گے۔

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے!

آج بھی اس کتاب کی چاروں جلدوں سے پورے عالمِ اسلام کے کتب خانے مزین ہیں، مدارس میں لاکھوں علُما اور طالبانِ علوم دین دن رات پڑھتے پڑھاتے ہیں، عدالتوں میں اس کے حوالے دیے جاتے ہیں؛ لیکن یا أسفاہ! جس جگہ پر یہ کتاب لکھی گئی، اس کمرے میں بیٹھے تو اندازہ ہوا کہ رہبر شاید اِس کتاب کے نام سے

بھی واقف نہیں، اور وہاں کے منتظمین اُس مقام پر سیاحوں کی رہبری کا فریضہ انجام دے رہے ہیں؛ لیکن کتاب اور صاحبِ کتاب کے بارے میں ان کے پاس معلومات تک نہیں۔ البتہ اس کمرے کے دروازے پر انگریزی اور مقامی زبان میں صاحبِ ہدایہ کا نام اور اس کمرے میں کتاب لکھے جانے کا ذکر تھا۔

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

وہاں پر عجیب انوار محسوس ہو رہے تھے، مَیں نے آہستہ سے حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم سے درخواست کی کہ: حضرت! اِس جگہ تو آپ ہی دعا کروائیں، تو حضرت مولانا ابراہیم صاحب نے اس حجرے میں دعا کروائی۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی متبرک جگہوں پر دعا کا ثبوت

قرآنِ مجید میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ تفصیل سے موجود ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا جس حجرے میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی تھی، اور وہاں بے موسم پھل اللہ تعالیٰ کے غیبی خزانے سے آتے ہوئے حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھے، تو اسی جگہ پر آپ نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگی:

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ (اٰل عمران:۳۸)

ترجمہ: اس موقع پر (اسی جگہ) زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی (زکریا علیہ السلام دعا میں) بولے: اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کیجیے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سنتے ہیں۔

قرآنِ مجید کے اِس واقعے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی اِس طرح کی عبادت گاہ یا کسی اَور یادگار جگہ پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیے، وہ قبول ہوتی ہے؛ لیکن بس اس کو اللہ تعالیٰ سے مانگنے تک ہی محدود رکھیں، وہاں دوسری رسومات وخرافات کا سلسلہ شروع نہ کیا جاوے۔ ہم ''فرغانہ'' اور ''مرغینان'' وغیرہ سے فارغ ہوکر واپس ''تاشقند'' کے لیے روانہ ہوئے۔

مرغینان سے تاشقند

ہم وہاں سے جلدی جلدی تاشقند پہنچے؛ اس لیے کہ اِس دن شام کو حضرت مولانا ابراہیم صاحب اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مدّظلہما کی دہلی کے لیے روانگی تھی، اور ابھی ''مصحفِ عثمانی'' کی زیارت باقی تھی؛ اس لیے بہت تیزی سے ہماری گاڑی چل رہی تھی، الحمدللہ! پانچ سوا پانچ بجے بہترین نشیب وفراز والے پہاڑی علاقے کا طویل سفر طے کرکے ہم تاشقند پہنچے، اور سیدھے مصحفِ عثمانی کی زیارت کے لیے Hazrat Al Imam Complex پہنچے۔

مصحفِ عثمانی کی زیارت

مصحفِ عثمانی ایک بہت بڑے کمرے میں رکھا گیا ہے، وہاں ہر وقت دو ڈاکٹر تھرما میٹر لیے ہوئے مقرر ہیں، اور اس کمرے میں گرمی اور سردی کا درجۂ حرارت وبرودت (Temperature) ناپتے رہتے ہیں؛ چوں کہ وہ اتنا قدیم نسخہ ہے کہ کہیں آب وہوا سے اس کو نقصان نہ پہنچ جائے؛ اس لیے مصحف کے نسخے کے واسطے جو ضروری حرارت وبرودت ہونی چاہیے اس کو ناپتے رہتے ہیں۔

خیر! آج کے دور میں یہ اہتمام ہو رہا ہے، صدیوں تک اس کی حفاظت باری تعالیٰ نے ظاہری اہتمام کے بغیر محض اپنی قدرتِ کاملہ سے فرمائی ہے، ہم اس کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کمرے کے بالکل وسط میں ''مصحفِ عثمانی'' کا وہ نسخہ رکھا ہوا ہے، وسیع خط کا لکھا ہوا اور وہی پرانی طرز کی عربی کا، یہ ہرن کی کھال پر لکھا ہوا تھا، دیکھنے کی اجازت تھی؛ لیکن فوٹو لینے کی اجازت نہیں تھی۔ الحمد للہ! ہم نے اس کی زیارت کی، اس کے اطراف میں اَور بھی بہت سارے قرآن کے تراجم اور نسخے رکھے ہوئے ہیں، ہم نے اُن کی بھی زیارت کی۔

ازبکستانی کھانے

زیارت سے فارغ ہوکر ہم باہر نکلے اور عصر کی نماز ادا کی، ابھی تک دوپہر کا کھانا باقی تھا۔ بھائی عبدالرحمٰن نے وہاں کے ایک اسلامی ہوٹل میں کھانے کا نظام بنایا تھا۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ یہاں حلال گوشت کا انتظام ہے، انواع واقسام کے ازبکستانی کھانوں کا انتظام کیا گیا تھا، وہاں کے لوگ کھانے میں مرچ مسالا بالکل استعمال نہیں کرتے، کچی سبزیاں بھی بہ کثرت استعمال ہوتی ہیں، دہی اور سوڈا واٹر کا استعمال عام ہے، ٹماٹر بھی خوب کھائے جاتے ہیں، دوسری سبزیوں کی طرح یہاں کے ٹماٹر بھی لذیذ اور عمدہ ہوتے ہیں، ہمارے علاقے میں جیسے دیسی ٹماٹر ہوتے ہیں، اس سے بھی کئی گنا لذیذ وہاں کے ٹماٹر ہوتے ہیں، اس کو کاٹ کر کے روٹی کے ساتھ بے تکلف کھایا جاتا ہے، اور سالم ٹماٹر کو اوپر سے ذرا کاٹ کر پھر اس میں پودینہ اور دوسری سبزیاں پیس کر بھر دی جاتی ہیں، پھر اس کو خاص طریقہ سے ابال کر یا بھون کر پیش کیا جاتا ہے، جس

سے وہ بڑا لذیذ معلوم ہوتا ہے۔

گھوڑے کا گوشت اور غدود کا کسٹر

وہاں جب ہم ہوٹل پر پہنچے تو بھائی عبد الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ: یہاں شرعی طریقے پر ذبح کیے ہوئے گھوڑے کا گوشت بھی ملتا ہے، سالِ گذشتہ ۱۴۳۳ھ میں تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم سے بخاری شریف دوبارہ پڑھنے کا موقع ملا، تو دورانِ درس سنا تھا کہ روس کے ملکوں میں آج بھی گھوڑے کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

الغرض! جب ہم نے اس ہوٹل کے بارے میں سنا کہ یہاں گھوڑے کا گوشت بھی ہے، تو یہ چیز ہمارے لیے بالکل نئی تھی، چناں چہ میں نے سب سے پہلے جلدی سے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے کان میں آہستہ سے پوچھا کہ: حضرت! یہاں گھوڑے کا گوشت مل رہا ہے، اجازت ہو تو ایک پلیٹ منگوائیں۔ حضرت نے انشراح کے ساتھ فوراً اجازت مرحمت فرمائی کہ ضرور منگواؤ، پہلے کبھی کھانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے، بہت سی حلال چیزیں جس کو پہلے کھانے کا اتفاق نہیں ہوا اُن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

جب وہ پلیٹ تیار ہو کر آ گئی تو میں نے سب اکابر سے عرض کیا کہ: یہ گھوڑے کا گوشت ہے، سب کو چکھنا ہے تو سارے اکابر اچنبھے میں پڑ گئے، سب سے پہلے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مدّظلہ نے مجھ سے فرمایا: حضرت سے پوچھا بھی؟ میں نے بتایا: جی! حضرت دامت برکاتہم کی اجازت سے منگوایا ہے۔ تب حضرت دامت برکاتہم نے حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے حوالے سے بھی اجازت کی بات ارشاد

فرمائی، اور سب حضرات نے پھر اس کو کھایا۔

وہاں دیکھا گیا کہ نلی سے نکلنے والا بڑے جانوروں کا (سفید) غدود کچا کھایا جاتا ہے، اور اس کو اتنا شان دار، سجاوٹ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھنے میں گھانس، کسٹر کی بنی ہوئی کوئی ڈش (Dish) معلوم ہوتی ہے، اور لوگ اس کو بڑے ذوق وشوق کے ساتھ کھاتے ہیں، ہمارے سامنے بھی اس کو پیش کیا گیا۔

دورانِ سفر مسائل بتانے میں احتیاط

ہمارے حضرت مدظلہ العالی کا معمول یہی ہے اور ہمیں تاکید بھی فرماتے ہیں کہ:

جس ملک میں جائیں، وہاں اختلافی اور نزاعی قسم کے مسائل کے سلسلے میں کوئی سوال کرے، تو اس کا جواب نہ دیا جائے؛ چوں کہ عامتاً اس طرح کے سوال کا مقصد صحیح نہیں ہوتا، مختلف فیہ مسائل میں ہماری رائے معلوم کرنا، اور اگر رائے سائل کے موقف کے موافق ہے تو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے اِس کی خوب تشہیر کرنا، اور فریقِ مخالف کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنا ہوتا ہے؛ اِس لیے ایسے مسائل میں احتیاط یہ ہے کہ سائل کو یہ جواب دے دیا جائے کہ مقامی عُلَما سے رجوع کریں۔

اور بعض مرتبہ یہ بھی مناسب ہوتا ہے کہ اِس طرح جواب دیا جائے کہ آپ اپنا سوال لکھ کر دیں، ہم وطن جا کر دار الافتا سے اس کا جواب روانہ کریں گے، اِس سلسلے کے بعض بڑے عُلَما کے سوالات اور اس پر حضرت کا نہایت معتدل، نصیحت آمیز جواب وغیرہ کے واقعات ان شاء اللہ! آئندہ یورپ، کینیڈا، بارباڈوس وغیرہ کے سفرنامے میں نقل کروں گا۔

ہاں! اگر اہلِ علم ہیں تو تنہائی میں علمی لحاظ سے کچھ مذاکرہ کرنا چاہے، تو اِس طرح کے مذاکروں میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح غیر اختلافی اور غیر نزاعی مسائل میں کوئی سوال واقعی سوال ہی ہو، اور اندازہ بھی ہو کہ سائل کا مقصد کوئی فتنہ یا فساد نہیں ہے تو پھر جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تاشقند کی شبِ جمعہ

وہاں سے پھر حضرت مولانا ابراہیم صاحب مدّظلہ کا قافلہ ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوا، اور ہم لوگ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں ہمارے برطانیہ کے ایک ساتھی بھائی عابد کے ساتھ ہم ۳؍لوگ وہاں سے ہوٹل پر پہنچے؛ چوں کہ ہم کو جمعہ کے دن بھی وہیں تاشقند میں قیام کرنا تھا، اور جمعہ کے دن وہاں سے یورپ کے لیے ہماری روانگی تھی۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کے قافلے کو ایئرپورٹ کی طرف الوداع کر کے ہم مغرب کی نماز ایک مسجد میں پڑھ کر ہوٹل میں اپنے کمرے میں پہنچ گئے، ہوٹل کے قریب کوئی مسجد نہ ہونے کی وجہ سے عشا کی نماز باجماعت ہوٹل ہی میں ادا کی اور آرام کیا۔

سنت قراءت کا اہتمام

ہمارے حضرت کو ''مسنون قراءت'' کا بڑا اہتمام رہتا ہے؛ اس لیے آپ کی چاہت یہ ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن کی فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دہر پڑھی جائے، ائمۂ مساجد اور اہلِ مدارس کو بھی اس کی طرف توجہ

دلاتے ہیں کہ سنت قراءت کا اہتمام کرو، ماشاء اللہ! تاشقند کی اس ہوٹل میں جہاں ہم مقیم تھے وہاں پورا اطمینان تھا، اور برطانیہ کا سفر بھی جمعہ کی نماز کے بعد تھا؛ اس لیے جمعہ کی فجر میں جب باجماعت نماز پڑھی گئی تو اس میں مسنون قراءت کا اہتمام ہوا، الحمد للہ علیٰ ذلك. ہاں! جب دورانِ سفر نماز کا موقع آجائے اور سفر کی ہماہمی کا ماحول ہو، اس وقت مختصر قراءت پر اکتفا کرنا چاہیے۔

تاشقند میں جمعہ کی صبح اور پھلوں کی مارکیٹ

فجر کے بعد آرام، ناشتہ، غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر سامان کے ساتھ ہوٹل سے نکلے؛ چوں کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر سیدھا ایئرپورٹ پہنچنا تھا، راستے میں ایک جگہ پھلوں کی بڑی مَنڈی تھی، اس کی مارکیٹ کے دروازے کے پاس گاڑی رُکوادی گئی، حضرت گاڑی میں بیٹھے ہوئے اپنے اذکار واَوراد، تلاوت اور معمولات میں مشغول تھے، بھائی عبد الرحمٰن، بھائی عابد اور بندے کو ناظم صاحب پھلوں کی منڈی میں لے گئے، وہاں تازہ پھل اور خشک میووں کے انبار لگے ہوئے تھے، پھلوں کی سائز، رنگ اور تازگی کو دیکھ کر بار بار زبان سے بے اختیار "سبحان اللہ، الحمد للہ" نکل رہا تھا، کہ جب دنیا میں اِس قدر عجیب وغریب پھل پیدا کیے گئے ہیں تو جنت کے پھل اور میوے کیسے ہوں گے!!۔

تازہ آلو بخارا کی سائز ہمارے یہاں کے متوسط سائز کے پپیتے کے برابر دیکھی تھی، اس میں سے بعض پھل اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجوبہ تھے، حضرت دامت برکاتہم کو دکھانے کے لیے گاڑی میں ساتھ لے آئے، اور کچھ خشک میوے بھی ساتھ میں خرید

لیے، فتبارك الله أحسن الخالقين!

تاشقند کا نرالا جمعہ

ہم جمعہ کے دن تاشقند میں رہے، اور وہاں ایک مسجد میں ہم نے جمعہ کی نماز ادا کی، وہ جمعہ بھی زندگی کا یادگار جمعہ تھا، سات منٹ میں امام صاحب نے خطبہ اور نماز سب پڑھا دیا، دونوں خطبے بھی ہو گئے اور نماز بھی ہو گئی، امام صاحب نے پہلی رکعت میں "إذا جاء نصر الله والفتح" پڑھی اور دوسری رکعت میں "قل أعوذ برب الناس" پڑھی، اور سات منٹ میں نماز اور خطبہ سب ہو گیا۔

مجمع وہاں کثیر تھا، ماشاء اللہ! جمعہ کے حاضرین میں سے تقریباً تمام ہی لوگوں نے جمعہ سے قبل اور بعد کی سنتوں کا اہتمام کیا، سنتوں کا یہ اہتمام بڑی اچھی بات تھی جو ہمارے یہاں کم نظر آتا ہے۔

جمعہ کی نماز کے بعد بھائی عبد الرحمٰن صاحب نے اپنی ذاتی گاڑی سے ہمیں ایئر پورٹ تک پہنچایا، وہاں سے ہم برطانیہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

کچھ خاص خاص باتیں

حج اور داڑھی

نوجوانوں کو آج تک وہاں قانونی طور پر حج کی اجازت نہیں ہے، داڑھی رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے، بڑھاپے میں ان کو حج اور داڑھی کی اجازت ملتی ہے؛ اس لیے وہاں صرف بوڑھے لوگ داڑھی والے نظر آتے ہیں۔ (یہ ہمارے سفر کے وقت کا حال تھا۔)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے حاجیوں کو فائدہ

ابھی حرمین شریفین میں جو توسیعات کے کام چل رہے ہیں، اس کے پیشِ نظر سعودی حکومت نے مختلف ملکوں سے آنے والے حجاج کی تعداد میں کمی کی ہے؛ لیکن اس ملک کی تعداد میں کمی نہیں کی، اور ساتھ میں یہ جملہ بھی کہا گیا کہ: ”حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے اس ملک کے حج کی ویزا کی مقدار وہی جاری رہے گی“۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نسبت بڑی اونچی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی قدر اور لاج رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

عورتوں کے لباس کا حال

عورتوں کے لباس بہت عجیب وغریب ہیں۔ ہم اس ملک میں جا کر عورتوں کا لباس دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کسی مسلمانوں کے ملک میں آئے ہیں، لگتا ایسا ہے کہ یورپ ہی کے کسی شہر میں گھوم رہے ہیں۔

عورتوں کے ظاہری لباس کی تین حالتیں اور ایمانی غیرت

بتایا گیا کہ: جب اسلام اس ملک میں آیا تو پہلے برقع عام تھا، پھر وہ برقع ختم ہوا اور ڈھیلے ڈھالے عورتوں کے لباس آئے، پھر ایک دور آج کا دور آیا کہ بالکل ناقص، ادھورے اور باریک کپڑے، ہماری مسلمان بہن کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ کوئی مسلمان لڑکی راستے پر جا رہی ہے یا کوئی اَور غیر مسلم عورت۔

البتہ! عورتوں میں ایک بات یہ دیکھی کہ: جب وہ ڈاڑھی والوں کو دیکھتی ہیں تو سلام بھی کرتی ہیں، کپڑے بھی سمیٹ لیتی ہیں، اور اکراماً ایک طرف کو کھڑی ہو جاتی

ہیں، یہ ایمانی غیرت کی علامت ہے۔بس دعا اور دعوت کی محنت کے ذریعے ان میں دین کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔(اب برقعہ الحمدللہ آ رہا ہے۔)

قبروں پر تصویر اور گھوڑے کے بال اور پنجے کا نشان

مزارات اور قبرستانوں میں ایک نئی چیز دیکھی جو اِس سے پہلے کسی جگہ دیکھنے کو نہیں ملی، کہ جس آدمی کو قبر میں دفن کیا گیا ہے اس کی تصویر (Photo) بھی اس قبر پر لگائی جاتی ہے۔

بعض بعض قبروں پر گھوڑے کی دُم کے بال بھی لٹکے رہتے ہیں۔ پوچھنے پر بتلایا گیا کہ: یہ اِس بات کی علامت ہے کہ یہ کسی مرد کی قبر ہے۔

بعض قبروں پر ''پنجے'' کے نشانات بھی بنے ہوئے ہیں، اور یہ اسلام کے ''ارکانِ خمسہ'' کی طرف اشارہ ہے، کہ صاحبِ قبر اسلام کے پانچوں بنیادی ارکان: توحید، نماز، روزہ، زکوۃ، حج کے پابند تھے، اور یہ کامل اور مکمل مسلمان تھے۔

کھانے میں سادگی

ازبکستان کے مسلمانوں کے کھانے میں ہم نے بہت سادگی دیکھی؛ البتہ روٹیاں وہاں بہت ڈیزائن والی ہوتی ہیں، اور سلاد (Salad) کے ساتھ، پھل کے ساتھ بھی روٹی کھائی جاتی ہے۔سیدھا سادہ ان کا کھانا ہے۔

امانت داری

اِس ملک میں اللہ تعالیٰ نے امانت داری کی عجیب صفت رکھی ہے، امانت داری ایسی ہے کہ لاکھوں ''سومو'' (مقامی کرنسی) کا وہ معاملہ کرتے ہیں؛ لیکن وہ گننے کو

معیوب سمجھتے ہیں، لوگ نوٹوں کے بنڈل کے بنڈل حوالے کر دیتے ہیں؛ لیکن کوئی اس کو گننے کی پروا نہیں کرتا؛ اگر چہ گن کر لینا دینا بہتر اور احتیاط والا ہے۔ مقامی آدمی نے بتایا کہ: یہاں گننا عیب ہے، یہاں ایک نوٹ بھی آپ کو کم نہیں ملے گا، امانت داری یہاں عام ہے۔

پھل اور پانی

اِس ملک کو اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی عجیب نعمتوں سے نوازا ہے، پانی بھی بہت عجیب، جتنا کھاؤ؛ ہضم ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ ناشتہ کرتے ہوئے یہ نیت کرتے کہ زیادہ کھا لو پورا دن ہم کو چلنا ہے، دوپہر کو کھانے کی ضرورت نہ پڑے؛ لیکن دو چار گھنٹوں کے بعد ہر ساتھی کچھ نہ کچھ کھانے کی طلب ظاہر کرتا۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس ملک میں بہت عجیب ہاضم پانی اور ہاضم آب و ہوا ہم نے پائی۔

یہاں سوڈا واٹر پینے کا بھی عام رواج ہے، کھانے کے موقع پر عام طور پر سوڈا واٹر کی بوتلیں ضرور پیش کی جاتی ہیں۔ بتایا گیا کہ: اس ملک میں بعض جگہوں پر قدرتی طور پر زمین سے ہی ایسا سوڈے کی طرح کا پانی بڑی مقدار میں نکلتا ہے، جس کو بوتلوں میں بھر کر بیچا جاتا ہے، یہ چیز ساؤتھ افریقہ کے سفر میں ہمارے ڈابھیل سملک کے مشہور خاندان ''میاں'' لوگوں کے مشہور ''میاں فارم'' میں ہے، کہ وہاں بھی قدرتی پانی اِس طرح کا برآمد ہوتا ہے۔

اس ملک میں جو پھل دیکھے دنیا میں ایسے پھل فروٹ بہت کم جگہوں پر نظر آئے:
انار اتنے بڑے بڑے اور رس سے بھرے ہوئے، دباؤ تو نچڑ کر گلاس بھر جائے؛

ہمارے یہاں جو چھوٹا سیب ہوتا ہے اس سے بھی بڑے بڑے آڑو؛ انگور ہمارے یہاں کے بڑے جامن کی طرح۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو پھلوں کی کثرت سے نوازا ہے، ڈرائی فروٹ بھی بہت زیادہ، ماشاء اللہ! اس ملک کے لیے اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب نعمتیں ہیں۔

حضرت! آپ کی دعا اس ملک والوں کے لیے ہو جاوے

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کشمیری مدظلہ نے ہمارے حضرت دامت برکاتہم کو اور ہم سب حضرات کو سنا کر ایک بات کہی کہ: حضرت! آپ اس ملک میں دعا کے لیے تشریف لائے ہیں۔ مولانا رحمت اللہ صاحب مدظلّہ بار بار ہمارے حضرت دامت برکاتہم کو یہ کہہ رہے تھے کہ: آپ تو اس ملک کے مسلمانوں کو دعا دینے کے لیے تشریف لائے ہیں، اِس ملک کے مسلمانوں کے لیے آپ کی دعا ہو جائے، اللہ تعالیٰ کل اِس ملک کو پھر سے ایمان واسلام کی حقیقی دولت سے مالا مال فرما دیں گے، پھر سے اللہ تعالیٰ وہ دن دکھائیں گے کہ اس ملک میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوں گے، قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوں گے، اور ان سب کی بنیاد میں آپ کی دعائے بابرکت کا پانی ہوگا؛ اس لیے آپ ان کے لیے دعائیں کر کے جائیں۔

(ہمارے اِس سفر اور سفرنامے کی اشاعت کے بعد جن عُلَما، مشائخ اور مسلمان بھائیوں کے وہاں کے اسفار ہوئے، وہ بتاتے ہیں کہ: اب ''ازبکستان'' میں پُرنور دینی فضا بن رہی ہے، مدارس، تبلیغی کام، خانقاہ کے سلسلے آباد ہو رہے ہیں۔)

فقیہ الامت نَوَّرَ اللّٰہُ مَرقَدَہ کی برکت کا ایک واقعہ

پھر ہمارے حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرقَدَہ کا ایک واقعہ انھوں نے سنایا کہ: جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کشمیر کا دورہ ہوا، تو جن جن بستیوں میں حضرت کو لے گیا، ان تمام بستیوں سے اللہ تعالیٰ نے شرک، بدعات، رسومات، نصرانیت کو ختم فرمادیا، اور الحمدللہ! وہاں دینی ماحول قائم ہوگیا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت دامت برکاتہم سے اکثر سنا کہ: ایسی ہی برکت کا واقعہ ہمارے یہاں بھروچ ضلع کے متعلق ہوا، جب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سفر ہوا، تو حضرت بھروچ ضلع کی جن جن بستیوں میں تشریف لے گئے، وہاں سے بدعات ورسومات کا خاتمہ ہوگیا، اور دیہات دیہات میں سینکڑوں عُلَما اور حفاظ تیار ہوگئے، اور جابہ جا مدارس ومکاتب قائم ہوگئے۔

اللہ والوں کے قدموں کی برکت

یہ اللہ والوں کے قدموں کی برکت ہے، کسی نے سچ بات کہی: ''جب کسی علاقے میں کوئی سرکاری بڑے لوگ جاتے ہیں تو وہاں راستے ٹھیک ہوجاتے ہیں، اور جب کسی علاقے میں اللہ والے کا گزر ہوتا ہے تو راستے پر چلنے والے ٹھیک ہوجاتے ہیں''۔ کسی جگہ کوئی دنیوی بادشاہ پہنچتا ہے تو لوگ ظاہری حالات بدلنے کی امیدیں قائم کرتے ہیں؛ لیکن جہاں روحانیت کے بادشاہ اللہ تعالیٰ کے اولیا جاتے ہیں، وہاں دلوں کی دنیا بدل جاتی ہے۔

حالات کا خلاصہ

واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ: یہ سفر بڑا ہی پُر عبرت رہا، کہ یا اللہ! جس ملک سے پورے عالَم کو علوم نصیب ہوئے، آج وہ ملک کلمہ کلمہ کے لیے ترس رہا ہے،

قرآنِ مجید کی تعلیم کے لیے تڑپ رہا ہے،

نہ وہاں کوئی مکتب کا عام مضبوط سلسلہ ہے،

نہ وہاں کوئی دینی مدارس کا مضبوط سلسلہ ہے،

اور کہا جاتا ہے کہ: یہ مسلمانوں اور وہ بھی ''حنفی سنی'' مسلمانوں کا ملک ہے۔ (اب الحمدللہ خوب دینی ماحول بن رہا ہے۔)

واقعہ یہ ہے کہ بہت دعاؤں کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ وہاں ایسی حکومت قائم فرمادے یا اہلِ حکومت کو یہ توفیق عطا فرمادے کہ، دینی تعلیم کے سلسلے میں پابندیاں ختم ہوجائیں، پھر سے وہاں مکاتب، مساجد، مدارس آباد ہوجائیں، اور وہاں سے پورے عالَم کو علم وہدایت کی روشنی نصیب ہو۔ اس کی دعائیں ہم کریں اللہ تعالیٰ وہ دن بہت جلدی دکھائے۔

نعمت پر شکر

اِن سب سے ہم مسلمانانِ ہند عبرت حاصل کریں کہ: اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس ملک کو جو نعمتیں عطا فرمائیں کہ جابہ جا مدارس، مساجد، مکاتبِ قرآنیہ کا نظم، عُلَما، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے، خانقاہ اور دعوت وتبلیغ کی محنت، دینی ملی رفاہی مختلف ادارے۔

واللہ! یہ سب اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، ہم ان نعمتوں کی شکر گذاری کریں:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (إبراهيم)

ترجمہ: اگر تم واقعی میرا شکر کروگے تو میں تم کو زیادہ نعمت دوں گا، اور اگر تم نے (میری نعمت پر) ناشکری کی تو اچھی طرح سمجھ لینا کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ایسے برے دن ہمارے ملک میں نہ دکھائیں؛ بلکہ پورے عالَم میں بھی کسی مسلمان کو نہ دکھائیں۔

﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران: ١٤٠)

ترجمہ: اور یہ دن (اوقات) ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان میں باری باری بدلتے رہتے ہیں۔

دن اور حالات کو پلٹنے میں دیر نہیں لگتی۔ اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے، اور مساجد، مدارس، مراکز، خانقاہ، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت اور ان کی مجلس کی بہار– جو ہم اپنے ملک میں دیکھ رہے ہیں– باقی رکھے، نظرِ بد سے بچائے، برے انقلاب سے بچائے، اور اللہ تعالیٰ ان روحانی، علمی، دینی نعمتوں کی صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

قارئین سے گزارش ہے کہ: اپنی دعاؤں میں ازبکستان اور روس سے آزاد ہونے والے مسلمانوں کا بھی کچھ حصہ لگا لیجیے، کہ اللہ تعالیٰ ایمان واسلام کی بہار کو قائم کرنے کی کوئی شکل پیدا فرمادے۔ آمین بجاه سيد المرسلين وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

شیخ المشائخ حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کا خطاب

ابھی آپ ساری تفصیلات سن چکے، واقعہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کے لیے بڑی عبرت کا مقام ہے، اور ہم اپنے یہاں جس ماحول کو دیکھ رہے ہیں وہ ہمارے اکابرین اور بزرگوں کی محنتوں کا نتیجہ ہے، ہم اس کی قدر کریں؛ اور اس کو باقی رکھنے کے لیے جس نوع کی محنتیں کرنی پڑے ہم اُس میں کمی اور دریغ نہ کریں، اور اِس کو باقی رکھنے اور ترقی دینے کے لیے جتنی بھی قربانیاں دینے کی ضرورت پڑے ہم قربانیاں دیں۔

ورنہ آپ نے حالات سنے کہ: ساری دنیا کو علمِ حدیث کی ایسی بڑی بڑی کتابیں جہاں سے ملیں، وہاں اِس کو کوئی جاننے والا بھی نہیں ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو موقع دیا ہے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں، جو صلاحیتیں اور قُویٰ دیے ہیں ہم اس کو دینی، ملی خدمات اور اسلام کی حفاظت واشاعت میں زیادہ سے زیادہ لگائیں، اسی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوازا جاتا ہے۔

بہر حال! یہ ساری باتیں آپ کے سامنے آچکیں۔ آپ کو عزیز محترم مفتی محمود صاحب سلمہ نے جس واقعے کے متعلق کہا ہے، وہ واقعہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، وہاں بھی مَیں نے زبانی سنایا تھا۔

خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں پڑھا تھا کہ: ایک آدمی حضرت خواجہ

عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زیارت وملاقات کی نیت سے حاضر ہوا، یہ سمجھ کر کہ یہ بڑے اللہ والے ہیں؛ لیکن چوں کہ حضرت خواجہ صاحب بڑے مال دار تھے، وہاں انھوں نے مال کی ریل پیل اور شاہانہ ٹھاٹھ دیکھ کر کہا:

نہ مردست آں کہ دنیا دوست دارد

یعنی اللہ والا وہ نہیں جو دنیا کو دوست رکھتا ہو، اور اپنا بیعت ہونے کا ارادہ ملتوی کر کے واپسی کا ارادہ کرلیا؛ لیکن نماز کا چوں کہ وقت ہوگیا تھا؛ اس لیے ٹھہر گئے، اور وہ ہما شما کی طرح کے لوگ نہیں تھے، تھوڑی دیر وہاں لیٹ گئے، نیند آگئی تو خواب میں خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، خواب میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بھائی! تم کیا کہہ رہے تھے؟ بولو! تو انھوں نے وہی جملہ دہرایا:

نہ مردست آں کہ دنیا دوست دارد

تو اس پر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا مصرعہ کہا:

اگر دارد برائے دوست می دارد

اگر دنیا کو دوست رکھتا بھی ہے تو دوست (حقیقی دوست: اللہ تعالیٰ) کے خاطر رکھتا ہے۔

جب بیدار ہوئے اور حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو یہی واقعہ بیداری میں پیش آیا۔ بہر حال! ہمارے اکابر نے ہم کو نیت کی درستگی کا جو سبق سکھایا ہے، وہ اِس واقعے سے پتہ چلتا ہے۔ (یعنی مال ودولت حلال طریقے سے حاصل کریں، نیکی کے کاموں میں خوب خرچ کریں۔)

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حال

۲۵۴ھ یا ۲۵۵ھ میں امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۶ھ میں انتقال فرما گئے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جب امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے ایک شعر کہا تھا:

إن تبق تفجع بالأحبة كلها		وفناء نفسك لا أبالك أفجع

گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو مخاطب ہو کر یوں فرما رہے تھے کہ: تُو زیادہ زندہ رہا تو تجھے تمام دوستوں کی جدائی کا غم اٹھانا پڑے گا، جو آدمی طویل عمر پاتا ہے تو اس کو اِن چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ مجھے یاد آ گیا کہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولا دامت برکاتہم - جو ہمارے بزرگ ہیں - ان کے سامنے ان کے لڑکوں، لڑکیوں کا انتقال ہوا، تو ایک مرتبہ فرمایا: جو لمبی عمر پائے گا اس کو یہ سب تو بھگتنا ہی ہے۔

إن تبق تفجع بالأحبة كلها		وفناء نفسك لا أبالك أفجع

''مشکوٰۃ شریف'' پڑھانے کے زمانے میں امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ پڑھا تھا، اُس وقت سے یہ شعر ذہن میں ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ موت بڑی دردناک ہے؛ اس لیے ہر آدمی کو موت کی تیاری کرنی چاہیے۔

بہرحال! یہ تمام واقعات اور احوال ہمارے لیے بڑی عبرت کا موقع ہے، ابھی مَیں دو چار دن پہلے حدیث کے سبق کے لیے سورت گیا، وہاں مولانا احمد صاحب لاٹ دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی تو مولانا کے سامنے اِس سفر کا مختصر تذکرہ ہوا، تو مولانا نے بھی فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک ہندوستان کو بڑی نعمتوں سے نوازا ہے،

اور جو لوگ پوری دنیا کا سفر کرتے ہیں اور حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، تو وہ لوگ پورے شرحِ صدر کے ساتھ اِس کا اعتراف کرتے ہیں کہ، اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس ملک میں دین کی نسبت سے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، وہ دنیا میں کہیں بھی حاصل نہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے، اس کی ہمیں قدر کرنی چاہیے، اور اس کو بڑھانے کے لیے ہمیں اپنی کوششوں اور محنتوں کو بڑھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق وسعادت نصیب فرمائے، آمین۔

ازبکستان کا روحانی و تاریخی سفر

بقلم: محمد سلمان مرچنٹ (خادم مدرسۂ رحمانیہ عربیہ)

نوٹ: الحمد للہ! بندے کے سفر نامہ کو پڑھ کر بہت سارے حضرات نے اِن ممالک کا سفر کیا، اسی سلسلے میں برادرِ محترم مفتی طاہر صاحب باکس والا سورتی مدظلہ اور ان کے رفقا کا ایک تازہ سفر ہوا، جس کو ان کے ایک رفیقِ سفر مولانا محمد سلمان صاحب مرچنٹ نے قلم بند کیا، اس کو افادۂ عام کے واسطے بعینہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ (محمود عفی عنہ)

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت

۴ ستمبر ۲۰۲۵ء بروز جمعرات

الحمد للہ! آج کا دن میری زندگی کا سب سے یادگار دن تھا۔ ازبکستان کے سفر کا منصوبہ تقریباً تین ماہ پہلے بنا تھا، اس وقت سے دل میں یہی تڑپ تھی کہ جلد از جلد امام بخاری رحمہ اللہ کے دار پر حاضری کی سعادت حاصل ہو، بالآخر وہ دن آ ہی گیا۔

ایک دن تاشقند میں گزار کر اور وہاں کی مختصر زیارات سے فارغ ہو کر ہم علی الصبح سمرقند کی جانب روانہ ہوئے، ہوٹل میں کمرے حاصل کرنے کے بعد ہم امیر المؤمنین فی الحدیث کے مزار کی طرف نکلے، درمیان میں ایک ہوٹل میں ظہرانے کے لیے رکے، یہاں کا کھانا ہندوستانی کھانوں کے برعکس مصالحہ جات سے پاک صاف ہوتا ہے، شوربا بھی صرف گوشت اور سبزی سے نکلے ہوئے رس پر مشتمل ہوتا ہے، ہمارے دیار کی طرح تیل کا کنواں نہیں ہوتا۔ بہرحال! تقریباً ۵ / لاکھ ازبکی روپیوں کا بل ادا کرنے کے بعد ہم اپنی اصل منزل کی طرف بڑھ گئے۔

راستے میں امام بخاری رحمہ اللہ کے مزار کا فاصلہ دیکھنے کے لیے مفتی عتیق صاحب نے گوگل میپ کھولا، وہاں یہ اطلاع ملی کہ مزار تعمیری کام کی وجہ سے بند ہے، یہ سنتے ہی دل پر ایک بوجھ سا آ گیا، ایسا محسوس ہوا کہ اتنا طویل سفر کرنے کے بعد اگر مزار کی زیارت نصیب نہ ہو تو یہ سفر ضائع ہو جائے گا، وہاں پہنچنے پر بھی یہی صورتِ حال تھی، گارڈز نے اندر داخلے کی اجازت نہ دی، ہم تقریباً آدھے گھنٹے تک وہیں کھڑے رہے، اسی دوران ساتھیوں نے ایصالِ ثواب کا سلسلہ شروع کر دیا، میں نے بخاری شریف کی

ابتدائی چنداور آخری روایتیں پڑھ کر ختم کیں، آنکھیں اشکبار تھیں اور دل غمگین ہو گیا، یہ نالائق اپنے ساتھی مولوی مستقیم کے ساتھ قریب کی سیڑھی پر جا کر بیٹھ گیا، چاروں طرف تعمیراتی کام کی وجہ سے دھول اڑ رہی تھی، کپڑے بھی غبار آلود ہو گئے تھے، دل میں یہی خیال آ رہا تھا کہ شاید میرے گناہوں کی نحوست ہے کہ یہ قافلہ زیارت سے محروم واپس لوٹ جائے گا۔

اسی اثنا میں ہمارے استاذ: حضرت مفتی طاہر صاحب باکس والا دامت برکاتہم العالیہ نے حوصلہ دیا اور تاکید کی کہ سب لوگ درود شریف پڑھتے رہیں، اچانک رہبر کو فون آیا اور اسے کہا گیا کہ یہ مہمان پچھلے دروازے سے اندر داخل کیے جائیں۔

پورا احاطہ اتنا وسیع تھا کہ لگتا تھا جیسے اڈاجن پاٹیا پورا یہاں سما سکتا ہے، پچھلا دروازہ کافی دور تھا؛ مگر ہم ہمت کر کے گاڑی کے ذریعہ وہاں تک پہنچ گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گارڈ ہمارا پُرتپاک استقبال کر رہا ہے اور ہمیں امام بخاری رحمہ اللہ کے مزار کی طرف لے جانے لگا۔ وہاں کا ماحول نہایت پُرسکون تھا، صرف مزدور موجود تھے اور عام زائرین بالکل نہیں، سب حیرت سے ہمیں دیکھ رہے تھے کہ یہ قافلہ اچانک کہاں سے آ گیا ہے۔

حضرت امام بخاریؒ کے مزار کے قریب ہمارے لیے بینچ بچھا دی گئی، اس پر ہمارے شیخین: حضرت مولانا محمد رفیق صاحب ناڈا اور حضرت مولانا مفتی طاہر صاحب باکس والا دامت برکاتہم العالیہ تشریف فرما ہوئے، میں نے موقع دیکھ کر دونوں کے درمیان بیٹھنے کی سعادت حاصل کی، اس امید پر کہ ان کے ذریعے امام بخاری رحمہ اللہ کی توجہات کا کچھ حصہ مجھے بھی مل جائے، کچھ دیر ہم خاموشی اور مراقبے میں بیٹھے رہے،

امام بخاری رحمہ اللہ کی خدماتِ حدیث پر دل ہی دل میں ان کا شکر ادا کرتے رہے اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا۔

میرا دل عجیب کیفیت میں تھا، ذہن میں بار بار یہ خیال آرہا تھا کہ محدثین کے یہاں درسِ حدیث کے وقت صفائی اور طہارت کا بڑا اہتمام ہوتا تھا، جب کہ میں اس وقت غبار آلود کپڑوں میں مزار پر حاضر ہوا تھا؛ لیکن یہ عذر پیش کرتا رہا کہ جیسے آپ کے مدرسے میں دور دراز سے طلبہ سفر کر کے آتے تھے، ویسے ہی ہم بھی سفر کی گرد و غبار میں حاضر ہوئے ہیں؛ لہٰذا بے ادبی معاف فرما دیجیے اور ہم پر بھی اپنی توجہات مبذول فرما دیجیے۔

کچھ دیر کے بعد گارڈ نے ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا، پھر ہم مزار سے متصل عالی شان مسجد میں حاضر ہوئے جو تعمیر کے آخری مراحل میں تھی، مسجد کے اندر حضرت مفتی طاہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اجتماعی دعا کروائی، یہاں تک کہ مزدور بھی دعا میں شریک ہو گئے، دعا کے دوران حضرت بار بار یہ جملہ دہراتے رہے:

یا اللہ! علمِ حدیث کے ساتھ مرتے دم تک ہمارے تعلق کو قائم دائم رکھنے کے فیصلے فرما۔ یوں حضرت الاستاذ کی مستجاب دعا کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ کے مزار کی یہ حاضری مکمل ہوئی۔

باہر نکلنے پر ہمیں بتایا گیا کہ یہ سب حکومتی سطح پر ممکن ہوا، گارڈ کو خاص طور پر حکم ملا کہ پچھلا دروازہ کھول کر ہمیں داخلے کی اجازت دے، میں نے اس واقعے کو اور اس نصرتِ الٰہی کو حضراتِ شیخین (حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شیخ الحدیث مفتی طاہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ) کی کرامت سمجھا، اللہ تعالیٰ ہمارے اساتذہ کی عمروں میں برکت عطا فرمائے، آمین!

۷ ستمبر ۲۰۲۵ء بروز اتوار

خواب اور برکتیں

ازبکستان کا یہ سفر ایک طرف تو بہت ہی مختصر اور دوسری طرف تاریخی مقامات کی بہتات کی وجہ سے بیٹھنے کی بالکل اجازت نہیں دیتا، دن بھر زیارات سے فارغ ہو کر رات کو بستر پر پڑتے ہی خواب آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی اس جگہ کی برکت ہی کہوں؛ ورنہ گھر پر یہ بندہ آدھی رات تک سونے کی ناکام کوشش کرتا رہتا ہے۔ بہر حال! سوچا کہ اب راستے میں چلتے ہوئے ہی کچھ کلمات لکھ لوں۔

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما (شاہِ زندہ) کی زیارت

۵ ستمبر کی صبح صحابیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے چچازاد بھائی: حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کے مزار کی حاضری کے لیے تمام ساتھی روانہ ہوئے، یہ صحابی حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں خراسان کی لڑائی میں قیادت فرما رہے تھے اور سمرقند کے علاقے میں جامِ شہادت نوش کی، ان کا مزار سمرقند شہر میں ہے جو آج بھی مرجعِ خاص و عام ہے، انہیں ''شاہ زندہ'' بھی کہتے ہیں۔

''شاہ زندہ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنی شہادت کے بعد زندہ رہے جب تک اپنے قاتل سے بدلہ نہ لے لیا، واللہ اعلم! یہ بھی ممکن ہے کہ شہید چونکہ زندہ رہتا ہے، مرتا نہیں ہے اور یہ شہید ہوئے تھے؛ اس لیے شاہ زندہ کہا جاتا ہو۔

ان کا مزار بہت اونچائی پر بنایا گیا ہے، بہت اونچی سیڑھیاں ہیں-ان سیڑھیوں

کے متعلق مختلف افواہیں چلتی ہیں، ان کی تفصیل کا موقع نہیں- اس کے بعد ایک احاطہ ہے جس میں مختلف کمرے بنے ہوئے ہیں، ان کمروں میں مختلف بادشاہوں، ان کے وزیروں کے علاوہ بعض سماجی افراد کی قبریں بھی بنائی گئی ہیں۔

حجرہ میں داخلے کی سعادت

ان گھاٹیوں کو پار کرتے ہوئے ہم صحابیٔ رسول حضرت قثم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر پہنچے، جس حجرے میں حضرت کی آرام گاہ ہے وہ مقفل رہتا ہے، باہر ہی نشستوں پر زائرین بیٹھ جاتے ہیں، ہم بھی بیٹھ کر وہیں سے ایصالِ ثواب کرنے لگے۔

اچانک ہمارے قافلے کے ایک ساتھی مفتی عتیق صاحب اٹھے اور منتظم سے اشارہ سے درخواست کی کہ ہمیں اندر داخلے کی اجازت دی جائے۔

اللہ اللہ!!! منتظم نے پہلے آنکھیں بند کیں اور مصری لہجے میں ترتیلاً سورۂ بقرہ کے اواخر سے آیتیں تلاوت فرمائی، پھر مختصر مراقبہ کیا۔ بندہ کا خیال ہے کہ یہ اجازت طلب کی گئی، بس! اس منتظم نے اٹھ کر کمرہ کھولا، ہم سب سکون وادب سے کمرے میں داخل ہوئے۔ ایسی تڑپ کے موقع پر سکون ووقار کا دامن تھامے رہنا ہمارے لیے کافی دشوار امر تھا۔ بہرحال! اندر جا کر سکون سے ہم سب بیٹھ گئے اور ایصالِ ثواب کرتے رہے۔

راقم الحروف کے دل میں یہ الفاظ چل رہے تھے: یہ وہ شخصیت ہیں جن کے ہاتھوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ اطہر کو وفات کے موقع پر غسل دیا ہے، یہ وہ شخصیت ہے کہ جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک میں اترے تھے۔ اس موقع پر دل کی کیفیت بیان کرنے کے لیے الفاظ ندارد۔

دیگر مزارات اور امام ماتریدیؒ کی زیارت

وہاں سے اٹھ کر دیگر قبروں پر مختصر سلام پیش کر کے علمِ کلام کے امام: ابوالحسن محمد الماتریدیؒ کے مزار کی طرف روانہ ہوئے، وہاں کی مختصر روداد بندے نے ویڈیو کے ذریعہ ارسال کی تھی؛ چنانچہ ان چند مواقع کو حذف کرتا ہوں۔

امام ماتریدی، ابواللیث سمرقندی، صاحبِ ہدایہ وغیرہ کی زیارات کے بعد جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لیے ریگستان سکویر میں اپنی ہوٹل سے قریب جامع مسجد میں ہم حاضر ہوئے۔

جمعہ کی نماز سے تقریباً ۴۰ رمنٹ قبل بیان شروع ہو چکا تھا اور میں نے دیکھا کہ معتد بہ مجمع مسجد میں حاضر ہو چکا تھا۔ بیان ویسے تو ازبکی زبان میں ہو رہا تھا؛ البتہ مقرر صاحب جن نصوص کو استشہاداً پیش فرما رہے تھے اس سے اندازا ہوا کہ ایثار اور حقوق العباد کی اہمیت پر بیان ہو رہا ہے۔

تاشقند کے برخلاف سمرقند کے لوگوں میں کافی حد تک دینی شعور اور دیندار حضرات سے محبت کا جذبہ موجود ہے۔ دورانِ خطبہ تقریباً تمام احباب کو دوزانوں بیٹھا ہوا پایا؛ حتی کہ مسجد میں ایک شخص بھی میرے اردگرد نہ چارزانوں بیٹھا تھا، نہ کوئی کرسی میں نے مسجد میں دیکھی۔

امام دارمیؒ کے مزار کی زیارت

اب یہ قافلہ امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمیؒ کے مزار کی جانب روانہ ہوا، آپ یقین جانیں ہمارے دو مخلص رہبر: فاضل بھائی اور شاد بہار صاحب سمرقند ریگستان

سکویر سے تقریباً ۵۰ رکلومٹر دور سے ہمیں لینے آئے اور ان کے گاؤں سے مخالف سمت میں تقریباً ۳۰ رکلومٹر دور کسی گاؤں میں لے جانے لگے۔

ایک سنسان جنگل کی جانب ہماری گاڑی آگے بڑھتی رہی؛ حتی کہ خود رہبر حضرات بھی راستہ نہیں جانتے تھے، ہمارے قافلے کے فعال ساتھی مفتی عتیق صاحب لگاتار گوگل میپ سے اندازہ لگا لگا کر خود رہبر کی رہبری کرتے رہے اور ہم بفضل اللہ! امام دارمی رحمہ اللہ کے مرقد تک پہنچ گئے۔

بالکل سنسان جگہ میں ایک بڑا مرقد دارمی کا بنا ہوا ہے اور نہایت ہی عالیشان مسجد اور ریسرچ سینٹر زیرِ تعمیر ہے۔ حسبِ معمول کچھ دیر وہاں ایصالِ ثواب کے بعد وہاں موجود ایک عبادت خانے میں ہم نے عصر کی نماز ادا کی۔

شادیار بھائی کے گاؤں میں مہمان نوازی

اب یہاں سے ایک طویل سفر ہمیں کرنا ہے، ہمارے رہبر شادبہار بھائی نے ہمیں اپنے مکان پر رات کی دعوت دی ہے، دو گاڑی میں ہم تمام ساتھی اس جانب روانہ ہوئے، دونوں رہبر ہمیں دور دراز لے جانے لگے؛ حتی کہ راقم الحروف کو یہ محسوس ہونے لگا کہ اب اور کتنا آگے جانا ہے، شاید اب دنیا کا آخری کنارہ آچکا ہے۔

بالآخر ہم شادیار بھائی کے گھر پہنچے، مغرب کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہمیں ایک کمرے میں لے جایا گیا جہاں دسترخوان پر پہلے سے پھل سجے ہوئے تھے، پھلوں کا ایک طویل دور چلا، شادیار بھائی کا خود پھلوں کا باغ ہے، یہاں کے پیچ، ناسپتی، آلو اور تربوز بے مثال ہیں۔

ایک مضحکہ خیز بات یہ ہوئی کہ ساتھی سمجھے کہ اتنے زیادہ پھل ہمیں کھلا دیے گئے شاید یہی عشائیہ تھا، جب ہم اٹھ کر جانے لگے تو میزبان نے آواز لگائی: اللحم اللحم. بہر حال! ساتھی سب ہنسنے لگے اور دوبارہ دسترخوان پر اپنی اپنی جگہ سنبھال لی، کچھ ہی دیر میں بہترین بخارا پلاؤ لایا گیا جو ہم سب نے بڑی لذت سے کھایا۔

عشائیہ سے فراغت کے بعد ہم سب گھر کے باہر ایک بڑی چارپائی پر بیٹھے، طویل مجلس تھی، عجیب فضا سنسان گاؤں تھا، کھلے آسمان کے نیچے ہم بیٹھے تھے، چاند کی روشنی سے پورا گاؤں چمک رہا تھا؛ ورنہ وہاں سڑکوں پر لائٹ کے کھمبے لگے ہوئے نہیں تھے، یہ مجلس بھی زندگی بھر یاد رہے گی، بس اس دن کی کارگذاری یہی رو کتا ہوں۔

امام بخاریؒ کے شہر بخارا کی جانب

اگلے دن ۶ / ستمبر کو امیر المومنین فی الحدیث، آیۃ من آیات اللہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شہر بخارا کی جانب بہ ذریعے ٹرین روانہ ہوئے، بخارا کی سرزمین جیسے جیسے قریب آنے لگی ساتھیوں کے دلوں میں ایک عجیب سی تڑپ پیدا ہونے لگی۔

بندے نے سن رکھا تھا کہ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی جگہ اب تک محفوظ رکھی گئی ہے، نیز وہ مدرسہ جہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ درس دیا کرتے تھے اس مدرسے کو دیکھنے کا بھی شدت سے انتظار تھا۔

بخارا میں اپنی ہوٹل پر سامان رکھ کر فوراً ساتھی زیارات کے لیے روانہ ہوئے، سب سے پہلے فقیہِ حنفی ابوحفص کبیر کے مرقد کی جانب ہم روانہ ہوئے، نہایت عالیشان عمارت میں حضرت کی قبر موجود ہے، یہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان علاقوں میں فقہ حنفی انہی کے ذریعے رائج ہوا ہے۔

میرعرب مدرسہ اور حدیث کی اجازت

قریب کی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم میرعرب مدرسہ میں پہنچے، وہاں کے کچھ طلبہ نے حضرت مفتی طاہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے اجازتِ حدیث حاصل کی، بخاری کی ابتدائی روایت پڑھ کر حضرت نے اجازتِ حدیث دی۔

پھر مسجدِ کلاں میں پہنچے۔ اللہ اللہ! وسیع اور عریض مسجد کا میدان اور اس میدان کے درمیان میں ایک چبوترہ قائم کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ سے درس دیا کرتے تھے۔

امام بخاریؒ کے مقامِ ولادت اور مقامی روایات

وہاں سے فارغ ہونے کے بعد قریب میں رہبر ہمیں اس مقام پر لے گئے جہاں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی ہے۔ اس جگہ پر ایک حوض بنا دیا گیا ہے اور مقیم حضرات نے کہا کہ: بہت سے لوگوں نے اس جگہ کو حاصل کر کے وہاں پر تعمیرات کی کوشش کی؛ لیکن بحمد للہ! اس جگہ کو ابھی بھی محفوظ رکھا گیا ہے اور کسی کو تعمیر کی اجازت نہیں دی گئی۔

وہیں سے متصل مسجد میں ہم نے عشا کی نماز ادا کی، ایک نوجوان نے بہترین آواز میں تلاوت کی، نماز میں ساتھیوں کا بڑا دل لگا۔ یہاں نمازوں کے بعد متصلاً سنن کے لیے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں، بعدہ تسبیحاتِ فقراء اور آیت الکرسی کا اہتمام کیا جاتا ہے، پھر امام کچھ نہ کچھ تلاوتِ قرآن سناتا ہے۔ معمول کے موافق اس مسجد میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔

دعا اور روحانی کیفیت

البتہ اس نوجوان امام نے حضرت مفتی طاہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے دعا کی درخواست کی، حضرت نے مختصراً دعا کروائی، مجلس کے اختتام کے بعد ہم ساتھیوں نے اس نوجوان امام کے ساتھ ایک الگ مجلس قائم کی اور وہاں پر ایک بوڑھے میاں بھی موجود تھے۔ ان سے بھی ہم نے مختلف سوالات کیے۔

ایک ساتھی نے پوچھا کہ: روسی تسلط کے ایام میں آپ نے یہاں کیا کیا دیکھا؟

وہ بوڑھے میاں آب دیدہ ہو گئے، فرمایا: مساجد سب بند تھیں، سال میں صرف عید کے موقع پر کھلتیں، داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں تھی، نہ قرآن پڑھنے کی اجازت۔

بہر حال! چونکہ ایک عرصے تک وہاں پر روس کا تسلط رہا ہے؛ اس لیے اس معاشرے کے اندر مغربی تہذیب پیوست کر چکی ہے؛ لیکن ہمیں اندازہ ہوا کہ جیسے وقت گذر رہا ہے دوبارہ دین کی طرف ان حضرات کا رجحان ہوتا چلا جا رہا ہے۔

بوڑھے میاں کی درخواست پر حضرت مفتی طاہر صاحب نے دوبارہ دعا کروائی، اس دعا نے قافلے کو رلا دیا، الفاظ تقریباً یہ تھے:

یا اللہ! جس طرح امام بخاری، امام ترمذی اور تیرے یہ برگزیدہ بندے دیوانگی و فریفتگی کے ساتھ علمِ حدیث کے حصول کے لیے اپنی جان و مال کو لگا رہے تھے، ایسی دیوانگی کے ساتھ اس علم کے پیچھے ہمیں بھی لگنے کی توفیق عطا فرما۔

اور سنو سنو میرے عزیزو! اس مبارک مقام اور مبارک موقع پر ہمارے مشفق استاذ ہمیں نہیں بھولے، طلبہ کا بھی ذکر کر کے دعائیں فرمائی کہ ہمارے طلبہ کو بھی حدیث

کے برکات وانوارات سے مالا مال فرما۔

اس طرح یہ مجلس حضرت کی مستجاب دعا پر اپنے اختتام کو پہنچی اور ہم ہوٹل کی جانب روانہ ہوئے۔

سفرِ ترمذ (۹؍ستمبر ۲۰۲۵ء)

روانگی اور ابتلاء

۸؍ستمبر صبح کے ۴؍بجے اٹھ کر ساتھی ''بخارا'' سے ''ترمذ'' کی جانب روانگی کے لیے تیار ہو گئے، ایک دن پہلے ہم نے ایک گاڑی بک کر لی تھی؛ لیکن صبح ڈرائیور نے دھوکا دے دیا اور اس نے ہمارا ایک فون نہیں اٹھایا؛ حالاں کہ ہمارے ساتھی صرف چار گھنٹے کی مختصر نیند کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ بندہ حسبِ معمول بہت اداسی اور ٹینشن کا شکار ہو چکا تھا، ہمارا وقت پر ''ترمذ'' پہنچنا بے حد ضروری تھا؛ کیوں کہ رات کو ''ترمذ'' سے ''تاشقند'' بہ ذریعہ ہوائی جہاز ہماری بکنگ ہو چکی تھی اور بخارا سے ترمذ تقریباً ۴۵۰؍کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔

بہر حال، اللہ تعالیٰ کی خاص مدد شاملِ حال ہوئی اور ہمارے چند رفقا نے تین گاڑیاں کسی نہ کسی طرح بک کروالیں، یوں ہم تین گاڑیوں میں ترمذ کی طرف روانہ ہوئے۔

راستے کے مناظر اور پہلا پڑاؤ

اس سفر میں راقم الحروف کے ساتھ ایک گاڑی میں مفتی عتیق صاحب اور حافظ صفوان صاحب شریک تھے، راستے میں پہلے ابو معین نسفی کے مزار پر حاضری ہوئی، پھر

ایک ہوٹل پر ظہرانہ سے فارغ ہوکر امام ترمذیؒ کے مزار مبارک کی طرف بڑھنے لگے۔

امام ترمذی کا مرقد، ترمذ سے تقریباً ۵۰ رکلومٹر پہلے ''شیر آباد'' میں واقع ہے، راستہ کہیں تو ٹھیک ٹھاک، تو کہیں بے مثال تھا، ۱۵۰ رکی رفتار پر گاڑی مثلِ سفینہ علی الماء چلتی، چاروں طرف ریت کے پہاڑ اتنے منظم؛ گویا محسوس ہوتا کہ کوئی تصویر ہو۔

امام ترمذی کی احادیث پر گفتگو

اچانک مفتی عتیق صاحب نے مولانا حبیب صاحب کی وہ بات یاد دلائی جو حضرت نے ہمیں ترمذی شریف کے درس کے آغاز میں بیان فرمائی تھی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ترمذی شریف کی تمام روایتیں معمول بہا ہیں؛ یعنی ان روایات پر کسی نہ کسی مجتہد نے عمل کیا ہے؛ البتہ دو حدیثیں ایسی ہیں جن پر کسی نے عمل نہیں کیا۔

پہلی حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ظہر وعصر، اور مغرب وعشا کو جمع کیا؛ حالاں کہ نہ دشمن کا خوف تھا اور نہ سفر و بارش کا عذر تھا، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کام بیانِ جواز کے لیے کیا تھا۔

دوسری حدیث: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شراب پینے والے کو کوڑے مارو (کوڑے مارنے کی سزا تین مرتبہ تک دو)، پس اگر وہ چوتھی مرتبہ شراب پیے تو اس کو قتل کر ڈالو۔

ان دونوں حدیثوں پر کسی مجتہد نے عمل نہیں کیا، تمام ائمہ کا مسلک یہی ہے کہ

شرابی کو کوڑے ہی مارے جائیں گے، اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح تمام ائمہ متفق ہیں کہ مقیم، بلا عذر، دو نمازوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی سفر، بارش یا مرض کی وجہ سے جمع کرنا جائز ہے، مطلقاً جائز نہیں۔

حضرت مولانا حبیب صاحب پالنپوری دامت برکاتہم العالیہ نے اس موقع پر فرمایا تھا: کاش ہم امام ترمذی کو فون کر کے یا ان کی قبر پر جا کر بتا سکتے کہ آپ فکر نہ کریں ان دونوں روایتوں پر بھی احناف نے عمل کیا ہے، اگر حدیثِ ابن عباس میں جمع صوری مراد لی جائے اور حدیثِ معاویہ کو تعزیر و سیاست پر محمول کیا جائے تو دونوں حدیثیں احناف کے نزدیک معمول بہا ہوں گی۔ صحیح حدیث ہو اور احناف اس پر عمل نہ کرے، ایسا ہو نہیں سکتا۔

زیارتِ امام ترمذیؒ

ہمارے قافلے کے سب سے محبوب ساتھی، مولانا ارشد صاحب بھی امام ترمذیؒ کے مزار کی زیارت کے شدت سے منتظر تھے، درحقیقت حضرت مولانا حبیب صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ترمذی کا درس دینے کا انداز ایسا نرالا تھا کہ کتاب کا حق ادا کر دیتے تھے، نتیجتاً تمام طلبہ کو نسبتاً ترمذی شریف سے بہت زیادہ انسیت اور مناسبت ہو جاتی تھی۔

بہر حال! وہاں پہنچ کر وضو سے فراغت کے بعد سکون و اطمینان کے ساتھ ہم دارِ ابو عیسیٰ پر حاضر ہوئے، وہاں مفتی سلمان صاحب بسم اللہ نے جامع ترمذی کی پہلی اور آخری روایت پڑھی، ساتھ ہی بندے نے حضرت مولانا حبیب صاحب کا سلام اور وہ

پیغام جو حضرت نے بارہ سال قبل دیا تھا پہنچا دیا، کہ حضرت امام! آپ خوش رہیں، آپ کی کتاب میں ہر روایت بحمد اللہ! معمول بہا ہے۔

حکیم ترمذی کا مزار اور آمو دریا کا دیدار

اس کے بعد ہم حکیم ترمذی رحمہ اللہ کے مزار کی طرف روانہ ہوئے، مزار سے قریب کچھ چھوٹے چھوٹے غار تھے، اُس دور میں صوفیۂ کرام ان میں چلاکشی کرتے تھے۔ ایک غار میں ہم، حضرت مولانا رفیق صاحب کے ساتھ داخل ہوئے، حضرت الاستاذ نے کچھ دیر ذکر کیا، پھر وہاں سے نکلنے کے بعد تمام ساتھی پرجوش تھے کہ آمو دریا کا دیدار کیا جائے، جو افغانستان کی سرحد پر واقع ہے، ڈرائیور ہمیں حکیم ترمذی کے مزار کے پیچھے ایک قلعہ نما تعمیر کے پاس لے گیا، وہاں سے ہم نے افغانستان کی سرحد اور آمو دریا کا نظارہ کیا۔

سرحد پر چند افغانی محافظ اسلحہ لیے گشت کر رہے تھے، دل میں بڑی تڑپ تھی کہ سرحد پر موجود فینس کے قریب جا کر ان سے ملاقات کر سکیں؛ مگر مفتی عتیق نے سمجھایا کہ یہ ممکن نہیں، ہر ملک کے کچھ اصول وضوابط پروٹوکال ہوتے ہیں، جن کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی۔

بہرحال! یوں ہم نے افغانستان کو دور ہی سے دیکھ کر اپنے دل کو تسلی دی۔

پرواز برائے تاشقند

اب ہماری اگلی منزل تاشقند تھی، ہم ترمذ کے ہوائی اڈے کی جانب روانہ ہوئے، اور وہاں سے پرواز میں سوار ہو گئے، یہ پرواز تقریباً پینتالیس منٹ کی تھی، ہماری

فلائٹ آٹھ بجے روانہ ہوئی اور پونے نو بجے کے قریب تاشقند میں اتر گئی۔

تاشقند میں قیام اور ضیافت

ہمارے میزبان جناب الہام بھائی، اپنی شاندار گاڑی کے ساتھ ایئرپورٹ پر ہمارا انتظار کر رہے تھے، ایک اور گاڑی ''زینڈو'' اپلی کیشن سے بک کروائی گئی، یوں ہم دو جماعتوں میں تقسیم ہو کر الہام بھائی کے وسیع وعریض مکان پر پہنچے۔ مکان کیا تھا؛ گویا ایک پورا گاؤں لگ رہا تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی فضل سے نوازا تھا۔

وہاں ہمارے کھانے کا اہتمام پہلے ہی سے ہو چکا تھا، الہام بھائی نے بے حساب پھل، گوشت کا سوپ اور مختلف خشک و تر میووں سے بھرپور پر تکلف ضیافت کی، کھانے کے بعد انھوں نے اپنے مکان کی سیر کرائی، جس میں سوئمنگ پول، ٹیبل ٹینس اور دیگر سہولیات دیکھنے کو ملیں۔

اختتامِ سفر ترمذ

طویل اور پر مشقت دن کے بعد جب ہم بستر پر لیٹے تو لمحوں میں نیند کی دنیا میں کھو گئے۔

کلمات بوقت اختتام سفر (۱۰ ستمبر ۲۰۲۵ء)

ازبکستان کا یہ مختصر سفر مکمل ہوا، یہ اس سفر کی آخری تحریر ہے، بندہ جہاز میں بیٹھ کر لکھ رہا ہے، سوچا کہ ہوائی جہاز اترنے سے پہلے اسے مکمل کرلوں۔ اس آخری تحریر میں ازبکستان کے لوگوں کی کچھ خصوصیات اور اپنے ساتھیوں کا ذکرِ خیر کرنا چاہتا ہوں۔

ازبک عوام کی خصوصیات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق میں ہے:

اِنَّه لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ.

میں نے یہاں کے راستوں میں کبھی کسی کو پکارتے یا چیختے چلاتے ہوئے نہیں دیکھا، یہاں کے لوگوں میں حلم اور بردباری کا وافر حصہ پایا جاتا ہے، بے انتہا تواضع اور مہمان نوازی تو سبحان اللہ!

نمازوں کے بعد متصلاً سنن کا اہتمام، دعاؤں کا بہت زیادہ اہتمام، مسجد کے باہر رکھے ہوئے ہمارے جوتوں کو بڑے سے بڑا آدمی پلٹ کر ترتیب سے رکھ دیتا؛ تاکہ مسجد سے نکلنے والا فوراً اپنے قدموں کو جوتوں میں ڈال کر چلنے لگے۔

جب ہم مصحفِ عثمانی کی زیارت کے لیے گئے (یہ بھی ایک طویل کارگزاری ہے جو کبھی خاص مجالس میں سنانے کی کوشش کروں گا) تو وہاں کے مدیرِ اعلیٰ ہمارے ساتھ تھے، یہ بھی ہمارے شیوخ کی برکت تھی؛ ورنہ تو مدیرِ اعلیٰ بذاتِ خود کسی کو زیارت کرائے ایں خیال است ومحال است وجنوں!!

بہر حال! اس موقع پر بھی مدیر نے ہمارے تمام جوتے اس کمرے سے باہر نکلنے سے پہلے سیدھے کر دیے تھے۔ حضرت مولانا رفیق صاحب نے مجھے ایک شام تلقین کیا کہ ان کو فوراً دعا دینے کا اہتمام کرو:

یا اللہ! تیرے اس بندے نے میرے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا تو بھی اس کے ساتھ اکرام کا معاملہ فرما۔

کتب خانوں کی صورتِ حال

ہمارے مدرسے کے نوجوان اور ایک فعال استاذ: مولانا امین صاحب میمن نے مجھ سے درخواست کی کہ کتب خانوں میں جا کر کچھ کتابیں خریدوں۔

یا اللہ! کیسے کہوں کہ اس سرزمین پر جہاں وہ کتابیں لکھی گئیں، جن پر آج امت پل رہی ہے، وہ کتابیں جو امت کو اپنے رب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف کراتی ہیں، وہاں کتب خانوں کا کوئی تصور نہیں رہا۔

تاہم روس کے ناپاک تسلط کی وجہ سے یہاں کا کلچر اگرچہ اسلامی نہ رہا، البتہ اللہ کے کچھ نیک بندے یہاں موجود ہیں جو بڑی بڑی قربانیوں کے ذریعے دین کو دوبارہ زندہ کرنے، قرآن و حدیث کی تعلیم کو عام کرنے کے لیے ایسی ایسی قربانیاں دے رہے ہیں کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہوگئے اور آنکھیں بھر آئیں۔

یہ حضرات علمائے دیوبند کی کتابیں حاصل کرنے کے لیے کتنی مشقتیں اٹھاتے ہیں اور کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو ہمارے بزرگوں کی کتابوں کا ترجمہ کرکے ازبک زبان میں منتقل کرتے ہیں۔ مزید تفصیلات سے مجھے مجبوراً رکنا پڑ رہا ہے؛ تاکہ ان کارِ خیر میں حصہ لینے والوں کے لیے میری تفصیلات رکاوٹ نہ بن جائیں۔

ہمارے دیار کی غفلت

اب ذرا ہم اپنے یہاں ہونے والے ظلمِ عظیم کی طرف رخ کریں، سالانہ امتحان کے بعد طلبہ کتابیں چھوڑ کر ایسے بھاگتے ہیں کہ الامان والحفیظ! باقاعدہ کئی دنوں تک اعلان کرنے پڑتے ہیں کہ اپنی کتابیں گھر لے جائیں، اس کے باوجود بھی کچھ طلبہ

کتابوں کو پلٹ کر نہیں دیکھتے۔

گیارہ شوال کو جب مدرسہ شروع ہوتا ہے تو دھول میں دٹی ہوئی کتابیں سامنے نظر آتی ہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں۔

استغفراللہ! براہِ کرم اس گناہ سے توبہ کریں، ان نعمتوں کی شکرگزاری یہی ہے کہ ان کا ادب کیا جائے، انہیں پڑھا جائے اور ان کتابوں کو سر آنکھوں پر رکھا جائے۔

ہم نے یہاں دیکھا کہ نوجوان طلبہ ان اسبابِ علم کو بے انتہا قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کتابوں کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ان کی محنتوں اور قربانیوں کو قبول فرمائے اور دوبارہ قرآن وحدیث کی تعلیم کو یہاں عام فرمائے۔

ہمارے قافلے کے ساتھیوں کا تعارف

الاستاذان: مولانا محمد رفیق صاحب ناڈا اور حضرت مفتی طاہر صاحب باکس والا

یہ حضراتِ شیخین کسی تعارف کے محتاج نہیں؛ بلکہ انہی حضرات کی بدولت آج ہم اپنے ہی شہر میں متعارف ہیں، اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو ہمیں اپنے شہر میں بھی کوئی نہ جانتا، پورے سفر میں ان بزرگوں کی برکات ہم نے قدم قدم پر دیکھیں، افسوس کہ میں اپنی کوتاہی اور کمزوری کی وجہ سے اس سفر میں موقع حاصل ہونے کے باوجود کسی قسم کی خدمت نہ کرسکا۔

مفتی سلمان صاحب بسم اللہ:

نزاکتوں کے مجسمہ، محبوبِ عام وخاص، استاذِ حدیث مدرسہ رحمانیہ عربیہ۔ آپ ہر جمعہ کو سورت شہر کی مختلف مساجد میں وعظ فرما کر اہلِ سورت کی دینی پیاس بجھاتے ہیں، ہر اتوار کو مسجدِ علی، راندیر روڈ میں آپ کا درسِ تفسیر منعقد ہوتا ہے، جو برسوں سے پابندی

اور محنت کے ساتھ جاری ہے، یہ درس عوام میں نہایت مقبول ہے۔

مفتی عتیق صاحب ہنگورا:

اگر چہ مفتی صاحب بندے کے سسرالی رشتہ دار ہیں؛ لیکن طالبِ علمی کے دور کے خاص دوست ہیں؛ اس لیے یہ نسبت کبھی تکلف کا باعث نہ بنی، عرصۂ دراز سے ان کے ساتھ سفر کی خواہش تھی، بالآخر اللہ نے بیرونِ ملک سفر میں ان کی معیت نصیب فرمادی۔

مفتی عتیق صاحب ہر فن کے ماہر ہیں، تبلیغ، تدریس، تقریر، تجارت، کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں آپ کو کمزور پایا جائے، بہت چھوٹی عمر میں بڑے بڑے مراحل طے کیے، والدِ محترم کا سایہ بھی کم عمری میں اٹھ گیا؛ لیکن آپ نے حالات کا اکیلے مقابلہ کیا اور تجربے کی اعلیٰ منزلیں طے کیں، اللہ تعالیٰ نظرِ بد سے محفوظ رکھے اور دین و دنیا میں خوب ترقی عطا فرمائے۔

مولانا مستقیم صاحب جانو حسن:

ہمارے ہم درس اور نہایت ذہین و فہیم ساتھی ہیں، دھوراجی میمن جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، عام طور پر میمن معاشرے کے طلبہ کو خاندان کی جانب سے طعنہ دیا جاتا ہے کہ ”عالم بن کر کھاؤ گے کیا؟“ مگر مولانا مستقیم صاحب ان طعنوں کا بہترین جواب ہیں، آپ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے تاجر بھی ہیں۔

مولانا ارشاد دھنا:

حضرت الاستاذ مولانا رفیق صاحب کے خاص خادم ہیں، جمعے کے لیے برسہا برس سے پابندی کے ساتھ حضرت کو لے جانا اور واپس لانا ان کا معمول ہے، تجارت کے ساتھ ساتھ تقریباً دس سال سے تدریسی خدمت بھی انجام دے رہے ہیں، ہمارے گروپ کے سب سے نازک مزاج ساتھی ہیں۔

حافظ صفوان:

ہمارے گروپ کے سب سے زیادہ ظریف الطبع ساتھی ہیں، اگرچہ عالم نہیں؛ لیکن علما پرور ہیں، اپنے شیخ حضرت قاری رشید صاحب اجمیری دامت برکاتہم سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اور ان کی مجالس میں باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں، اس سفر میں بھی حضراتِ شیخین کے قریب رہے اور بڑوں کی خدمت انجام دی۔

اختتام

آخر میں ازبکستان کے اس پورے سفر کو آنکھوں میں آنسوں لیے کلامِ منظوم میں پیش کرنا چاہتا ہوں:

سلام اُس سرزمیں پر جہاں انوار برستے ہیں	جہاں ہر مقام پر آثارِ اولیاء جھلکتے ہیں
بخارا کی فضاؤں میں تقدس بولتا ہے	امام بخاریؒ کا نام آج بھی دلوں کو تولتا ہے
سمرقند کی بزم میں علم کی بارش ہوئی	ریگستان کے میناروں کو عظمت کی خوشبو چھوئی
شاہِ زندہ کا مزار روشنیوں کا دریا ہے	ماتریدیؒ کی محفل علم کا جادوگریا ہے
ہدایہ کے امام کی خاک کو سلام	جہاں دل کو ملے رہنمائی کا پیام
ترمذ کی زمیں پر جب نظر ٹھہرتی ہے	ابو عیسیٰ ترمذیؒ کی بارگاہ جھلملاتی ہے
صحابہ کے قدموں کی خوشبو پھیلی ہوئی	دعاؤں کی کرنوں سے دنیا روشن ہوئی
یہ سفر نہ تھا فقط رستوں کی تھکن کا	یہ قصہ تھا دل کی جستجو اور امن کا
ہر قدم پہ دعا کا چراغ جلتا گیا	ہر لمحہ نصیحت کا موتی ملتا گیا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین